نورالدین

بجواب

ترک اسلام

مصنفہ

فخر امت حضرت حکیم الامت

مولوی نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ
وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

نورالدین

بجواب

ترک اسلام

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ . اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ . وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا بِالْبَاطِلِ بَاطِلًا
وَارْزُقْنَا اجْتِنَابُہٗ

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ
آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

مصنفہ

فخر امت حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

فہرست مضامین دیباچہ

نورالدین بجواب ترک اسلام

صفحہ	مضمون	نمبرشمار

فہرست مضامین

نورالدین بجواب ترک اسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ (الانعام:۲)

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ۙ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ (التوبۃ:۳۳)

خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا (الفرقان : ۳)

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبۡحَانَہ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ. اللّٰھمّ فصلّ و سلّم و بارك علیه و عـلٰی خلفائه کما وعدت فی قولك. ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبدلنّهم من بعد خوفهم امناً. و لو کره الکافرون.

امابعد خاکسار نورالدین **الـلّٰھـم اجعله کاسمہٖ ۔ آمین** ۔ گزارش پرداز ہے کہ ہم نے ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے والا اور ہم کو خطاؤں شرارتوں اور ہر قسم کے دھوکوں اور

دھوکہ بازیوں سے بچانے والا ہے کہ اپنے اس دیباچہ کوان چند ضروری فقروں پر ختم کردیں۔

فقرہ اوّل: اسلام کا اصلی سرچشمہ اوراس کا حقیقی منبع اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس کا نام السلام[1] ہے۔قرآن کریم میں اس مبارک نام کا مبارک ذکر اس کلمہ طیبہ میں آیا ہے: هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ (الحشر:۲۴)

یعنی وہی اللہ ہے کوئی معبود اور کاملہ صفات سے موصوف اس کے سوانہیں۔ وہ حقیقی بادشاہ ہرایک نقص سے منزہ و بےعیب وسلامت ہے۔

اوراسلام کا حقیقی ثمرہ دارالسلام ہے جس کا آسمان وزمین اور درودیوار اور جس کے تمام یار غمگسار طیب ہوں گے اور ان کے میل جول میں سلامتی وسلام ہی ہوگا جیسے فرمایا: وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (یونس:۱۱)

اسی طرح الاسلام کے ظہور کے لئے دوشہر مقدر تھے۔ایک ام القرٰی مکہ جس کے لئے ایسی ایک پیشگوئی ہے کہ اگر سوفسطائی اور دہریہ بھی اس پر منصفانہ نظر کرے تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا بھی دل سے قائل ہو جاوے۔اس مختصر تمہید میں ہم صرف دو آیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔مکہ معظّمہ تیسرا مظہر اسلام کا اس دنیا میں ہے اوراس مکہ معظّمہ کی نسبت یہ ارشاد ہیں۔

اول: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ (پھران آیات بینات کا بیان کیا ہے جیسے فرمایا) مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

---

[1] اس سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ اسلام کے لفظ میں خدائے علیم کی طرف سے پیشگوئی مرکوز ہے کہ اسلام اور اس کے تمام متعلقات ابد تک سلامتی اور حفاظت سے رہیں گے۔جیسا کہ اس کے چشمہ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام السلام ہے۔اس لئے یہ نام اور یہ فخر اور کسی مذہب کو نہیں ملا۔منہ

اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا (اٰل عمران:۹۸،۹۷)

اور دوسری آیت یہ ہے: جَعَلَ اللّٰہُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّہۡرَ الۡحَرَامَ وَالۡہَدۡیَ وَالۡقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِکَ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (المائدہ:۹۸)

ان دو آیتوں میں آٹھ امور کا بیان فرمایا گیا ہے اوران کو آیات بینات کہا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ مکہ مقام ابراہیم ہے۔

دوم۔ اس میں داخل ہونے والوں کے لئے امن ہے۔

سوئم۔ اس کا حج کرنا لوگوں کے ذمہ لگایا ہے۔

چہارم۔ کعبہ عزت کا گھر ہے۔

پنجم۔ یہی مکہ لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔

ششم۔ اس کا ایک مہینہ معزز بنایا گیا ہے۔

ہفتم۔ ھدٰی۔

ہشتم۔ قلائد کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اوران امور ہشت گانہ کے بنانے کی وجہ بتائی کہ تم جان لو اللہ تعالیٰ ہے بلکہ علیم ہے۔

کوئی غور کرنے والا غور کرے کہ کسی مکان کو یا کسی زمانہ کو معزز بنانا کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ لوگ مکانوں اوراوقات کے بعض حصص کو عزت دیا ہی کرتے ہیں۔ بنایا کرتے ہیں اوران میں چند رسومات کا قائم کرنا بھی کوئی اچنبے کی بات نہیں کیونکہ لوگ رسومات بھی قائم کیا ہی کرتے ہیں۔ ہزاروں ہزار مکان لوگ بناتے اور لوگوں نے بنائے اوران پر بڑا روپیہ خرچ کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ لاکھوں معبد بنے اور کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ ان پر خرچ ہوا۔ بنانے والوں کے بڑے بڑے ارادے ان کے متعلق تھے مگر اوّل تو ان مکانات اوران رسومات کے ادا کے لئے جو اوقات مقرر کئے

گئے بلکہ جو مکانات تجویز کئے ان کے قیام و بقا کا دعویٰ نہیں کیا گیا اور اگر بفرض محال دعویٰ کیا گیا تو باطل ثابت ہوا۔ بیت الشّمس افریقہ کا اور پڑامون یونان کا۔ ایا صوفیا روم کا۔ آتش کدہ آذر کا۔ سومنات جگن ناتھ۔ کانشی۔ متھرا۔ گیا امرناتھ وغیرہ وغیرہ کچھ کم نہیں گزرے۔ ان میں سے بعض تو نیست و نابود ہی ہو گئے اور بعض مخالفوں کے مفتوح ہیں۔ اپنے پرستاروں کے لئے مأمن نہیں رہے اور چونکہ امن ہمیشہ خوف کے مقابلہ میں ہوا کرتا ہے اور دنیا میں ایک ہی عظیم الشان مذہبی خوف تھا جس کا ذکر کتب سابقہ یہود و نصاریٰ میں ہے اور صرف وہ ایک ہی فتنہ الٰہی حکمتوں سے مقدر تھا جس سے پناہ مانگنا ہم کو سکھایا گیا۔ وہ فتنہ ہے دجال کا فتنہ۔ اب دیکھو دجال اگر دجالہ لفظ سے نکلا ہے جیسے قاموس اور اس کی شرح میں ہے تو وہ ایک فرقہ عظیمہ (کمپنی) کا نام ہے جو اپنے مال و متاع کو تجارت کے لئے پھیرے اور اگر کسی کذب وافتراء والے کا نام ہے تو اس سے زیادہ کیا افتراء ہو گا کہ عورت کا بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بلکہ جامع روح القدس خدا اور روح الابن خدا اور خدائے مجسم اور روح الانسان مانا ہی نہیں گیا بلکہ اس اعتقاد کی طرف کھینچنے کے لئے اربوں روپیہ پانی کی طرح ہر روز بہایا جاتا ہے۔ شراب جو جماع الاثم کیا معنے؟ تمام بدکاریوں کا جامع ہے۔ ان خداؤں کے مجموعہ کے خون کے بدلہ یادگار کے طور پر مذہبی رسم یا عبادت کے وقت پیا اور پلایا جاتا ہے۔ **النساء حبائل الشیطان** (کچھ عورتیں شیطان کا کمند ہیں) کو اس کام پر لگایا گیا۔ اس کام کے واسطے مشنری ہسپتال بنائے گئے۔ میں نے ایک پرانی مشہور کنچنی سے پوچھا تھا کہ تمہارا پیشہ جو قطعاً قویٰ فطریہ انسانیہ کے خلاف ہے اور ان کا دشمن ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس طرح پیدا ہو گیا؟ تو اس تجربہ کار نے مجھے جواب دیا۔ قربان جاؤں! خوش خوراک خوش پوشاک مرد اور با این ہمہ خواہشات پھر کاہل وسست یہ پیشہ اختیار نہ کرے تو کیا کرے؟ مگر اس بیان کے بعد ثابت ہو گیا کہ دام مارگیوں ساکتوں نے مذہبی رنگ میں اس فرقہ کو عورتوں کے جنم سدھارنے

کے لئے بھی بنایا ہے اور کاہلوں سستوں کے لئے تو دوسری جگہ مشن کمپونڈ بھی ہیں اور اس قدر کتابیں اور رسائل اس مطلب کے لئے نکالے گئے کہ ہماری گنتی سے بالکل باہر پڑے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ لوگ مشرق میں کہاں پہنچے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے!!

مگر دیکھ لو کہ وہ شہر ان فتن سے بالکل امن میں ہے اور جو رسومات اس میں جس عظمت کے لئے لامعلوم زمانہ سے قائم کی گئی وہ اسی طرح ادا کی جاتی ہیں اس موقع پر ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ، صابئین میں مکرم معظم مانے گئے تھے۔

چوتھا مظہر الاسلام اور دوسرا شہر اور زمین پر طابہ طیبہ **مدینة الرسول** ہے ﷺ جس کے لئے وہی وعدہ اس فتنہ سے امن کا ہے اور وہ بھی اب تک محفوظ ہے اور ایسا ہی محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس دنیا میں پانچواں مظہر الاسلام کا قرآن کریم ہے۔ اس کی سلام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ السلام خود اس کا محافظ ہے جیسے فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۱۰) اس کی حفاظت کا مفصل تذکرہ سوال نمبر ۱۱۲/ ۱۱۵ کے جواب میں دیکھو۔ ص ۳۱۱ و ۳۲۱

اور چھٹا مظہر الاسلام اور اس کا مبلغ حضرت محمد رسول اللہ خاتم الرسل والنبیین رسول رب العالمین ہے۔ غور کرو! زمانہ نبوی میں عرب میں کسی کا مار ڈالنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ بڑے بارعب شخص ہمارے جد امجد عمر رضی اللہ عنہ کو مارنے والے نے مارا اور اسلام میں وہ ننگ اسلام بھی ہیں جن کے اعتقاد میں وہ قاتل بابا شجاع کہا جاتا ہے۔ بڑے بہادر اسد اللہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کو مارنے والے شقی نے مارا جس نامراد کا ابن ملجم نام مشہور ہے۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ جیسے مدبر، قوم کے عظیم الشان خلیفہ کو مارنے والوں نے مارا گو کیفر کردار کو پہنچے۔ اس ملک کے علاوہ ہم تو سنتے ہیں کہ دیانند جی کو بھی کوئی ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا اور آریہ مسافر کو تو اس امن کی سلطنت میں مارنے والے نے مارا اور اس کے لائق اتباع اور پولیس کو اتنا پوچھنے کی یاوری نہ ملی کہ کوئی آریہ مسافر سے پوچھتا کہ آپ کو کس نے مارا؟

غرض بات صاف ہے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے دعویٰ موجود ہے وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ

النَّاسِ (المائدة :٦٨) اور دعویٰ بھی ایسے وقت میں کہ ابتدائے اسلام تھا اور آپ کے لئے آپ کے دروازہ دربان کوئی نہ تھا بلکہ اپنے اور بیگانے سب دشمن تھے۔ آریہ اور عیسائی کہتے ہیں کہ بجبر لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا تھا۔ الّا ان مجبوروں کو جو بقول ان کے دائیں اور بائیں تھے یاوری نہ ملی کہ اس دعویٰ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کو باطل کرتے مگر آخر یہ دعویٰ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدة :٦٨) صحیح اور یہ پیشگوئی سچی نکلی بلکہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (الحاقة :٤٥) کا مضمون موید ساتھ تھا اور مکذب بھی بایں کثرت تھے کہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ پر بس نہ تھی۔ شام و روم، مصر و ایران۔ اس لئے مجھے کبھی ذرہ خیال نہیں آیا کہ اسلام دنیا سے نیست و نابود ہو بلکہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبة :٣٣) کا وقت نظر آرہا ہے۔ علاوہ بریں تجارب گواہ ہیں۔ دیکھو ہلاکو خان اور اس کے ناکام مشیر نصیر الشرک اور رسالہ مؤید الکفر نے کیا نہ کیا مگر آخر ہلاکو کی اولاد خادمِ اسلام ہوئی اور وہ دونوں وزراء ناکام و نامراد دنیا سے چل دیئے۔ پس یہ بحث اور مضمون جو میں نے لکھا ہے بعض کی بھلائی کے لئے لکھا ہے اور اپنے فہم و فراست کے مطابق سمجھانا مقصود ہے کہ کوئی روح سلامتی پر پہنچ جاوے۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (النجم: ٤٠ تا ٤٢)

چونکہ اسلام انقیاد و فرمانبرداری، صلح و آشتی کا نام ہے اس لئے اسلام کی ابتدائی نشو ونما میں جب صنادید عرب علی العموم اور اراکین مکہ نے بالخصوص مسلمانوں کو شدید ایذائیں دینا شروع کیں تو حتی الامکان صبر و حلم و بردباری سے کام لیا گیا۔ جب ایذا حد سے بڑھی اور ناقابل برداشت ہو گئی تو مسلمانوں نے ملک حبش کو ہجرت کی۔ عمائد مکہ اس پر بھی باز نہ آئے اور مسلمانوں کا تعاقب ملک حبش تک کیا۔

اہل مدینہ کے اصرار پر مدینہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی اور صاحب اسلام حضرت نبی کریم

علیہ الصلوۃ والسلام مع صحابہ کرام مدینہ کو ہجرت فرما ہوئے۔ وہاں جاتے ہی بنی اسرائیل و یہود کے ساتھ امن عام کے لئے ایک معاہدہ کیا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ الی قولہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (البقرة : ۸۴،۸۵) اور اس قسم کی دوسری آیات میں بھی یہ مضمون مفصل ہے۔ آخر ان میں نہلسٹ، انارکسٹ اور فریمیسن وغیرہ پیدا ہو گئے۔ اس امر کی تفصیل ہم نے سوال نمبر ۱۱۶ کے جواب میں لکھ دی ہے اور فرمایا: كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (البقرة : ۱۰۱) اور فرمایا: وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (البقرة : ۲۷،۲۸) آخر حسب پیشگوئی اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومن :۵۲) سب مخالف خائب وخاسر و ناکام ہلاک ہوئے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون :۹) أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ (المجادلة :۲۰)

پھر جب ہم تمام عرب و عجم حضرت نبی کریم ﷺ کی مخالفت پر بھڑک اٹھے تو پیشگوئی فرمائی گئی۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى (الانبیاء :۲ تا ۴) اور حرف بحرف پوری ہوئی۔

ہم جانتے ہیں اور واقعی بھی ہے کہ دل بڑھانے کو بھی ایسے کلمات لوگ کہا ہی کرتے ہیں مگر کیا ہر جگہ اور ہر ایک مطلب میں وہ ایسے کامیاب ہوتے ہیں کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

دِيْنَكُمْ (المائدة :۴) کی صدا ان کے کان میں پہنچے اور کیا اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ (المائدة :۴) کا خلعت ایسا ملتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو ملا۔ آپؐ نے آخر ایام میں دنیا سے اس وقت کوچ کیا جب تمام مخالف سربسجود للہ الکریم ہو گئے اور تمام معبد شرک اور مخالف بے نام ونشان ہوئے۔ یہ بے نظیر فتح مندی سوائے دھارمک[1] پرش کے ممکن ہی نہیں۔ جو مانگا سو پایا۔ جو چاہا سو ملا۔ پس یہ رضا الٰہی کا ثمرہ تھا۔ جس طرح ابتداء اسلام میں اسلام نے جنگ میں ابتداء نہیں کی۔ اسی طرح اِس وقت روحانی اور دلائل کے جنگ کے وقت بھی اسلام نے ابتدا نہیں کی۔ بعض نادان و بے خبر مسلمان اس حقیقت کو نہ سمجھیں تو ان کی حماقت و جہالت ہے اور ایسے کم عقل ہر قوم میں ہوا کرتے ہیں مثلاً مسیحی مذہب نے پادری فنڈر کی افسری سے اسلام پر میزان وطریق وغیرہ سے حملہ کیا اور آریہ سماج نے ستیارتھ کے چودہویں پورے سملاس اور بھومکا وغیرہ رسائل میں جستہ جستہ مقامات میں اسلام پر خطرناک حملہ کیا۔ اسلام کے خدا پر جو ہمارا اور اس کا ایک ہی خدا تھا۔ گو ان سے یا ہم سے اس کے صفات کی فہم میں غلطی ہوئی اور اسلام کی کتاب پر اسلام کے ہادی و مصلح پر وہ گالیوں کا طوفان باندھا ہے کہ الامان! اگر صاحب سماج کو کوئی سادہ نام سے یاد کرے تو آریہ سماج آگ ببولا ہو جاوے اور خود جو چاہا اناپ شناپ لکھ دیا ہے۔ پھر ان کی تاثیر سے آریہ مسافر نے تو خاتمہ کر دیا۔ اور اس کے پوتے صاحب یوگندر پال اور دھرمپال نے جو شیریں کلامی اور نرمی دکھائی ہے اس کے لئے یہ ترک اسلام کا مختصر رسالہ کافی گواہ ہے۔ ایک ہمارے نون میانی کے ہم مکتب آریہ سماجی ایک بار مجھے سے فرمانے لگے کہ کہو جی کون دھرم ہے والی نظم پہلے کس نے لکھی۔ میں نے عرض کیا جناب! آپ وہ لوگ نہیں جن کے مقابلہ پر وہ نظم ہے بلکہ ان پر تو خود مہارشی آپ کے سرسوتی اور سوامی جی نے وہ لے دے کی ہے کہ جس کے مقابلہ میں ہمارے تحفہ اور اس قصیدہ کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ یہ بتایئے کہ سماج پر کس مسلمان نے پہلے کچھ لکھا؟ اس پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر علاج کے لئے آئے تھے بہت جلد واپس چلے گئے۔

ہاں ناواقف مسلمان اب بھی کہتے ہیں کہ مرزا جی نے اسلام کو مسیحیوں اور آریہ سے گالیاں دلائی

[1] دیندار۔ صالح۔ بزرگ

ہیں بلکہ ایک امرتسری متکلّم تو اپنی کتاب میں یہ بھی لکھتا ہے کہ دھرم پال بھی مرزا کی تحریر سے آریہ ہوئے ہیں حالانکہ ترک اسلام میں اس نے اشارہ بھی مرزا کی تعلیم پر نہیں کیا۔کہیں پال نے کسی اخبار میں ایسا لکھا تو امرتسری صاحب نے اس کو تسلیم کرلیا۔اورایک ایڈیٹر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور وہ لیکھرام کی کتاب نہ پڑھ سکا۔جس نے اسلام کو گالیاں اس لئے دیں کہ مرزا نے اسے گالیاں دلوائیں۔وہ کیا تحقیق ہے؟ ستیارتھ کا چودھواں سملاس کیا براہین احمدیہ کے بعد کا لکھا ہوا ہے اور وہ آخری باب کیا گالیاں کا مجموعہ نہیں اور کیا میزان فنڈر کی آئینہ کمالات اسلام سے پیچھے تصنیف ہوئی۔ہمیں تو حیرت ہے ایسی تحقیقات پر۔انصاف!!!

بہرحال ہم مہارشی دیانند جی کے چند اصول کی طرف سماج کو توجہ دلاتے ہیں جو قابل قدر اصول ہیں۔وہ بھومکا اور ستیارتھ میں جابجا ارقام فرماتے ہیں کہ وید میں جو الفاظ آئے ہیں ان کے بہت معانی ہوا کرتے ہیں۔مناسب معنے جو پرمیشور کی عظمت وجلال،علیم کل،محیط کل کی شان کے موافق ہوں،مخالف نہ ہوں وہ لینے چاہئے اور اس کا نام انہوں نے شلیشا اَلَــنگـــار رکھا ہے۔پھر استعارہ وغیرہ صنائع کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ روپا اَلَنگار ہے۔پھر ارشاد کیا ہے کہ معانی کے سمجھنے کے لئے مراقبوں (سمادہیوں) مہنتوں کی ضرورت ہے،منتر سکنتاؤں پر جن رشیوں کے نام ہیں وہ بڑے محنتی مفسر ویدوں کے تھے۔

پھر اور اصول دیانند جی کے یہ ہیں۔جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہوسکتا ہے؟ ستیارتھ ۱۴ سملاس صفحہ ۶۹۷ فقرہ ۳۷ میں یہ لکھا ہے اور اہنسا کے معنے کئے ہیں۔اہنسا کا لفظ یوگ درشن کے سادہن پاد کے سوتر ۳۰ میں یم کے بیان میں آیا ہے۔مہارشی دیاس نے جو یوگ شاستر کے بھاشیہ کار ہیں۔اس کا ارتھ یہ کیا ہے کہ ہر حالت میں ہمیشہ ہر ایک جاندار کے ساتھ دشمنی کے خیال کو دور کرنا اہنسا کہلاتے ہیں۔دیانند اپدیش مَــنُــجَــرِی تیسرا ودیاکھیان اور کہا ہے انسان کو مناسب ہے کہ شیریں کلامی کو کام میں لاوے۔تیسرا ودیاکھیان اور کہا ہے ہر ایک آدمی

جیسا ہوتا ہے وہ عموماً اپنی ہی مانند دوسرے کو سمجھتا ہے۔ ستیارتھ ۵۷۴۔

اس قسم کی نصائح دیانندجی کی دیکھو صفحہ نمبر ۵۶۶ سے ۵۸۰ تک۔ دھرم پال بلکہ آریہ سماج انصاف کرے کہ وہ عملاً ان میں سے کن اصول کی پابند ہے۔ آیا ان کلمات پر ہم نہیں کہتے کہ سب آریہ ایسے ہیں۔ گو وہ کروڑوں نہیں اور پھر ہم کروڑوں ہیں اور ہمیں بُرا کہا گیا مگر ہم ایسی سخت کلامی سے کیونکر کام لیں۔ ہمیں تو قرآن کریم یہود و نصاریٰ کے اس غلط قول کو نصیحت کے طور ہمیں بتاتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:۱۱۴) یہود نے کہا نصرانی کچھ بھی نہیں۔ نصرانیوں نے کہا یہود کچھ ہی نہیں۔ حالانکہ کتاب پڑھتے ہیں۔ اس طرح تو بے علم لوگوں نے کہا ہے یا کیا ہے۔

ہمارے نزدیک آریہ سماج کی محنتیں بہت کچھ قابل قدر ہیں۔ اوّل انہوں نے شرک کے دور کرنے میں بڑا کام کیا جو قابل شکر ہے۔ دوم ناجائز تقلید کو توڑ کر غلط خیالات کو چھوڑنے اور اس کے بدلہ عمدہ بات کو لینے میں قوم کو دلیر کر دیا ہے۔ سوم وام مارگیوں۔ ساکتوں۔ اگھوریوں۔ بکالیوں۔ تالنگیوں کے ہزاروں گندوں کو دور کیا۔ گو بعض اشیاء کی قدامت اور غیر مخلوق ہونے کا اعتقاد ابھی ساتھ ہے اور دیانندی تقلید بھی کچھ ہے اور نیوگ کو مصلحتاً جائز رکھا ہے مگر جہاں تک نیکی کی وہ قابل شکر گزاری ہے۔

میرے فہم میں کلام الٰہی کے سمجھنے کے لئے یہ اصول ہیں۔

اوّل: دعا (پرارتھنا) جناب الٰہی سے صحیح فہم اور حقیقی علم طلب کرنا۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۵) میرے رب! میرے علم میں ترقی بخش۔

اور دعا کے لئے ضرور ہے طیب کھانا، طیب لباس، عقد ہمت، استقلال۔

دوم: صرف الٰہی رضا مندی اور حق تک پہنچنے کے لئے خدا میں ہو کر کوشش کرنا جیسے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت :۷۰)

سوم: تدبر، تفکر۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمّد :۲۵) اور فرمایا: لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران :۱۹۱،۱۹۲)

چہارم: حسن اعتقاد وحسن اقوال وحسن اعمال اور فقر، بیماری، مقدمات ومشکلات میں صبر و استقلال۔ اس مجموعہ کو قرآن نے تقوٰی کہا ہے۔ دیکھو رکوع لَيْسَ الْبِرَّ (البقرة :۱۷۸) اور اس کا ایک درجہ سورہ بقرہ کے ابتدا میں ہے جیسے فرمایا ہے کہ اَلْغَيْب پر ایمان لاوے۔ پرارتھنا اور دعا اور بقدر ہمت وطاقت دوسرں کی ہمدردی کے لئے کوشش کرنے والا متقی ہے اور تقوٰی کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرة:۲۸۳) ہے لیکن خود پسند آدمی آیات الٰہی کے سمجھنے میں قاصر ہے جیسے فرمایا: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف :۱۴۷)

پنجم: قرآن کریم کے معانی خود قرآن مجید اور فرقان حمید میں دیکھے جاویں۔

ششم: اسماء الٰہیہ اور الٰہی تقدیس وتنزیہ کے خلاف کسی لفظ کے معانی نہ لئے جاویں۔

ہفتم: تعامل سے جس کا نام سنت ہے، معانی لے اور اس سے باہر نہ نکلے۔

ہشتم: سنن الٰہیہ ثابتہ کے خلاف ورزی نہ کرے۔

نہم: لغت عرب ومحاورات ثابتہ عن العرب کے خلاف نہ ہو۔

دہم: عرف عام سے جس کو معروف کہتے ہیں، معانی باہر نہ نکلیں۔

یازدہم: نور قلب کے خلاف نہ ہو۔

دوازدہم: احادیث صحیحہ ثابتہ کے خلاف نہ ہو۔

سیزدہم: کتب سابقہ کے ذریعہ بھی بعض معانی قرآن حل کئے جاتے ہیں۔

چہاردہم: کسی وحی الٰہی اور الہام صحیح کے ذریعہ سے بھی معانی قرآن حل ہو سکتے ہیں۔

ہر ایک اصل کی مثالیں دوں تو ایک مجلد ضخیم بن جاوے اور بعض اصول عام لوگوں کے استعمال میں آنے والے نہیں معلوم ہوتے۔ اس لئے نمونہ کے طور پر بعض ان امور کے استعمال کی مثال بتاتے ہیں۔

اس لئے گزارش ہے کہ اگر دہرم پال صرف یہ لحاظ رکھتا کہ خدا کی عظمت و جبروت کو مدنظر رکھتا اور اپنے تئیں اس امر کا پابند کرتا کہ لغت عرب کے مختلف معانی سے جو ایک لفظ کے لئے ہوں اور وہ لغت سے ثابت ہوں وہی معنے کئے جاویں جو عظمت وقدوسیت کے منافی نہ ہوں تو اس قاعدہ سے اس کے پینتیس سوالات ترک اسلام کا جواب یکدم مل سکتا تھا۔ دیکھو سوالات ذیل کے جوابات نمبر ۱،۲،۱۰،۱۳،۵/ ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۵/ ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۸، ۵/ ۳۹، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵/ ۵۱، ۵۷، ۶۵، ۶۸، ۷۱، ۵/ ۸۴، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۵/ ۹۱، ۹۴، ۹۸، ۱۱۱، ۱۱۳، ۵/ 115

اس کے علاوہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کا جواب ہوسکتا تھا۔

ایک بار میرے سامنے لفظ مکر و کید و استھزاء وغیرہ کی طرح لوگوں نے خدع اور نسیان کا لفظ پیش کیا جو قرآن کریم میں ہیں۔ میں نے کہا دیکھو لغت عرب کے صنائع و بدائع و استعارات و کنایات جس کا سمجھنا ضروری ہے اور جس کے سمجھانے کو علم معانی، بیان اور بدیع موجود ہے۔ اگر اس راہ سے نہ سمجھو تو صرف لغت عرب کو بھی تم ایسے سوالات کے جواب میں کام میں لا سکتے ہو۔ اگرچہ نسی کے معنی ہیں بھولا۔ نسیان کے معنے بھولنا ہیں مگر نسی کے معنی ترک بھی لغت عرب میں ہیں۔ پس کلمہ طیبہ اِنَّا نَسِيْنَاهُمْ ☆ میں یہ معنے کیوں نہیں کئے جاتے جو صفت علیم کے خلاف نہیں۔ اسی طرح خادع کے معنے ترک کے ہیں۔ پس جہاں يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ہے وہاں وہ چھوڑتے ہیں اللہ کو ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔ خدع کے معنے ہیں امسك اور عرب کا محاورہ ہے

☆ ہم نے انہیں چھوڑ دیا نہ یہ کہ ہم انہیں بھول گئے اس لئے کہ یہ معنے صفات الٰہیہ کے خلاف ہیں۔ ۱۲ منہ

فلان کان یعطی فخدع فلا نا دیتا تھا اب اس نے دینا چھوڑ دیا۔ پس وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النساء :۱۴۳) کے معنے یہ کیوں نہیں کرتے کہ اللہ ان منافقوں کو محروم رکھنے والا ہے۔ اسی طرح تمام **الاشباہ و النظائر** میں ایسا ہی برتاؤ کرو اور مثلاً وَوَجَدَكَ ضَآلًّا (الضحیٰ :۸) میں ضلال کا اثبات نبی کریم کے لئے ہے مگر مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ (النجم :۳) میں ضلال کی نفی بھی آپ کے حق میں موجود ہے تو دونوں پر ایمان لا کر ایک جگہ ضلال کے معنے محبّ طالب سائل کے کرو جو وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحی :۱۱) کی ترتیب سے ظاہر ہوتے ہیں اور دوسری جگہ گمراہ کے معنے لو جو مَاغَوٰى کے مناسبت سے درست ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ نے صرف اسی بات پر ایک لطیف رسالہ لکھا ہے جس کا نام **الوجوہ و النظائر** ہے۔

مگر افسوس ہے کہ دیانند نے خود اپنے قائم کردہ اصول کا لحاظ نہ کیا اور کروڑوں معتقدان اسلام کا دل دکھایا اور ان کو بُرا کہا۔ آریہ مسافر و دھرمپال تو اس کے اتباع ہیں۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں مگر شاید اتنا اور کہہ دینا نامناسب نہ ہوگا کہ کس قدر آریہ سماج لوگوں کی بے انصافی ہے کہ غیروں پر اعتراض کرتے وقت یا معاملہ و انصاف کرتے وقت عدالت میں مسلمانوں کا سر توڑنے اور جان و مال و عزت تباہ کرنے کو کیسے دم نقد تیار ہیں۔ محمود غزنوی اور عالمگیر کا خیالی بدلہ لیتے ہیں یا آریہ مسافر کا اور اپنے بارے میں اعتراضوں سے یوں بچاؤ کر لیتے ہیں کہ تمام پُران اور آرین تفاسیر بلکہ یورپ کے تراجم وید سب کے سب غلط ہیں۔ مہارشی کی کتابوں سے کچھ لے کر کوئی اعتراض کرے تو فرماویں سوامی جی بھاشہ زبان نہیں جانتے تھے؟ ان کے ستیارتھ اور ویدوں کے بھاوارتھ اور ناگری ترجمہ میں جاہل، بے ایمان پنڈتوں کی شرارتوں کا دخل ہے یہ قابل اعتماد و اعتقاد نہیں۔ اب ہم کو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہزاروں آریہ سماجی کیا حق و حقیقت کو ویدک سنسکرت یا لوکک سنسکرت سے لے کر اپنے اقوال و اعمال کو درست کر رہے ہیں۔ میں نے تو اب تک ایک بھی

لائق ویدک سنسکرت پڑھا آریہ سماجی نہیں دیکھا بلکہ منشی رام جی جگیا سو کے ترجمہ بہومکا سے یہ عجیب مسئلہ معلوم ہوا کہ ۱۸۹۱ء میں لیکھرام کے ذریعہ پتہ لگا کہ دیانند جی کے مہان بھاشیہ میں ارتھ انرتھ ہیں اور بھاوارتھ غلط ۔ دیکھو منشی رام کا ترجمہ ۔ دیانندی وید بھومکا صفحہ نمبر ۳، ۴، ۵

فقرہ دوم: تارک اسلام نے وجوہ ترک اسلام پر جو لیکچر دیا ہے اس میں ایک سو پندرہ سوال بلکہ اعتراض اسلام پر کئے ہیں ۔ جب ان کے جوابات سے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے فراغت پائی تو لیکچر کی تمہید پر توجہ کی ۔ دیکھا تو اس میں بھی پندرہ بیس اعتراض اسلام پر جڑ دیئے ہیں ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان کا جواب دیباچہ میں دیا جائے اور چونکہ وہ سوال کئی قسم پر منقسم ہیں اس لئے ہم ان کا تین فقروں میں جواب دیتے ہیں ۔

اعتراض قسم اوّل: اسلام کی تعلیم عقل[۱] کے خلاف ہے ۔ اسلام کی تعلیم وحشیانہ[۲]، ظالمانہ[۳] اور ادنیٰ[۴] تعلیم ہے ۔

اس واسطے ان سوالات کے جواب میں ضروری معلوم ہوا کہ نمونہ کے طور پر تعلیم اسلام کو پیش کر دیا جاوے مگر اسلام تیس پارہ قرآن اور نبی کریم ﷺ کے عمل درآمد کا نام ہے ۔ اس لئے مشتے نمونہ از خروارے اور دانہ از انبارے دکھایا جا سکتا ہے ۔

اور مختصراً ان اعتراضات کا جواب یہ ہے ۔ یہ کہنا کہ اسلام عقل[۱] کے خلاف ہے محض بے عقلی بلکہ بے ایمانی کی بات ہے اس لئے کہ قرآن کریم اپنی تعلیم کی خوبی اور سچائی کے اظہار اور ثبوت کے واسطے عقل حاصل کرنے کی ہدایت کرتا ہے جیسے فرماتا ہے: يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ:۲۴۳) یعنی اللہ اپنی آیات تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تو کہ تم عقل حاصل کرو یا اسے کام میں لاؤ ۔ اسی طرح عقل اور علم کی طرف مختلف پیرایوں میں اپیل کرتا ہے اور قرآن کریم اس سے بھرا پڑا ہے ۔ با ایں ہمہ ایسی کتاب کی تعلیم کو عقل کے خلاف کہنا نادانی یا بے ایمانی نہیں تو کیا ہے؟

قرآن کریم پھر تذلیل اور اہانت کے طور پر ان لوگوں کا حال بیان کرتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے اور بے عقلی کے بدنتائج میں مبتلا ہوتے ہیں جیسے فرمایا: وَاِذَانَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (المائدة :۵۹) اور جب تم انہیں نماز کو بلاتے ہو اسے حقارت اور کھیل میں اڑاتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور پھر ایک بدقسمت قوم کا ذکر فرماتا ہے: وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملك :۱۱) یعنی دوزخی (حسرت سے) کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو دوزخیوں میں شامل نہ ہوتے۔

پھر ایک جگہ مخالفان اسلام کے نفاق اور غلط کاریوں کے اسباب میں یوں بیان فرماتا ہے:
تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (الحشر:۱۵)
یعنی تم خیال کرتے ہو کہ ان کے جتھے اور جمعیّتیں ہیں حال یہ ہے کہ ان کے دل الگ الگ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور قرآنی تعلیم وحشیانہ ہے کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (التوبة :۹۷) گنوار کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی حدود کا علم نہ آسکے۔

سوچو اور غور کرو! وحشیانہ تعلیم ایسا فقرہ کیونکر کہہ سکتی اور وحشیوں لاعلموں کو نہایت تحقیر سے عتاب کیوں کرتی ہے؟ قرآنی تعلیم کو ظالمانہ کہنے کا جواب قرآن کریم نے یہ دیا ہے: اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (هود :۱۹) دیکھ! اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے: فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران :۶۲) پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

ادنیٰ تعلیم کا جواب یہ دیا ہے کہ صاحب شرع اسلام تک کو رغبت دلاتا ہے کہ وہ دائمی اور ابدی ترقیات کیلئے ہمیشہ دعا مانگتا رہے اور ترقی علم چاہتا رہے۔

جیسے فرمایا: قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ :۱۱۵) کہہ اے میرے رب! میرے علم میں ترقی بخش اور فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلة :۱۲) اللہ تم میں سے مومنوں اور عالموں کے درجے بلند کرے گا۔

اور فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر :۱۰) کہہ کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے برابر ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اور فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر :۲۹) اللہ کا خوف اور خشیت انہی لوگوں کو میسر آتا ہے جو عالم ہیں۔

اور فرمایا: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (الرعد :۴۴) کہہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہ ہے۔ پھر وہ شخص جسے کتاب کا علم دیا گیا ہے اور فرمایا: وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (العنکبوت :۴۴) اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں عالم ہی سمجھتے ہیں۔

اب تعلیم اسلام کا نمونہ سنو! آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو حسب ارشاد الٰہی الٰہی علوم سے عاری ہوتا ہے جیسا فرمایا: وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (النحل :۷۹) اور اللہ نے تمہیں نکالا تمہاری ماؤں کے اندر سے اور تمہیں کسی چیز کا علم نہ تھا۔

جب عاقل و بالغ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسلام عین تقاضائے فطرت کے موافق مختصر مگر جامع اور کامل آداب سکھاتا ہے جیسے فرماتا ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الاعراف :۳۲) کھاؤ اور پیو اور بے جا کھانے پینے سے بچو۔ اللہ نہیں پسند کرتا خطا کاروں کو۔

اس آزادی پر کھانے میں پابندی یہ بتائی اور انسان کی ناجائز آزادی کو جسے وہ برت کرتباہی کے نتیجوں تک پہنچتا ہے۔اس طرح مقید کیا جیسے فرماتا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ (المائدة :۴)حرام کیا گیاتم پر مردار اور خون اور سوٴر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ کے غیر کا نام پکارا جائے۔

دیکھواس آیت پر مفصل بیان سوال نمبر۴۴، ۴۵ کے جواب میں۔

یہ تو ہوئیں کھانے کی چیزیں اور پینے میں ہر قسم کے مسکرات اور شراب سے اس طرح منع فرمایا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدة :۹۱، ۹۲)شراب اور جوا اور بت اور تقسیم کے تیر شیطانی کام ہیں ان سے بچوتو کہ فلاح پاؤ۔شیطان چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور بغض ڈالے شراب اور جوئے کے ذریعہ اور تم کو روک دے اللہ کے ذکر اور نماز سے پھر کیا تم باز آتے ہو کہ نہیں۔

پھر آداب حفظ بنی نوع اور ہر ایک شخص کی بہتری وفلاح اور نوعی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ نکاح کرلو مگر آریہ ورت کے ماتنگی اور دام مارگی ماں سے، بیٹی سے، بہن سے بھوگ کر لیتے ہیں اور ان کے اصل گرو یا چیلے مزدکی بھی ایسے ہی تھے بلکہ بڑے بڑے ہندو راجہ دو حقیقی بہنیں ایک وقت میں بیاہتے ہیں اس لئے اس ناپاک رسم کی بیخ کنی کے لئے فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء :۲۴)

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں اور وہ لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں ہیں ان عورتوں سے جن سے تم نے جماع کیا اور اگر تم نے ان سے جماع نہیں کیا تو تم پر ان کے نکاح میں کوئی گناہ نہیں اور حرام کی گئیں تمہاری ان بیٹوں کی جورو ئیں جو تمہاری پشت سے ہیں اور حرام کیا گیا تم پر ایک ہی وقت میں دو حقیقی بہنوں سے نکاح کرنا۔ ہاں جو گزر چکا اسلام سے پہلے تو اللہ غفور رحیم ہے۔

یہ احکام نکاح کے متعلق فرمائے۔

پھر شادیوں میں نکاح کے بعد بڑے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ارشادات ہیں۔

اوّل: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء :۴) جو عورت تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

دوم: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء:۴) اور اگر بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو۔

سوم: مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ (المائدۃ :٦)

نکاح سے یہ غرض ہو کہ تم پابندی میں رہنے والے ہو نہ مستی نکالنے والے اور نہ یارانہ کے طور پر عورتوں کو رکھنے والے۔

چہارم: لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (النساء :۲۰) اور جائز نہیں کہ تم اکراہ سے عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

پنجم: وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا (البقرۃ:۲۳۲) وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (الطلاق:۷)
اوران کو ضرر دینے کے لئے مت روکو اوران کو ضرر مت دو۔

ششم: فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ (النساء :۳۵) اور نافرمان عورت کو پہلے وعظ کرو پھراس کا بسترا الگ کردو پھر ایک مار سے مارو۔

ہفتم: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (النساء :۳۶) اور پھر بھی پھوٹ رہے اوراصلاح نہ ہو تو دونوں خاندانوں کے چوہدریوں کو جمع کرو۔ اگر میاں بیوی کا یا ان کا سچا ارادہ اصلاح کا ہوگا تو اللہ انہیں آپس میں موافق بنادے گا۔

ہشتم: اور آخر میں فرمایا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء :۲۰) اور عورتوں سے نیک برتاؤ کرواوراگر تم انہیں ناپسند کروتو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور اللہ اس میں بڑی برکت اور خیر ڈال دے۔

ہاں بے ریب افسوس ہے کہ ان احکام کی نگرانی کے لئے کوئی محکمہ نہیں اور مرد بادشاہ ہوتے رہے۔اس لئے انہوں نے بھی حقوق نسواں کا پلّہ کمزور رکھا۔ آہ! ہزاروں عورتیں ہیں جن کو شریر لوگ نہ طلاق دیتے ہیں اور نہ آباد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ہنسی میں اوڑاتے یا ان پاک احکام کو ظلم کرنے کا آلہ بنارہے ہیں اور ملاّ نے بلکہ ان کے پڑھے لکھے بھی حقوق نسواں کی آیات پر توجہ نہیں کرتے۔اسی طرح مفقود الخبر کی بی بی بھی تباہ ہوتی ہے۔

حفظ نفس وتربیت اولاد پر فرمایا: لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ :۱۹۶) اپنے تئیں ہلاکت میں مت ڈالو وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل : ۳۲) اپنی اولاد کو ہلاک مت کرو۔

سوشل امور پر فرمایا: لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا (النور :۲۸) اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک ان سے اجازت نہ لو اور داخل ہوتے ہی گھر والوں پر سلام کہو۔ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا (البقرۃ :۱۹۰) اور گھروں میں دروازوں کے راہ سے داخل ہو۔ وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ (النساء :۸۷) اور جب تمہیں سلام کہا جائے اس سے بہتر سلام کہو۔ اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا (المجادلۃ :۱۲) اور جب تمہیں نشست گاہوں میں کھل جانے کو کہا جائے تو کھل جاؤ۔ وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ (لقمان :۲۰) اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:۸۴) اور ماں باپ سے اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے نیک سلوک کرو اور لوگوں سے اچھی باتیں کہو اور خوش معاملگی کا برتاؤ کرو۔

ترک شر پر فرمایا: وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ (البقرۃ:۱۸۹) آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق نہ کھاؤ اور حکام تک بواسطہ ان مالوں کے اس لئے نہ پہنچنا کہ کسی طرح لوگوں کا کچھ مال خرد برد کر لو۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ (النور:۳۲،۳۱)

مومنوں کو کہہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہبانی کریں اور مومن عورتوں سے کہہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہبانی کریں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل :۳۳) اور زنا کے نزدیک نہ جاؤ وہ بہت کھلی بے حیائی اور بری راہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النور:۲۰)
جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی کی باتیں پھیلیں ان کے لئے عذاب الیم ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ یَّوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (النور:۲۴،۲۵) جو لوگ شوہر دار، سادہ بے خبر مومن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں وہ دربدر ہوئے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا جس دن گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے تمام کرتوتوں کی۔

ایصال خیر کی بابت فرمایا: وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران:۱۳۵) اور غیظ و غضب کو کھا جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور دوست رکھتا ہے اللہ احسان کرنے والوں کو۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (آل عمران:۱۱۱) تم برگزیدہ خیر رساں قوم ہو۔ تمہیں سارے جہان کے لئے نمونہ کے طور پر پیدا کیا گیا ہے۔تم نیک باتوں کا امر کرتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (الممتحنۃ:۹) جن لوگوں نے تم سے جنگ نہیں کی دین کے بارے میں اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ تم کو منع نہیں کرتا اس بات سے کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور

ان سے انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

امانت ودیانت پر فرمایا:

لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (النساء :٦) کم عقلوں نشیب وفراز نہ سمجھنے والوں کو مال سپرد نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء :٥٩) اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس دو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (النساء :٧) اور یتیموں کو جو تمہاری نگرانی کے نیچے ہیں ان کا حال اچھی طرح معلوم کرلو اور پتا لگاؤ جب وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم دیکھو کہ ان میں رشد وسعادت ہے تو ان کے مال ان کے سپرد کردو۔

اور فرمایا: وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (النساء :٣) اور امانت کی اچھی قیمتی چیزوں کے بدلہ میں خراب ردی چیزیں نہ دو یا حرام حلال کے بدلہ نہ لو۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا (النساء :٧) پھر جب ان یتیموں کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو گواہ ٹھہرالو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (النساء :١١) جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (الانفال :٥٩) اللہ نہیں دوست رکھتا خیانت کرنے والوں کو۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (الاعراف :٨٦) وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (الاعراف :٧٥) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (المطفّفين :٢تا٤) ہلاکت کم وزن

کرنے والوں کے لئے کہ جب دوسروں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیتے ہیں کم دیتے ہیں۔

صلح پر ارشاد ہے:

اَلصُّلْحُ خَيْرٌ (النساء :۱۲۹) صلح خیر و برکت ہے۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (الانفال :۲) اور اپنی باہمی عداوتوں اور کینوں کی صلاح کرو۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال :۶۲) اور اگر دشمن صلح کرنے پر مائل ہوں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (النساء :۲) اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جی سے اور پیدا کیا اس کی جنس سے اس کا جوڑا اور پھیلائے ان سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور بچو قطع رحم سے۔ بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان :۶۴) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع و انکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے خطاب کریں سلامتی کی باتیں کرتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ السجدة :۳۵) ہٹا دو عمدہ تدابیر کے ساتھ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے دشمن ایسے ہو جائیں گے کہ وہ پکے دوست ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام :۱۰۹) دوسری قوموں کے معبودوں کو گالی مت دو۔ اس کے بدلہ نادانی سے وہ اللہ کو

گالی دیں گے۔

حسن خلق پر فرمایا:

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ (الحجرات :۱۲) مرد مردوں سے ہنسی نہ کریں ہوسکتا ہے کہ وہی ان سے اچھے ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہوسکتا ہے کہ وہی ان سے اچھی ہوں اور ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گیری مت کرو۔ بُرے بُرے اور چھیڑ کے ناموں سے کسی کومت پکارو۔ مومن ہونے کے بعد یہ ناپاک نام بہت بُری بات ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل :۹۱) اللہ حکم کرتا ہے عدل کا اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بدکاری کی باتوں اور بُرے کاموں اور بغاوت سے تمہیں وعظ کرتا ہے تو کہ دھیان کرو۔

شجاعت پر فرمایا:

الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرة :۱۷۸) دکھوں، بیماریوں اور قحطوں اور جنگوں میں صبر کرنے والے وہی صادق ہیں اور وہی متقی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران :۱۷۴) وہ جنہیں منافقوں نے اطلاع دی کہ دشمنوں نے تمہارے مقابلہ میں بڑی فوج جمع کی ہے اب ان سے تمہیں ڈرنا چاہیے لیکن یہ بات سن کر ان کے ایمان بڑھ گئے اور کہنے لگے اللہ ہمارے لئے بس ہے اور

بہت اچھا کارساز ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْامِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ (الانفال :۴۸) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو اپنے گھروں سے گھمنڈ کے طور پر اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے۔

صدق پر فرمایا:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (الحج :۳۱،۳۲) بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بچو اور اللہ کی طرف جھکنے والے اور شرک سے بیزار ہو جاؤ۔ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (النساء :۱۳۶) انصاف پر کھڑے ہونے والے اللہ کے لئے گواہ بنو اگرچہ اپنے یا والدین اور رشتہ داروں کے برخلاف گواہی دینی پڑے۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا (المائدة :۹) ف کسی قوم کی عداوت کے سبب سے ان سے بے انصافی مت کرو۔ انصاف کرو۔

رضا بالقضا پر فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرة :۱۵۶،۱۵۷) اور ہم تم کو انعام دیں گے کسی قدر خوف کے بدلے اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے کم کرنے کے بدلے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو کہ جنہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

بنی نوع کی ہمدردی اور مواسات پر فرمایا:

ف۔ آریہ وکیل اور جج توجہ کریں ۱۲

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة :۳) اور ایک دوسرے کی مدد کرو خدا ترسی اور نیکی کے کاموں میں اور مت مدد کرو بغاوت اور بدکاری کے کاموں میں۔

سیاست پر فرمایا:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء :۶۰) کہا مانو اللہ کا اور رسولؐ کا اور اپنے حکام کا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ (آل عمران :۱۶۰) اور معاملات میں ان سے مشورہ کر۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ:۳۹) اور مومن اپنے امور کو مشورہ سے طے کیا کرتے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۰۴) اور سب کے سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔

شرک کی مذمت پر فرمایا:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء :۱۱۷) اور جو شخص اللہ سے کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بہت گمراہ ہوا۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (النساء :۴۹) اور جس شخص نے اللہ سے شرک کیا اس نے بڑی بھاری بدی تراشی۔

ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی پر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرة :۲۲۳) اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک صاف ہونے والوں کو۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ قرآن کریم ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت اور ضرورت کے دلائل بیان کرتا ہے اور یہ ایسا امر ہے کہ دنیا کی ہر ایک کتاب اس خوبی سے قطعاً عاری ہے۔ ازبس کہ تمام اخلاق فاضلہ کی تحریک وترغیب اور رذائل سے بچنے کی تحریک ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لانے کے سبب سے یا یوں کہو کہ صرف اسی ایک وجہ اور سبب سے انسان کے دل میں پیدا

ہوسکتی ہے۔خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب قرآن کریم نے اس لئے اس اصل پر بہت زور دیا ہے جیسے فرمایا: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

(البقرۃ:۱۶۴،۱۶۵)

تمہارا معبود ومقصود ومطلوب ایک ہی ہے کوئی معبود نہیں بجز اس کے وہ رحمان رحیم ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے اختلاف یا آگے پیچھے آنے میں اور جہازوں میں جو سمندروں میں چلتے ہیں لوگوں کی نافع چیزوں کو اپنے اندر لے کر اور بارش میں جو اللہ نے اوپر سے اتاری۔ پھر زندہ کیا اس سے زمین کو خشک ہو جانے کے بعد اور پھیلائے اس میں ہر قسم کے رینگنے والے اور ہواؤں کے ادلنے بدلنے میں اور بادل میں جو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان۔نشان ہیں عقل مندوں کے لئے۔

چونکہ صرف فلسفیانہ ہستی باری کے ماننے سے انسان کو جناب الٰہی سے محبت اور اس پر ایمان بلکہ اعلیٰ محبت اور اعلیٰ ایمان اور مقامات قرب ورضوان نہیں مل سکتے اس لئے قرآن کریم ہستی باری تعالیٰ کے دلائل کے ساتھ ساتھ اپنے احسانات کا بسیط بیان فرماتا ہے۔ازبس کہ فطرت انسانی میں یہ مادہ خمیر کیا گیا ہے کہ سلیم اور حق شناس قلوب محسن کے ساتھ محبت کرنے اور اطاعت کرنے میں کمال دلیری دکھاتے ہیں۔اس واسطے احسان الٰہی کا بیان ان دلائل کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور یہ بھی فطرت انسانیہ کا تقاضا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے سے زیادہ قوی، زیادہ علم والے، زیادہ تر دانا کے کہنے کی قدر کرتا ہے اور بڑی قدر کرتا ہے اور ایسے قادر، حاکم، حکیم کی ماتحتی کو اپنے لئے فخر وعزت یقین

کرتا ہے۔اس واسطے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی ربوبیت رحمانیت رحیمیت اور مالکیت اور کاملہ صفات کا بیان بڑے زور سے فرماتا ہے تو کہ آدمی کا ایمان ویقین احکام الٰہیہ پر بڑھے۔پھر اس ذریعہ اس مقام پر پہنچتا ہے جس کا نام وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ہے۔(التوبة : ۷۲)

اوراس مقام کی طرف ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام :۱۶۳،۱۶۴) کہہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلم ہوں۔

اور ارشاد ہے:

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة:۱۱۳) ہاں جس نے فرمانبردار کیا اپنی ساری طاقتوں کو اللہ کا اور وہ محسن بھی ہو پس اس کے لئے اجر ہے اس کے پروردگار کے پاس اور ایسے لوگوں پر نہ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فقرہ سوم: ہم نے اسلام کی تعلیم کو بطور نمونہ پیش کیا ہے اور اس میں دکھایا ہے کہ عقل صحیح اور نقل صریح میں قطعاً تعارض نہیں ہوا کرتا۔شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیہ حرانی نے اس دعویٰ پر تین مجلد ضخیم کی کتاب لکھی ہے جس کا اکثر حصہ راقم کے پاس ہے۔**والحمد لله رب العالمين** ۔اسلام کے نہ ماننے والے لوگ جب عذاب میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے کہا:

(۱) لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ (الملك :۱۱،۱۲) قرآن میں کامل توحید۔تعظیم الٰہی۔ابطال شرک۔دعائیں اور ابطال باطل ہے۔کیا یہ خلاف عقل ہے؟ البتہ اللہ تعالیٰ کی خاموشی کا بعد ملہمان وید اور نیوگ کا اس میں

بیان نہیں شاید اس لئے خلاف عقل ہو۔

(۲) اور وحشیانہ اس لئے نہیں کہ زمانہ قبل اسلام کا نام جاہلیت کا زمانہ بتایا ہے۔ دیکھ لو! اسلام سے پہلے نہ وہ فاتح تھے نہ آئمہ فنون وعلوم اور بعد اسلام کے اس قدر علوم کے جامع ہوئے کہ اب تک ان علوم کی کل کتابیں بڑے بڑے کتب خانہ ہائے روس و جرمن و فرانس و استنبول و مصر میں بھی نہیں۔

(۳) ظالمانہ اگر ہے تو اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (هـود :۱۹) اس میں کیوں ہے؟ اور صبر وحلم وحسن واحسان عام کا بیان قرآن کریم میں کیوں؟ اگر اسلامی تعلیم ادنیٰ تھی تو یہ حکم کس کتاب کا ہے؟ وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ (التوبة :۱۲۲) ترجمہ: مومنوں کے امکان میں یہ بات نہیں کہ وہ سب کے سب گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک فرقہ سے ایک چھوٹی سی جماعت اس لئے سفر کرے کہ دین سیکھیں اور پھر وطنوں میں واپس جا کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں تو کہ وہ خوف کریں۔

(۴) کیا اسلام کی تعلیم ادنیٰ ہے؟ قرآن کریم میں ہستی باری تعالیٰ کی نسبت دعویٰ ہے اور اس کے دلائل ہیں۔ ملائکہ مظاہر قدرت الٰہیہ کا بیان اور اس کے دلائل ہیں، کتب الٰہیہ کا بیان ہے۔ ضرورت نبوت ورسالت وختم نبوت ورسالت اور مسئلہ تقدیر وتدبیر پر بسیط بحث ہے۔ جزاء وسزا وجنت ونار پر سیر کن بیان ہے۔ پھر عبادات، معاملات، سیاست، تمدن، اخلاق، معاشرہ کے قواعد اور جناب الٰہی میں دعائیں بیان کی گئی ہیں۔ کیا یہ ادنیٰ تعلیم ہے اور آج کل تو امام نے وہ راہ بتائی ہے کہ سارا قرآن خود مدلل نظر آتا ہے۔

فقرہ چہارم: مسلمانوں کی عملی حالت خراب ہے اور یہ دوسرا قسم اعتراض کا ہے اسلام پر۔

الجواب: اگر مسلمانوں میں برے ہیں تو اصل آریہ ورتی لوگوں میں کیا۔

(۱) چارواگ والے نہیں جن کا قول ہے۔ حکمت عملی سے چلو۔ حشمت بڑھاؤ۔ حسب خواہش

حظ اٹھاؤ۔(۲) حسین عورتوں سے انند، مقصد انسانی ہے۔(۵۲۷/ ۵۲۸ ستیارتھ۔ ماں کو بھی سماگم[۱] کئے بغیر نہ چھوڑنا چاہیے۔(ستیارتھ ۳۸۰)

(۳) اگنی ہوتر وید وغیرہ روزی کا ذریعہ ہے۔(کیا ممبران سماج جن کے قبضہ میں روپیہ ہے وہ مخاطب ہیں) ستیارتھ ۵۳۰۔

(۴) وید کے بنانے والے بھانڈ۔ دھورت (مکار) نشاچر۔ راکھش (خونخوار ظالم) ہیں ستیارتھ ۵۳۲۔

مہید ہر وغیرہ شارحان وید۔ بھانڈ۔ دھورت۔ نشاچر تھے۔ عورت سے گھوڑے کا ...... پکڑ واکر اس سے صحبت کرانا۔ شراب۔ زنا وغیرہ وام مارگیوں نے نکالے۔ ۵۳۳ ستیارتھ بھومکا کے صفحہ ۲۰۸ میں زیادہ تشریح ہے۔ ایشور کی مذمت۔ غیروں سے دشمنی میں سب ناستک جین اور بدھ سب ایک ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان اور جلد۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ گدا (پاخانہ کی جگہ) ف لنگ (عضو خاص) من اور عقل بارہ[۱۲] ان کے معبود ہیں۔ کوئی کہتا ہے پانچ ازلی ہیں۔ کوئی کہتا ہے دو ازلی ہیں۔

ماتنگی ماں سے زنا کرنے والے ہیں۔ تمہارے کان پھٹے جوگی اور کتنے سنیاسی۔ گوسائیں اور کل پچاری کیسے ہیں۔ اگر کہو کہ آریہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں مگر سب بُرے نہیں اور مسلمان سب بُرے ہیں۔ تو بتاؤ ستیارتھ کے صفحہ ۵۶۶ سے ۵۸۰ تک یہ کیسے فقرہ ہیں جن میں جین وغیرہ کو مخاطب کیا ہے۔ ان کی دہرم کی کتابیں کہاں تک مذمت سے بھری ہیں اپنے لئے کیا بُرا مانا ہے فائدہ اور ستیارتھ کے ۱۴ سملاس ستیارتھ دہرم کی کتاب میں مسلمانوں کو وہ گالیاں دیں کہ الامان! اور آریہ مسافر نے تو بھٹیاریوں کے بھی کان کترے ہیں۔ اب رب کرے کہ آپ کی کتاب خاتمہ سبّ وشتم ہو۔ آمین یارب العالمین۔

۱۔ صحبت۔ جماع ف ضرور دیکھو

ستیارتھ صفحہ ۵۶۹ میں لکھا ہے۔لاکن غیر مذہب کی مذمت کرنا وغیرہ عیبوں کے باعث یہ سب اچھی باتیں معیوب ہوگئی ہیں۔ستیارتھ ۵۷۰۔اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا اور اپنے ہی دہرم کو بڑا کہنا اور دوسرے کی مذمت کرنا جہالت کی بات ہے۔(آریہ صاحبان غور کرو اپنے عملدرآمد پر) ستیارتھ صفحہ ۵۷۳ میں کہا ہے کہ جیسے جینی دوسرے کا اپکار (بھلا) نہیں چاہتے۔اگر دوسرے ان کا بھلا نہ چاہیں تو ان کے بہت کام بگڑ جاویں۔آریہ صاحبان کیا یہ آپ کا وطیرہ بھلائی کا ہے؟ کیا آپ کے سوا دوسرے ملکی مسلمانوں کا بھلا چاہتے اور ان کی بہتری کے خواہش مند ہیں؟ وکلاء۔ جج۔اہل طاقت غور کریں اور سوچیں!! ستیارتھ ۵۷۴۔ ہر ایک آدمی جیسا ہوتا ہے وہ عموماً اپنے ہی مانند دوسرے کو سمجھتا ہے۔(دہرمپال اپنی گالیاں پڑھو جو تم نے مسلمانوں کے خدا، ان کی کتاب، ان کے رسول اور خود ان کو دی ہیں) کیا جَین مذہب میں کوئی بُرا آدمی اور نرک میں جانے والا نہیں۔ سب ہی مکتی پاتے اور دوسرا کوئی نہیں پاتا۔کیا یہ بات پاگل پن کی نہیں؟ یہ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے! کیا جین مذہب سے باہر کوئی بھی آدمی راست گو نہیں؟ کیا اس دھرماتما آدمی کی تعظیم نہیں کرنا چاہیے؟ ستیارتھ ۵۷۶، ۵۷۷۔ جو دوسرے مذہب میں ہو۔

اپنی تعریف بازاری عورت کا کام ہے۔دوسرے مذہب کو گالیاں دینا بڑے افسوس کی بات ہے۔(کیا تم نے، آریہ مسافر نے اور آخر خود دیانند نے مسلمانوں کے مقابل ان نصائح پر عمل کیا اور کیا دفتروں، کچہریوں، ریاستوں اور معاملات میں تم نے کہیں رحم سے کام لیا؟ میں تجربہ کار ہوں۔فیصلوں، ملازمتوں، گواہیوں، سپارشوں پر نظر ثانی ضرور کرو۔)

یہاں تک ہم نے لفظی جھگڑا بیان کیا ہے۔اب عملی نمونہ سن لو!

اوّل تمہاری آرین قوموں نے مشہور ضروری العمل کتابوں میں جھوٹ ملایا۔مثلاً منو کے دہرم شاستر جس کی عظمت تو یہ ہے کہ اگر اس کو ستیارتھ پرکاش سے الگ کر دیں تو وہ کتاب جسم بلا روح رہ جاوے۔آریہ مانتے ہیں کہ اِس میں وام مارگیوں کے تصرف سے شراب، زنا کی اجازت کے شلوک

ملائے گئے۔ مثلاً میں اپنی جگہ امید کرتا ہوں کہ یہ شلوک منو میں، مانس اور شراب ان دونوں کے کھانے میں کچھ دوش نہیں ہے اور جماع میں بھی دوش نہیں کیونکہ یہ تو جیوون کا سبھاؤ ہی ہے لاکن انہوں کو ترک کرنا بڑا اچھل ہے۔ منو کے ۵۔۵۶۔ پھر عادت بد یہاں تک بڑھی کہ لیکھرام نے ایک آیت کا حوالہ دیا کہ سورۃ النجم میں اب موجود ہے۔ وہ ہے تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰی۔ آخر جھوٹ یہاں تک تم لوگوں میں آیا کہ دیانند نے لکھا ہے۔ فیضی نے بنا نقط کا قرآن رچا اور رچا بھی اکبر کے زمانہ میں۔

دوم: شراح وید۔ ماتنگی (ماں سے بدکار) ودام مارگی۔ بت پرست۔ اگھوری۔ کپال متی۔ جوگی۔ گوسائیں اور ایسے ویسے گزرے اور ہیں جن کی بُرائی کو ستیارتھ میں مفصل دیکھ سکتے ہو۔

سوم: کے آمدی کے پیر شدی۔ مہارشی سوامی دیانند جی مصلح قوم پیدا ہوئے اور مہا بھاش اس لئے لکھا کہ اگلے سب وید بھاش غلط ہیں مگر خود ان کی اصل کتاب ستیارتھ میں وہ کچھ ملایا گیا کہ ناگفتہ بہ ہے۔ ستیارتھ اوّل دوم سوم اور چہارم کو ملا کر دیکھو اور بھومکا میں تو لکھا ہے کہ وید بھاش میں ناگری کے ارتھ انرتھ ہو گئے۔

فقرہ پنجم: سوالات لیکچر کی تمہید کے جوابات میں۔

پیدائش عالم کے متعلق ہم نے اس زمانہ میں جب دیانند ۱۸۷۰ء میں لاہور آیا تھا سنا تھا کہ ان کے سوالات پیدائش عالم کے متعلق لاجواب ہیں اور وہ سوال یہ تھے۔ (۱) یہ عالم کس نے بنایا۔ (۲) کیوں بنایا۔ (۳) کب بنایا (۴) کن اشیاء سے (۵) کس طرح بنایا۔ یہ پانچ ککار پانچ مکار وام مارگیوں پانچ ککار سکھوں کی طرح ہیں۔

سو قرآن کریم نے ان سوالات کے جواب دیئے ہیں۔

جواب: سوال اوّل۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (الانعام:۲) اور فرمایا: اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

وَّ ھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (الرعد :۱۷) ان آیات میں بتایا ہے کہ تمام بلندیوں، پستیوں، اندھیروں، نور اور سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

دوم۲ **سوال** یہ ہے کہ اس مخلوق کو کیوں بنایا ہے اور ان آیتوں میں اس کا جواب دیا ہے۔ اوّل غایت بعض خلق کی بیان فرمائی ہے جیسے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات :۵۷) جن وانس کی پیدائش اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور پھر بتایا کہ اللہ تعالیٰ صفات کاملہ رکھتا ہے۔ جن میں سے مثلاً اس کی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کرتا تو اس کی صفات باطل ہوتے اور خدا معطل و بیکار ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محامد کاملہ سے موصوف ہے اور صفات کاملہ کا مقتضا ہے کہ وہ موثر ہوں مثلاً فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ کیا معنی؟ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات ہیں پس جب اس میں یہ صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ سوتا یا اونگھتا نہیں تو اگر خلق پیدا نہ کرے تو اس کے لئے حمد۔ ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت کیونکر ثابت ہو؟ کیا آنکھ ہو اور دیکھے نہیں اور کان ہوں اور سنے نہیں۔

سوم۳ **سوال**۔ کب بنایا؟ اس کا جواب نہیں دیا کیونکہ زمانہ مقدار فعل کا نام ہے اور مقدارِ فعل فعل سے پیدا ہوتا ہے اور فعل فاعل سے تو زمانہ خود مخلوق ہوا۔ ہاں یہ بتایا کہ ھو الاول۔ اس کے معنے نبی کریم نے فرمائے ہیں: لَیْسَ قَبْلَہٗ شَیْءٌ اور فرمایا اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔ پس پاک اور حق وحکمت پر مشتمل کتاب اگر پیدا کرنے کا زمانہ بتاتی تو ثابت ہوتا کہ اللہ اس وقت سے معطل و بیکار تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

چوتھا۴ **سوال**۔ کس سے بنایا؟ یہ لفظ گول مول تھا اس لئے اس میں اکثر لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ کس سے کا مطلب مادہ بھی ہوتا ہے اور صفات کاملہ والا فاعل و خالق بھی۔ چونکہ حسب تعلیم قرآن مادہ عالم کا بھی خالق اللہ ہی ہے۔ اس لئے کس سے سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ قادر، الغنی

خالق ہے۔حقیقی طور پر عالم کا بنانا،اس کے اجزاء کا بنانا اوراس کے مادہ کا بنانا آریہ لوگ اللہ تعالیٰ کو انوپیم اورسرب شکتی مان کہتے ہیں۔ پہلے لفظ کے معنی لیس کمثله کے ہیں اوردوسرے لفظ کے معنے ہیں القادر کے کیا معنے ؟ اپنے کاموں میں اللہ کسی کا محتاج نہیں اسی واسطے جب سوال ہوا کہ ویداس نے کس طرح بنائے اورکس زبان سے بولے،کس قلم دوات سے لکھے تو یہی جواب دیا گیا کہ وہ سرب شکتی مان ان آلات کا محتاج نہیں مگراس منتر کے باعث مادہ عالم کوازلی مان گئے جس کا ذکرآگے آتا ہے۔ہاں یہ بات یادرہے کہ ان سوالات مذکورہ کے جوابات صرف بطور دعویٰ ہی قرآن کریم نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ہرایک دعویٰ کی دلیل بھی دی ہے۔مثلاً کس نے بنایا جو پہلا سوال ہے۔اس سوال کے جواب پر سینکڑوں دلائل دیئے ہیں۔بطورنمونہ یہ ہیں۔

(۱)لمّی دلیل جس کوسنسکرت میں انومان کی قسم میں پوردت کہتے ہیں۔فرمایاہے: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد :۱۷)اللہ ہرایک چیز کا خالق ہےاوراس دعویٰ کی یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے ہمتا،اپنے صفات میں یکتا اورافعال میں وہ لیس کمثله ہےاور یہ تمام معانی الواحد کے ہیں۔جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی نسبت بولا جاوےاور وہ سب پر حکمران ومتصرف ہےاورسب کواپنے ماتحت رکھتا ہےاور یہ معانی القھّار کے ہیں جب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ پراس کا اطلاق ہو۔آریہ سماج بھی اللہ تعالیٰ کو الواحد، القھّاران معانی میں مانتے ہیں گونتیجہ میں غلطی کرتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک انوپیم، ست،چت،آنند ہے۔اگر چہ عام ہنود بت پرستی کے باعث ایک کا کلمہ زبان پر کم لاتے ہیں کیونکہ عام طور پر یہ لوگ جب وزن کرتے ہیں۔اوّل اورایک کے بدلہ پنجاب میں توبرکت برکت کہتے ہیں اوردوسری باردوآدوآ۔غالباً تمام ہندوستان میں یہی طرز ہوگا۔

اور القھّار کے بدلہ اس کے ہم معنے لفظ برہم۔پرمیشر اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن. رَبُّ الْعَالَمِيْن کا نام لیتے ہیں۔اب اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ کا دعویٰ جس مسلم بات پرمبنی ہےوہ اَلْوَاحِدُ الْقَهَّار

کا لفظ ہے کیونکہ اگر وہ ہر ایک چیز کا خالق نہ ہوتو کچھ چیزیں اس کی خلق سے باہر بھی ہوں گی اور جو اشیاء خلق سے باہر ہوں گی بہرحال وہ چیزیں ضرور کسی نہ کسی پہلو میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہی ہوں گی جیسے آریہ کہتے ہیں کہ تمام ارواح حتیٰ کہ کیڑے مکوڑے بلکہ درختوں کی روحیں بھی خدا کی بنائی ہوئی نہیں۔ مادہ عالم اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نہیں۔ زمانہ اکاش بھی خدا کا بنایا ہوا نہیں وغیرہ تو یہ چیزیں بھی غیر مخلوق، دائمی اپنی ہستی میں خدا کی شریک ہوئیں۔ پھر یہ چیزیں نہ اپنی ذات میں خدا کی محتاج نہ اپنے خواص میں نہ اپنے عادات میں اور نہ اپنے افعال میں خدا کی دست نگر۔ با ایں ہمہ خدا کو بے وجہ ان پر حکمران مانتے ہیں بلکہ جیسے منتر آئندہ میں ہے ان اشیاء کو خدا کی مانند مانا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۱

(۲) دوسری دلیل انّسی ہے جس کو سنسکرت میں انومان کی قسم میں شیش وت کہتے ہیں۔ کیا معنے؟ مخلوق سے خالق شناسی حاصل کرنا اور وہ اس طرح ہے کہ قرآن کریم میں ہے: لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان :۳)

اللہ تعالیٰ لاشریک ہے سب کا خالق ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ہر ایک چیز ایک اندازہ پر ہے اور محدود ہے اور یہ بات اگرچہ آریہ سماج اسے مانتے ہیں مشاہدات اور تجارب سے بھی ظاہر ہے اور ہر ایک محدود کے لئے حد بندی کرنے والا ضروری ہے اور مادہ وجیو کی حد بندی کرنے والا پھر خدا کے سوا کون ہے؟ پس وہ ہر ایک چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔

(۳) **دلیل خلف**۔ اَمْ[۱] خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ[۲] هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۔ اَمْ[۳] خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ اَمْ[۴] عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ[۵] هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ (الطور :۳۶ تا ۳۸) کیا[۱] یہ لوگ خود بخود ہو گئے۔ عدم سے وجود بلا مرجح کیونکر ہوا کیا یہ اپنے آپ خالق ہیں؟ یہ بات ہمیں وجدان اور اپنی طاقتوں کے لحاظ سے غلط معلوم ہوتی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ جوں جوں ہم پیچھے جاویں کمزوری بڑھتی نظر آتی ہے۔ دوم ہم تجارب کے بعد بھی انسان کیا، کیڑا بنانے کے قابل نہیں۔ علاوہ بریں (اس میں تقدم اپنی

ذات سے۔اور دور لازم آتا ہے) کیا^۳ آسمانوں اور زمینوں کے یہ خالق ہیں؟ یہ صریح غلط ہے اور اس سے تعداد آلہ بھی لازم آتا ہے۔کیا^۴ ان کے پاس بے انت خزانے ہیں؟ جن سے ان کو پتہ لگا کہ یہ چیز مثلاً ارواح یا فلاں اشیاء مادہ وزمانہ وغیرہ غیر مخلوق نہیں۔نفس انسانی تو محدود ہے۔ خدا کی بے انت باتوں کا احاطہ کیونکر کرسکتا ہے۔کیا یہ آزاد ہیں اور کسی کے تحت وتصرف میں نہیں؟ یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے انسان کھانے پینے جننے مرنے سب میں کسی کے نیچے ہے اور کسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔پس جب یہ باتیں غلط ہیں تو خدا سب اشیاء کا خالق ہے۔

(۴) **قیاس اقترانی** سے فرمایا: هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الحشر :۲۵) اللہ تعالیٰ ہے اندازہ کرنے والا (خلق کے معنے لغت عرب میں تقدیر کے بھی آئے ہیں اسی واسطے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (البقرة :۳۰) بلفظ ماضی صحیح ہے) وجود بخشنے والا اور رنگ برنگ صورتیں عطا کرنے والا۔تمام صفات کاملہ سے موصوف تمام نقصوں سے منزہ۔نیست سے ہست کرنے والا کیونکہ یہ ایک کمال ہے اور خدا کو سب کمالات حاصل ہیں۔خدا کو انسان اپنے پر قیاس نہ کرے کیونکہ انوپیم لیس کمثلہ ہے۔غرض اس طرح کہ دلائل کا سمندر قرآن کریم میں موج مارتا نظر آتا ہے۔ایک آیت لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرة :۱۶۴،۱۶۵) پر اور اکیس پارہ کے رکوع میں من ایاتہ وغیرہ میں کوئی نظر کرنے والا نظر کرے۔پہلی آیت کا ذکر تعلیم اسلام فقرہ نمبر۲ میں ہے۔پھر پیدائش کے اقسام قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں مثلاً وہ خلق جو بدون وسائط بنائی جیسے فرمایا: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام :۱۰۲) اور اوّل انسان کی نسبت فرمایا: خلقت بیدی اور مثلاً وہ مخلوق جس میں ملائکہ کو مظاہر قدرت بنایا ہے جیسے فرمایا: يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (الرعد :۱۲) يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (آل عمران :۱۲۶) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النّازعات :۶) وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (المرسلات :۲)

اوراس مخلوق کا ذکر کیا جس میں عناصر وارکان کو اپنا ظاہر قدرت بنایا مثلاً احراق آگ سے۔ پیاس بجھانا پانی سے وغیرہ وغیرہ۔ پھر مثلاً پیدائش انسان اول پر بڑا بسط فرمایا ہے جیسے فرمایا: انسان کو ہم نے ان اشیاء سے بنایا[1] من تراب[1]. من طین[2]. من حماء[3] مسنون. من طین[4] لازب. من صلصال[5]. من حماء[6]. من صلصال کالفخار اورآخر و نفخت فیه من روحی تک بیان کردیا ہے یہ ایشری سرشٹی میں انسان کا بیان ہوا اور دیکھو کس تفصیل سے ہوا۔

میتھنی شرشٹی انسانی پر فرمایا[2] من سلالة. من طین. من نطفة. علقة. مضغة. عظام. کسونا العظام لحماً. ثم انشأناه خلقا اخر فتبارك الله اور خلقت کے متعلق یہ بھی ارشاد ہے۔ ان کے اتقان حکمتوں کے لحاظ سے تو ان میں یہ حال ہے۔ ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت اور باعتبار صفات کے ان کی یہ حالت ہے وقد خلقکم اطوارًا کیونکہ اصل میٹر وطین ومٹی میں باہم بڑے بڑے تفاوت تھے۔ پھر اس پر علاوہ غذاؤں، ہواؤں، روشنیوں، قرب وبُعد پانی کے باعث۔ جبال وبحار کے سبب۔ ماں باپ کی نیکی وبدی، بیماری وصحت، رنج وغضب۔ ماں اوراس کی ان غذاؤں کے باعث جو وہ حالت حمل و دودھ پلانے میں کھاتی ہے۔ صحبت۔ تادیب۔ تلقین۔ مذاہب۔ مطالعہ کتب اورلباس۔ خوراک وغیرہ کے باعث اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نکتہ اختلاف کا تناسخ کے غلط مسئلہ کو باطل کر رہا ہے۔ البتہ اسلام اور قرآن ایسی پیدائش کو نہیں مان سکتا جس کے ماننے کا مدار صرف ایسے شلوک یا منتر ہوں جن پر شواہد قدرت وعقل وفطرت کی گواہی نہیں۔ مثلاً دُوَا[1]۔ سپرنا[2]۔ سَیَجَا[3]۔ سَکھا[4]یا۔ سَمَانم[5]۔ بِرِکھشم[6] پرکھی سوجاتی۔ تیوارنیّہ[7] پسپلّم۔

---

[1] مٹی[1] سے۔ پانی[2] ملی مٹی سے۔ متغیر گارے[3] سے پھر معتدل[4] سے پھر بُولنے[5] والے پھر پکے[6] ہوئے بُو[7] لنے والے مادے سے۔

[2] خلاصہ۔ پانی ملا۔ تھوڑے سے مادہ سے ہو جونک یا خون کی طرح تھا پھر اتنا بڑا ہوا جتنا چبانے کا لقمہ یا اس جیسا پھر بڑھا اوراس پر گوشت چڑھا پھر بولتا چالتا بچہ بن گیا۔

سوادت نشئیوٗ ابھی چاک شیت اوراس کے ضروری الفاظ کے معنے یہ ہیں ۔د[1]و عمدہ پر[2]وں والے (یہ ایک خدا ہے اور دوسرا روح ہیں) ملے[3] دوستا[4]نہ طور ۔ایک[5] جیسے ۔ایک[6] درخت پر ۔ برا[7]جے ۔ الگ[8] الگ ۔ستیارتھ میں صفحہ ۲۷۵ میں اس منتر کولکھا ہے اور رگوید منڈل ا ۔سکت ۱۶۴ منتر ۲۰ کا حوالہ دیا ہے ۔لفظی ترجمہ کسی مصلحت سے نہیں کیا گیا مگر یہ تو لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے پرمیشور اور جیو دونوں ذی شعور اور جن میں پرورش وغیرہ صفات یکساں ہیں (یکساں کا لفظ قابل غور ہے الواحد کا مخالف ہے)اور جن میں باہم تعلق ہے (یہاں محیط محاط کا لفظ بڑھایا ہے) جو باہم مانوس اور قدیم اور ازلی ہیں ۔ ویسے ہی برکش درخت مشتمل بر جڑیں بصورت ازلیہ علت اور بصورت شاخیں معلول تیسری ازلی شے ہے ۔ان تینوں کے اوصاف عادات اور افعال ازلی ہیں ۔پھر لکھا ہے جیو بھلائی برائی کا پھل پاتا ہے ۔دوسرا پر ماتما پھل نہیں بھوگتا اور چاروں طرف جلوہ گر ہے ۔

ارواح ۔خدا اور مادہ تینوں اپنی ماہیت سے تینوں جدا اور ازلی ہیں ۔میں کہتا ہوں یہی ترمورتی ٹرنٹی باپ بیٹا اور روح القدس ازلی کے لگ بھگ مسئلہ ہے گو مسیحی لوگ ان تینوں میں وحدت ذاتی مان کر وحدہ لاشریک کے بھی معتقد ہیں مگر آریہ اب وحدہ لاشریک انو پیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کے نزدیک لاکھوں لاکھ پروں والے اس کے شریک چیلوں کی طرح ایک پیپل یا درخت پر جو ازلی ہے ازل سے رہتے ہیں ۔ہم مانتے ہیں کہ یہاں کوئی روپا النکار کی گھڑت کام آسکتی ہے جیسے سکت پرش میں النکار سے کام لیا گیا ہے مگر ہم نے انصاف طلبی کے لئے کتاب لکھی ہے ۔

ہم نے اسے ٹرنٹی کے ساتھ تشبیہ دینے میں ممکن ہے کسی کے نزدیک قصور کیا ہو کیونکہ صفحہ ۲۸۳ ستیارتھ میں لکھا ہے کہ پرمیشور پرکرتی ۔کال ۔اکاش ۔جیو اور ان کے گن ۔کرم سبھا وخواص عادات اور افعال بھی سب ازلی ہیں ۔اس حساب سے کروڑ در کرڑ ور ازلی غیر مخلوق اشیاء ہو گئے اور تین ہی ازلی نہ رہے ۔پس خدا آریہ کے نزدیک تمام صفات میں ایک نہ رہا ۔

لطیفہ ۔ہم پر تو فرشتوں کے پروں کا اعتراض ہے ۔دیکھو سوال نمبر ۸۶ ۔اور اپنے اندر روح بھی

پروں والے۔خدا بھی پروں والا اور پھر معلوم نہیں کہ ان کے کتنے کتنے کروڑ پر ہوں گے۔اعتقاد کیا ہوا ہے۔انصاف!انصاف!!انصاف!!!!الںکار کو ہم جانتے ہیں۔معجزہ قرآنیہ اور ملائکہ کا دست تصرف اسلام کی نصرت کے لئے۔اس پیدائش کے مضمون میں ستیارتھ کے صفحہ ۲۷۷ میں خدا کی صفت میں لکھا ہے۔''کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا''

اور یہی اعتراض سوال نمبر ۲۵ میں تم نے قرآن کریم پر کیا، دیکھا خدا کا دست تصرف! کس طرح ستیارتھ میں لکھوایا کہ تیرے اعتراض کے وقت تیرا منہ سیاہ کردے۔ذرہ دونوں کتابیں کھول کر ترک اسلام صفحہ ۵۷ اور ستیارتھ صفحہ نمبر ۲۷۷ دیکھو۔

ستیارتھ میں ایک سوال لکھا ہے۔تیتری اُپ نشد کا قول ہے۔اس پرمیشور[1] اور پرکرتی سے اکاش خلاصہ یعنی جو جو ہر بشکل علت سب جگہ پھیل رہا تھا اس کو اکٹھا کرنے سے اوکاش (خلا) پیدا ہوتا ہے۔درحقیقت اکاش کی پیدائش نہیں ہوتی کیونکہ بغیر اکاش کے پرکرتی اور پرمانوں کہاں ٹھہر سکیں۔اکاش کے بعد وایو۔وایو[3] کے بعد اگنی[4]۔اگنی کے بعد جل[5]۔جل کے بعد پرتھوی۔پرتھوی سے نباتات۔نباتات سے اناج۔اناج سے نطفہ۔نطفہ سے انسان یعنی جسم پیدا ہوتا ہے۔یہاں اکاش وغیرہ کی ترتیب سے اور چہاندوگیہ میں اگنی وغیرہ اتیرے میں جل وغیرہ کی ترتیب سے دنیا کی پیدائش بتائی ہے۔

ویدوں میں کہیں پُرش (پتی) کہیں ہرنیہ گربھ[2] (پرمیشور) وغیرہ سے۔ہیمانسا میں کرم (فعل) دشیشک میں کال (زمان) نیائے میں پرمانو (ذرات) یوگ میں پُرشارتھ (جیو کے لئے) سانگھیہ میں پرکرتی (مادہ) اور ویدانت میں برہم (پرمیشور) سے دنیا کی پیدائش مانی ہے اب کس کو سچا اور کس کو جھوٹا مانیں؟ دیانند نے ۲۹۰ میں جواب دیا ہے۔اس میں سب سچے کوئی جھوٹا نہیں۔جھوٹا وہ ہے جو الٹا سمجھتا ہے۔

۱۔ احکم الحاکمین ۲۔ ہمہ عالم ۳۔ ہوا ۴۔ آگ ۵۔ پانی

اب ہم اس بحث مبدء کو ختم کرتے ہیں۔مگر صرف یجر وید کے پُرش سکت کے تین وید منتروں کی طرف اشارہ ضروری سمجھتے ہیں تا کہ ناظرین کو انصاف اور غور کا موقع ملے کہ اسلامی صفات الٰہیہ اور آریہ سماج کے ویدک صفات میں کیا تفرقہ ہے۔

اول یجر وید ۳۱۔ادہیا کا پہلا منتر ہے۔سَہَسَر[۱]۔شیر شا پُرشا[۲]۔سَہَسَر[۳]۔اکشا[۴]۔سَہُسَر[۵]۔پات[۶]۔سبھوی[۷] گوانک۔سَرُ وُتَا[۸]۔سِپر[۹] وتوّا۔تت[۱۰]شٹ۔ دش[۱۱]۔ انگلم[۱۲]۔ ترجمہ: ہزاروں[۱] سروں والا۔پرش[۲]۔ ہزاروں[۳] آنکھوں[۴] والا۔ ہزاروں[۵] پاؤں[۶] والا۔زمین[۷] کے ساتھ سیا ہوا۔ ہر جگہ[۸] ،علیحدہ[۹]۔قائم[۱۰]۔دس[۱۱]۔ انگلی پر[۱۲]ے۔ہم نے یہ لفظی ترجمہ کیا ہے اور اس کے قرائن بھی ہیں۔سہسری ہزار پنجابی ہے۔ہزاروں اردو ہے۔سر سا۔سر۔اکشا آنکھ۔پات پاؤں وغیرہ وغیرہ۔

یجر وید ادہیا ۳۱ کے تیسرے منتر میں ہے۔سب زمین اور تمام خلقت خالق کی ایک جزو میں ہیں اور اس خالق کے تین حصہ فنا سے محفوظ،عظمت و نور میں ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ جگت تو محدود ہے۔پس نعوذ باللہ خدا کا ایک حصہ تو محدود ہو گیا۔جب ۱/۴ محدود ہے تو ۳/۴ بھی محدود ہو گیا۔اور موجودات کے باہر تین کی تقسیم تثلیث کی مثل ہے۔پس آریہ سماج اب کم سے کم مسیحی مذہب کو ضرور مان لے۔اور چوتھا منتر بھی قریب اسی کے ہے۔ہم آریہ سماج سے بمنّت چاہتے ہیں کہ وہ ان تین منتروں کے لفظی ترجمہ کو شائع کریں اور لفظی ترجمہ کے بعد جو معنے چاہیں لکھیں۔تشبیہ بتائیں،استعارہ کہیں ان کو اختیار ہے۔النکار اپادہیان بنائیں مختار ہیں۔

نمبر۲ قیامت پر اعتراض

قیامت کے ثبوت میں یہ ایک نرالہ مضمون ہے اور اس طرز کو میں نے کہیں اور جگہ دیکھا نہیں۔مگر میرے ایک نہایت پیارے دوست جو بسبب مدرس ہونے کے ریاضی دان تھے۔انہوں نے مجھ سے محبت اور حسن ظن کے باعث ایک بار فرمایا کہ قرآن کریم میں قیامت کے ثبوت صرف امکان قیامت کو ثابت کرتے ہیں مثلاً کھیتوں سے تشبیہ۔سونے اور جاگنے کی تشبیہ سے قیامت اور حشر اجساد

کو بعدالموت ثابت کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہ مولانا! آپ ریاضی دان ہیں اس لئے میں ایک ریاضی کا مسئلہ عرض کرتا ہوں جو مثبت قیامت ہے۔

اربعہ متناسبہ کا قاعدہ رول آف تھری آپ کے یہاں اور عقلا کے سامنے مسلم اور صحیح ہے کہ نہیں؟ فرمایا کہ صحیح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نیازمند یہی طریق ثبوت قیامت کا قرآن کریم سے حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بطور مثال چند آیات سناتا ہوں۔ سورہ بقرہ پہلے پارہ میں آتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرة:۸۶) ترجمہ: کیا اس تحریر کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ سے انکاری ہو گئے ہو۔ پس کوئی نہیں سزا اس کی جو ایسا کرے تم میں سے مگر یہ کہ ذلیل ہو اس دنیا میں اور قیامت کے دن بڑے عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے اور اللہ غافل نہیں تمہاری کرتوتوں سے۔

تفصیل۔ مدینہ کے بارعب بنی اسرائیل اور یہود کو یہ خطاب ہے۔ یہ لوگ مدینہ کے نواح میں خیبر فدک وغیرہ کے مالک تھے اور بڑے جاہ وحشم کی جماعت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے معاہدہ کیا تھا۔ آخر ان بدعہدوں نے اس عہد نامہ کے بعض حصوں کی خلاف ورزی کی اور یہاں تک گستاخی میں بڑھے کہ استیصال اسلام کی دھمکیاں دیں۔ ان کے متعلق یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ اس میں دو خبریں دی ہیں۔

اوّل: یہ کہ اس بدعہدی پر تم دنیا میں ذلیل ہو گے اور یہ امر بظاہر محال تھا کیونکہ ایک طرف کمزور قلیل جماعت اسلام کی اور مقابلہ میں یہ زبردست زمینوں کے مالک تجارتوں میں ممتاز۔

دوسری خبر یہ ہے کہ قیامت میں تم پر عذاب ہوگا۔ یہ دو اطلاعیں قبل از وقت دی گئیں۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ وہ قوم بارعب صاحب جاہ وحشم مع تمام قبائل عرب کے جن کو احزاب کہتے ہیں

مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔مگر آخر وہ یہود عرب سے جلا وطن کئے گئے۔ان کا نام بنونضیر اور بنوقینقاع تھا اور قوم قریظہ کے یہود بالغ سب کے سب مارے گئے۔دیکھو دنیوی خبر اور اخروی خبر دو خبریں تھیں اور ان کے مقابلہ میں دو واقعات تھے۔جن کے متعلق وہ خبریں تھیں۔ایک خبر نے اپنے واقعہ کے ساتھ صداقت کی مہر لگا دی ہے کہ دوسری خبر عذاب قیامت بھی اپنے واقعہ کو ضرور لائے گی۔

۲۔ دوسری دلیل۔اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ (المؤمن:۵۲) ترجمہ۔ہم اپنے مرسلوں اور کامل مومنوں کو جو ہمارے کہے پر چلتے اور ہمیں مانتے ہیں نصرت و امداد و تائید دیتے رہے اور دیتے رہیں گے۔ اس دنیا میں اور قیامت کے دن۔

اب تمام ماموروں اور مرسلوں اور ان کے سچے ساتھ والوں کی تاریخ دیکھ ڈالو کس طرح بےکس و بےبس، بےیار و غمگسار دنیا میں آتے ہیں۔مثلاً یوسف علیہ السلام کو دیکھو۔زبردست طاقت ور جماعت نے ان کے ساتھ کیا کیا مگر آخر یوسف علیہ السلام کامیاب اور وہ سب کے سب باہمہ عصبیت ناکام و نادم ہوئے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کے دشمن کیسے زبردست تھے پھر کیسے نامراد ہلاک ہوئے۔تائید و نصرت مرسل کے بارے دو خبریں ہیں ایک دنیا میں تائید و نصرت کی دوسری بعد الموت کی۔ان دو میں سے ایک واقعہ نے دنیا میں اپنی خبر کے مطابق ظہور کیا۔پس اسی مناسبت سے دوسری خبر جو اسی کے ساتھ ہے اپنے واقعہ کے ساتھ ضرور ظہور پذیر ہوگی۔

۳۔فرعون و موسیٰ علیہ السلام کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ایک طرف ایک طاقتور بادشاہ ہے جو مدمقابل کو کہتا ہے تو ہمارا نمک پروردہ اور تیری تمام قوم ہماری غلام ہے۔ان دونوں کے درمیان الٰہی نصرت کا وعدہ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کی شرارتوں سے محفوظ رہیں گے اور فرعونی بالکل غرق ہو کر عذاب آخرت کے مستحق ہوں گے۔فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَحَاقَ بِاٰلِ

فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا (المؤمن:۴۶،۴۷) پھر دیکھ لو ان تینوں علوم نے کیسی زبردست قوت سے قیامت کو ثابت و محکم کر دیا ہے۔

عمائد منافقین مدینہ کو کہا کہ شرارتوں سے باز آ جاؤ وَ اِلّا اس جہاں اور قیامت میں دکھ پاؤ گے جیسے آیت ذیل میں آیا ہے: وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (التوبة:۷۴) اب غور کرو کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں کی یہ خبر ہے کہ ان کو عذاب دیں گے اس دنیا میں اور ان کے لئے عذاب ہے آخرت میں۔ پھر ایک اور خبر ہے کہ ان کا کوئی والی وارث یا دوست نہ ہوگا۔

اور تیسری خبر ہے کہ ان کا کوئی مددگار نہ رہے گا۔ پھر دیکھو یہ تینوں خبریں کس طرح اپنے وقوع کے ساتھ ہمیں دنیا میں نظر آ گئیں۔ جب یہ دونوں اپنی مناسبت سے صحیح ہو گئیں تو تیسرا علم جو انہیں کا مساوی ہے کیونکر صحیح نہ ہوگا کہ قیامت میں عذاب پاؤ گے۔

اب بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر دیانند نے مابعد الموت حالت کا کیا ثبوت دیا ہے؟ ہاں البتہ قرآن اور اسلام یہ نہیں کہہ سکتے کہ آدمی کتّے، بلے، سؤر اور درخت اور کیڑے مکوڑے بن جاتے ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ ایک مہاں پر لے آئے گی جس میں رات پڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ (پرمیشور) اس وقت بالکل اپنی صفات یا اکثر صفات جزاوسزا اور رحم، رزق وغیرہ سے معطل و بے کار ہو جائیں گے یا سوئیں گے اور لکھشمی ان کے پاؤں ملے گی۔

اسلامی اصطلاح میں قیامت کے لفظ کے معنے تو بہت ہیں مگر مشہور یہ دو ہیں۔ اول: من مات فقد قامت قیامته۔ (احادیث کا فقرہ ہے) جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ دوم: مابعد الموت حشر اجساد کے وقت جب سعید و شقی بالکل الگ الگ ہو جائیں گے اس کا نام قیامت ہے۔ مابعد الموت کوئی جیل خانہ نہیں اور وہ کوئی حوالات نہیں۔ قبر میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جیسے قرآن کریم میں فرمایا: فاقبره کہ قبر میں اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے اور وہ قبر جس میں اللہ تعالیٰ

داخل فرماتا ہے وہ ایک باغ ہے بہشتوں کے باغوں سے جیسے فرمایا ہمارے نبی کریم ﷺ نے القبر روضة من رياض الجنة یاوہ گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں سے جیسے فرمایا:او حفرة من حفر النيران اورقرآن کریم میں بارہاذکرہوا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پرایمان لانے والا بعدالموت معاً جنت میں داخل ہوجاتا ہےاورشریرنارمیں جیسے فرمایا: قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (یٰسٓ :۲۷،۲۸) اور منکروں اور شریروں کے لئے فرمایا گیا ہے مثلاً فرعون اور فرعون کے ہمراہیوں کیلئے۔ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (نوح :۲۶)ہاں حشر اجساد کے وقت آخرعظیم الشان تفرقہ سعیدوشقی میں کر دیا جائے گا اسی واسطے اس دن کا نام یوم الفصل آیا ہے۔ پارہ ۳۰ کی پہلی سورة مگر وہ حالت سردست جنت ونار کے دخول کی مانع نہیں۔حضرت امام علیہ السلام نے تقریر جلسہ اعظم مذاہب میں تقریر مفصل کی ہے جوقابل دید ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق فہم دے۔

نمبر۳۔ کفر پراعتراض کیا ہے کہ اسلام مخالفوں کوکافرکیوں کہتا ہے بلکہ لکھا ہے کہ جومعقول پسند ہےاسلام میں وہ کافر ہے۔پس اس کا پہلا جواب تو یہ ہے **لعنة الله على الكاذبين** ۔دوسرا جواب ہےمثلاً ہم روح کو(نفسِ جان)ازلی غیرمخلوق نہ ماننے کے باعث آریہ کےاس قول کے منکر ہیں مثلاً میں مادہ عالم کے غیرمخلوق ماننے کا کافر۔تناسخ کا کافر ہوں۔ برہموں انبیاء ورسل کے کافر ہیں۔تم لوگ وحدہ لاشریک خالق کل شئی۔مرسل آدمؑ وابراہیمؑ موسیٰؑ وخاتم الانبیاء کے کافرہو۔مسیحی وحدہ لاشریک لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کے کافر ہیں۔کافر کے معنی منکر کے ہیں جوکوئی کسی بات کامنکر ہےاس کا کافر ہےاس پراعتراض کیا ہے؟ دیکھوصفحہ نمبر ۳۳۸ یا آخر کتاب میں لطیفہ تیسرااعتراض کیاہوا۔

نمبر۴۔ شرک پراعتراض۔شرک کے معنی ہیں ساجھی کرنا۔جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت وتعظیم میں کسی غیرکواللہ تعالیٰ کا ساجھی بنایا وہ مشرک ہوا جس نے هُوَ الْاَوَّلُ میں مادہ عالم کو،نفوس

کو ساجھی بنایا وہ مشرک ہے وغیرہ اور اسلام تو شرک کا ایسا دشمن ہے کہ کہتا ہے : اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ (النساء :۴۹) اب اس سے زیادہ نفرت کے کلمات شرک کے متعلق دیکھنا چاہو تو دیکھو جواب نمبر ۸ صفحہ ۹۵ سے ۹۹۔

نمبر ۵۔ اعتراض ہے قرآن صلح کاری کے مخالف ہے۔ جواب: جھوٹ کہتے ہو۔ قرآن میں ہے۔ اَلصُّلۡحُ خَیۡرٌ ۔ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (الشوریٰ:۴۱) وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَھَا (الانفال:۶۲) کے ارشادات ہیں۔

نمبر ۶۔ عورتوں کے متعلق بار بار قرآن پر اعتراض کیا ہے اور ہم نے عورتوں کے حقوق کو اوّل تعلیم اسلام میں دکھایا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۷ تا ۱۹ اور فقرہ نمبر ۷ کی فہرست کہ آریہ ورت حقوق نسواں میں بڑے ظالم ہیں۔

نمبر ۷۔ ذبح و گوشت پر اعتراض جواب دیکھو بحث صفحہ نمبر ۸۰، ۸۱، ۹۳، ۱۰۰، ۱۰۹، ۱۱۳ مگر جانوروں کو معصوم کہا ہے اس پر تعجب ہے کیونکہ اگر جانور معصوم ہیں تو وہ اواگون کے نرگ میں کیوں ہیں کیا ان پر ظلم ہے؟

نمبر ۸۔ شراب پر اعتراض۔ جواب: شراب قرآن میں ممنوع ہے۔ دیکھو صفحہ نمبر ۱۱۷ اور ہم ہرگز پسند نہیں کر سکتے کہ جس کو ہمارے پاک قرآن شریف نے حرام کیا۔ اس کے جواز کی سندیں تمہارے گھر سے نکالیں اور دکھائیں کہ سام وید نے کیسی تعریف اس کی کی ہے اور سنسکرت میں اس کا نام سُراپان کیوں ہے۔ ہاں اتنا بتاتے ہیں کہ خمر قرآن میں انگور کو کہا ہے اور الخمر مسکر کو فرمایا ہے۔ اس واسطے الخمر حرام ہے اور خمر بمعنے انگور حرام نہیں۔

نمبر ۹۔ حور عمدہ۔ پاکیزہ بی بی کا نام ہے۔ اس کا جواب سوال نمبر ۴۱ صفحہ ۸۸ میں دیکھو۔

نمبر ۱۰۔ غلمان جمع ہے غلام کی اور ولدان جمع ہے ولید کی۔ یہ دونوں لفظ بیٹوں۔ جوان خدمت گاروں کے لئے ہیں۔ اس کا جواب سوال نمبر ۴۲ میں دیکھو۔

نمبر۱۱۔ اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (الدھر:۲۲)اور ذھب کا جواب سوال نمبر۴۰ صفحہ ۸۷ میں آیا ہے اور قرآن کریم میں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن :۴۷) میں دو جنتوں کے وعدے ہم کو دیئے ہیں۔ایک دنیوی اور دوم بعد الموت۔ایک وہ ہے جس کو توریت کے باب ۲۱۔۱۵ میں جنت عدن کہا ہے اور مسلم کی صحیح میں۔

ضمنی سوالات ۵

سوال اوران سوالوں کے مختصر جواب جولاہور کے ایک معزز دوست نے پیش کئے کہ دفتروں میں آریہ سماجی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کرے کہ ہماری جماعت لاہور کے وہ صاحب اوراس کے بچے چراغ ہوں۔آمین یا رب العالمین۔

سوال (۱)۔مسجد خدا کا گھر ہے۔پس خدا محدود ہوا۔(۱) الزامی جواب۔منوا۔۱۰ میں ہے۔ سنسکرت میں پانی کو نارا کہتے ہیں وہ پہلے پرماتما کا گھر تھا اس لئے پرماتما کو نرائن کہتے ہیں اور رگوید آدھی بھاشیہ بھومکا ترجمہ نہال سنگھ کرنالی کے صفحہ ۱۴۱ بحوالہ وید لکھا ہے۔جس ملک میں علم اور دھرم کی ترقی اور اشاعت ہوتی ہے وہ میرا مقام مالوف ہے۔اصل وید کے منتر بتانے کے لئے آریہ سماج ہی اب ذمہ وار ہے اوراس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ مکہ معظّمہ سے وعظ توحید شروع ہوا۔اسی معظم مکان نے مسئلہ توحید کی تائید کی اور شرک کا استیصال کیا۔قومی نفاق اور طوائف الملو کی اور خانہ جنگیاں عرب کی دور کیں۔دختر کشی۔شراب اور خطرناک قمار کا اس ملک میں نام ونشان نہ چھوڑا۔اتباع میں نفاق وکسل وکاہلی کے بدلہ آزادی۔صبر وہمت واخوت وہمدردی وشجاعت و استقلال اور عزم کو پیدا کردیا۔اب بتاؤ یہ مکان خدا تعالیٰ کا ’’مقام مالوف‘‘ اور گھر نہ ہوتو اور کونسا ہو؟

(۲) خاص نسبت اور تعلق کے لئے اضافت ہوا کرتی ہے اس سے کوئی عقل مند منکر نہیں۔ اسلامی مساجد (سجدہ گاہیں) صرف الٰہی عبادت کی جگہ ہیں اور محض اللہ ہی کی رضامندی کے لئے

بنائی جاتی ہیں اس واسطے ان کو بیوت اللہ اور ایک ایک کو بیت اللہ کہتے ہیں کیا معنے؟ کہ ان گھروں میں صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور بس مثلاً خانہ کعبہ میں اندر جا کر صرف دو رکعت نماز یا دعا کی جاتی ہے اور اس کے اندر کسی مخلوق کا بت نہیں رکھا گیا اس لئے اس کو بھی بیت اللہ کہتے ہیں اور تمہارے ناموں سے زیادہ تر اس نام میں سچائی مدنظر ہے۔ مثلاً **ویدک کالج** اس کے معنے ہیں وید کا کالج۔ بڑے بڑے وید کے عشاق نے اس میں عمریں وقف کیں اپنی محنتوں کا روپیہ دیا مگر کیا اس میں وید ہی سنایا جاتا ہے اور کچھ نہیں!!! اسی طرح **گروکل** میں بڑے بڑے ویدوں کے فدائی مہتمم ہیں مگر کیا اس میں صرف وید کی تعلیم ہے۔!!!

س۲۔ مسلمان بڑوں کا ہاتھ چومتے ہیں اور یہ شرک ہے۔

الجواب: چومنا شرک ہے یا نہیں۔ اس کا جواب ہم منصف مزاج بیاہے لوگوں پر ڈالتے ہیں گو آریہ ہوں بلکہ آریہ سماج ہوں۔ مگر ہمیں یہ تردد ضرور رہے گا کہ منو جی ۹۔۶۰ میں ارشاد ہے کہ بدن پر گھی لگا کر خاموش ہو کر کے بیٹا لینا اور منو جی ۹۔۱۴۷ میں ہے کہ وہ بیٹا کام سے پیدا ہوتا ہے تو دولت نہیں پاتا اور کام کے پیدا ہوئے بیٹے کے معنے نارورشی نے یہ کئے ہیں کہ وقت جماع عورت کے مونہہ سے مونہہ نہ لگاوے۔ نہ عضو سے عضو۔ صرف ...... اب جس قدر آریہ لوگ اپنی والدہ کے خاوندوں کا مال و دولت لیتے ہیں وہ کیونکر حلال ہوگا اور کیونکر جائز ہوگا؟ کیا وہ اسی طرح پیدا ہوئے اور کیا اس بات کا کوئی گواہ بھی ہوتا ہے کہ نہیں اور کیا آریہ کے عقل مند لوگ اس ترکیب و قانون کو پسند فرمائیں گے؟ گو اس عجیب و غریب حکم کی تلافی مہاں رشی دیانند جی کے اس ارشاد سے ہوسکتی ہے جو ستیارتھ پرکاش میں دیا ہے۔ ہم تو شرم کے مارے اس کو پورا نقل نہیں کر سکتے مگر سپارش کرتے ہیں کہ گربھا دہاں سنسکار کے فقرہ ۴۳ سملا س ۴ کا مطالعہ فرمائیں کہ کس طرح کوک شاستر اور اپنے پرانے شیومت کو نباہا ہے!

پھر ماں ۔باپ۔اچار[1] کی سیوا۔خدمت۔ پرم تپ (عبادت اعظم) ہے کار ہپتہ اگنی پتہ وکشنی اگنی ما تا اور آہوتی اگنی۔گرو ہیں۔پہلی عبادت سے بھولوگ۔دوسری سے انتر کش لوگ۔تیسری سے برہم لوگ ملتا ہے۔منو۲شلوک ۲۲۹ اور ۲۳۱، ۲۳۳ آپ تو چومنے پر معترض ہیں یہاں عبادت غیراللہ موجود ہے۔

س ۳۔منہ قبلہ کو کرتے ہیں۔اس کا مفصل جواب دیکھو۔سوال نمبر ۱۸ اور صفحہ نمبر ۴۹ اور الزاماً جواب کے لئے دیکھو منو۲۔اشلوک ۷۵ اور ۷۵، ۷۶۔پورب[2] منہ کش[3] کے آسن پر بیٹھ کر پوتر[4] منتر سے پوتر ہو کر تین بار پرانا یام کرے۔تب انکار کھنے لائق ہوتا ہے۔۷۶۔اکار۔اکار مکار تین۔ اکھشر (مقطعات) بھوہ۔بھوہ۔سوہ۔پڑھے یہ عطر وید ہے جو برہما نے نکالا اور حقیقت یہ ہے کہ توجہ مکہ معظّمہ کی طرف اسلامی نماز میں پانچ وقت یک جہتی کی تعلیم ہے۔بے جہت نفس روح و جان۔بے جہت کے صفات الٰہیہ کا دھیان کرے اور اس کے حضور دعا و تعظیم کرے اور باجہت جسم یکسو ہو کر توجہ کرے۔شاید آریہ لوگ ہَوَن کے وقت آگ کی طرف پیٹھ دے کر وید منتر پڑھتے ہوں۔

ف۵

س ۴۔ نبی کریمؐ پر الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں۔

جواب:صلوٰہ کے معنی ہیں خاص رحمت کی دعا اور ہر ایک مذہب الہامی میں مسئلہ دعا کرنے کا ثابت ہے۔تارک اسلام نے بھی بار بار لیکچر میں ''دعا'' اور ''درد دل'' سے سامعین کو اپنی طرف متوجہ ہونے کے لئے دعا کا لفظ استعمال کیا ہے۔بلکہ عام دنیا پرست بھی جس کسی کو اپنا نفع رساں سمجھتے ہیں ان کے حضور اپنی امید و بیم کو بطور عرض پیش کرتے ہیں۔پس حقیقتاً وہ بھی ان کے آگے دعا

---

[1] استاد، رہبر، گرو [2] مشرق [3] گھانس [4] گدیلے ۱۲

ف۔مکار جس کو سندھیا ودھی میں ''ما'' اور ستیارتھ میں ''م'' کہا ہے ۱۲ منہ

کرتے ہیں۔اسی طرح صلوٰۃ ایک خاص دعا ہے جو تمام متبعان نبی کریم ﷺ ۔ نبی کریم ﷺ کے حسن واحسان کا مطالعہ کرکے آپ کے حق میں جناب الٰہی میں کرتے ہیں اور از بس کہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دعا ضائع اور اکارت نہیں جاتی اس لئے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے جو تیرہ سو سال سے کروڑ در کروڑ مرد وزن بچے بوڑھے دعائیں لگاتار کرتے رہے اور کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کے کسی ہادی کے لئے دعائیں نہیں کی جاتیں۔پس وہ مدارج میں تمام دوسرے ہادیوں سے معزز و ممتاز ہیں اور ہوں گے۔بڑے بدقسمت ہیں وہ جنہوں نے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا کے امر کی تعمیل چھوڑ دی ہے۔یہاں ہم سورہ ن کا ابتدائی حصہ لکھ کر مضمون کو ختم کرتے مگر مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ابتدائی حصہ فقرہ ہشتم میں مرقوم ہو۔

س ۵۔ حجر اسود کے چومنے سے لوگوں کے گناہوں کا دور ہونا اور پتھر کا رنگ بہ سبب گناہوں کے سیاہی پر آنا معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔پس یہ اسلام کی خام خیالی ہے[1]۔

الجواب: اوّل۔معارج النبوۃ کے حوالہ پر مکذب نے اسلام پر الزام لگایا ہے حالانکہ معارج النبوۃ قرآن کا نام نہیں اور نہ کسی حدیث یا الہامی کلام کا۔قرآن کریم میں حجر اسود کا تذکرہ ہی نہیں اور اس وقت آپ اسلامی الہامات پر حملہ کر رہے تھے۔کیا آپ کو غضب وطیش میں کچھ یاد نہ رہا؟ کہاں سے کہاں نکل گئے۔غور کرو! اپنا قول تکذیب جو صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔’’اس جگہ واجب جانتا ہوں کہ اسلامی الہاموں کی غلطیاں بتاؤں‘‘۔پھر ان غلطیوں میں اس غلطی کو بھی درج کر دیا۔ بنظر آپ کے فقرہ مرقومہ تکذیب صفحہ ۱۰۱ ہمیں بے اختیار کہنا پڑا کہ مکذب کا یہ دعویٰ بھی مثل اس کے اور دعاوی کے محض بے دلیل ہے۔

دوم۔ اصل بات یہ ہے کہ بہت مدت سے تصویری زبان کا دنیا میں رواج تھا اور اب بھی

---

[1] یہ مضمون لیکھرام کے مقابلہ میں تصدیق کے حصہ دوم میں تھا وہی نقل کر دیا گیا ہے ۱۲ منہ

ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے اس دعویٰ میں کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اگر کسی کو ہوتو سری رام چندر جی اور شیو جی کے تصویری قصص ہندوؤں کے پاس خصوصاً ہند کے قدیم مصوروں کے پاس موجود ہیں دیکھ لے۔ رومی سکندر جس کو دانیال نے ذوالقرن ایک سینگ کا بکرا خواب میں دیکھا ہے۔ دیکھو دانیال باب ۸ اور دارا ایرانی بادشاہ کی تصویری زبان میں (گفتگو) عام نظموں میں موجود ہے پڑھ لو۔ اس تصویری زبان کی کتابیں اور اخبارات ہند میں بکثرت موجود ہیں۔ تصویری زبان ان بلاد میں جہاں تعلیم کا رواج کم ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا زیادہ تر استعمال کی جاتی ہے بلکہ اکثر تصویری زبان بہ نسبت تحریری کے زیادہ قوی ہوا کرتی ہے۔ اسی واسطے یادگاروں کو عقلاء اور حکماء اکثر تصویری تحریروں میں ادا کرتے ہیں۔ عیسائی جن کے بھروسہ پر آپ اسلام پر معترض بن بیٹھے ہیں اور اس زمانہ میں جس قوم کے اطوار نیو فیشن لوگوں کے نزدیک آسمانی کتب سے بڑھ کر مستحکم اور قابل اتباع نظر آتے ہیں۔ وہ قوم تصویری زبان کی کیسی قائل ہیں کہ ان کے اخبار جنہیں گریفک کہتے ہیں تصویری زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ یہود میں ایک پولا ہلانے کی رسم تھی۔ جس کا ذکر احبار ۲۳ باب ۱۸ میں ہے۔ عیسائیوں نے اس کو مسیح کا جی اٹھنا یقین کیا۔ قرنتی باب ۱۵، ۲۰۔ باب ۲۰ یوشع بن نون نے یردن سے گزرتے وقت بارہ پتھر اٹھائے۔ یوشع باب ۶۔ وہ بقول عیسائیوں کے بارہ حواریوں کی پیشگوئی تھی۔ یہود اور عیسائی غیر قوموں کو اور بعض خواص کو پتھر کہتے تھے یہ ان کا محاورہ تھا۔ بطرس کو پتھر اسی واسطے کہا کہ کلیسا کے لئے وہ فونڈیشن سٹون ہوا۔ ان باتوں پر غور کرو۔

اب اس تمہید کے بعد واضح رہے کہ کتب مقدسہ میں ایک پیشگوئی بہ نسبت حضرت خاتم الانبیاء، اصفی الاصفیاء بہت زور سے مندرج تھی۔ دیکھو لوقا ۲۰ باب ۱۶، ۱۷۔ وہ پتھر جسے راج گیروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ اور دیکھو زبور ۱۸۔ ۲۲ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا

سرا ہو گیا ہے۔متی باب ۲۱ آیت ۴۲، ۴۴۔غرض یہ ایک بشارت ہے جو کئی کتب مقدسہ میں مندرج ہے۔اسی بشارت اور اسی پیشین گوئی کے اظہار و تصدیق کے لئے مکہ معظّمہ کی بڑی عبادت گاہ میں بطور تصویری زبان کے حجر اسود کونے پر رکھا گیا تھا۔محمدیوں سے پہلے سالہا سال سے یہ پتھر ابراہیمی عبادت گاہ کے کونے پر منصوب تھا اور عرب کے لوگ اسے چومتے اور اس سے ہاتھ ملاتے۔گویا قدیم زمانے میں نبی عرب سے پہلے یہ فقرہ تصویری طور پر مکہ معظّمہ کی مقدس مسجد پر لکھا تھا کہ اس شہر میں وہ کونے کا پتھر جسے یہود اور عیسائی رد کریں گے ظاہر ہوگا جس کا ذکر مقدسہ کتب میں موجود ہے اور روحانی طور پر یوں کہا جائے گا کہ نبوت اور رسالت کی عظیم الشان اور مستحکم عمارت جو انبیاء اور رسولوں کے وجود باجود سے تیار ہوئی ہے۔اس میں رسالت مآب کی گرامی ذات کونے کی آخری اینٹ ہے جن سے وہ عمارت پوری ہوئی۔ ان کی بیعت رحمان کی بیعت اور ان کی اطاعت رحمان کی اطاعت ہے۔کیونکہ جو کچھ وہ بولے الٰہی بلانے سے بولے۔حضرت رسالت مآب نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ۔**مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه وترك منه موضع اللبنة الی ان قال فکنت انا سددت موضع اللبنة وفی روایة فانا تلك اللبنة**۔(ترجمہ): میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس محل کی ہے کہ وہ بہت خوبصورت بنایا گیا اور ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی رکھی گئی۔میں وہی اینٹ ہوں۔

کیسی صاف اور واضح صداقت ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جہاں عدو نکتہ چینی کے لئے انگلی رکھتا ہے وہیں سے معارف کا خزانہ نکل آتا ہے۔اگر مخالف خردہ گیری نہ کرتے تو یہ صداقتیں دنیا پر کیونکر ظاہر ہوتیں۔ **فللّٰہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ**۔

فقرہ ششم۔آریہ کے احکام جنگ اور اسلام کا مقابلہ:

دھارمک پرشوں کو چاہیے کہ تیجسوی سبھا دہکش راجہ کے ساتھ مل کر بیگ سے انَّ کے پدارتھوں

ف ۱ کو ہرنی کہوٹے سبھاویکت اوراپنے وِجیَ کواچھا کرنے والے ڈاکوؤں کو بلاان کو پر بت آدی اکانت استھانوں میں بنے ہوئے گھروں میں گھسا کراور باندھ کےان کوقید میں رکھیں۔(دیانندی بہاش صفحہ۷۰۳سوکت ۳۶)

سبھادہکش کوآدی راج پُرشوں اور پرجا کے منشوں کو چاہیے کہ جس پرکاراگنی آدی پدارتھ بن

ف۲ آدی کوبھسم کر دیتے ہیں(جس طرح آگ جنگل کوجلاتی ہے)ویساہی دکھ دینے والےشتروجنوں کو بناش کے لئے اس پرکار پرتین کرے۔دیانندی بہاش رگوید صفحہ ۷۰۷ جبر واکراہ کا حکم جس طرح وید میں ہے اس کوملاحظہ فرمایئے۔

سبھا دہکش کو چاہیے کہ شانتی بچن کہنی ڈشٹوں ڈنڈ دینے اورشتروں کو پر سپر پھوٹ کرانے کی

ف۳ کرایایوں سے نیتی کواچھے پرکار پراپت ہوکے پرجاجنوں کے دکھ کوتتّ دور کرنے کے لئے ادم کرے۔صفحہ۱۶۶۔

سینا دہکش آدی لوگ(سپہ سالار) جیسے لوہا کے گھن سے لوہے اور پاشان (پتھر)اوکون کو

ف۴ توڑتے ہیں ویسے ہی ادہرمی ڈشٹ شترون (بے ایمان دشمنوں) کے انگوں (اعضاء) کو چھن بھن کر۔دن رات دہرم اتما پرجاجنوں کے پالن میں تت پرہوں جس سےشتروجن ان پرجاؤں کو دکھ دینے کے ساتھ مرتھ نہ ہوسکیں۔(دیکھو دیانندی بہاش صفحہ ۲۹۹۔سوکت ۲۳۶۷)اور دیکھو رگوید دیانندی بہاش و سزاکے فتویٰ (۷۱۸)جبرو اکراہ و زور سے اپنے مذہب میں لانا (۶۱۶،۶۹۶)وقتل اعداء۵۳۶, ۱۱۶۰, ۶۰۲۔استیصال اعداء ۵۶۸, ۱۷۰۱, ۹۲۷۔معافی مانگے تب بھی غصہ ترک مت کرو۴۰۲۔مخالفوں کو دوست مت بناؤ۔۹۸۷۔قید کے احکام ۶۲۰، ۶۸۲۔

ف۱۔ وید کے احکام۔نیک لوگوں کو چاہیے تیز افسر کے ہمراہ دوسرے کے اسباب کولوٹنے۔بروں کو پہاڑوں میں تنہا قید کردے۔

ف۲۔ وید کا حکم ہے مخالفوں کوآگ کی طرح جلادے۔

ف۳۔ وید کا حکم مخالفوں میں پھوٹ ڈالوانا چاہیے۔

ف۴۔حکم وید۔دشمن کے اعضاءٹکڑے کردو۔

یہ تمام حوالے ہم نے دیانندی بھاش سے لئے ہیں۔
اے راجہ! تو دشمنوں کے ساتھ دوسروں کو دکھ دینے کے لئے کاٹ کھانے والا ہے۔ان کو جیت کی سمت شرق پر چڑھائی کر۔یجروید باب ۱۰ منتر ۱۰
اے راجا! تو دکھن کی طرف چڑھائی کر اور دشمنوں کو جیت۔باب ۱۰ منتر ۱۱۔اے راجا! تو مغرب کی فتح سے مال واسباب اور دولت فراواں حاصل کر۔باب ۱۰ منتر ۱۲۔اے راجا! تو شمال کی طرف ف۲ چڑھائی کر۔باب ۱۰ منتر ۱۳۔اے راجا! تو دشمنوں کے لئے مجسم بجر ہتھیار ہے۔باب ۱۰ منتر ۲۱۔ ف۳ اے راجا جیسے تو بردن کو رلانے والا ہے ویسے میں بھی ہو جاؤں۔باب ۱۰ منتر ۲۸۔
(پرمیشور کہتا ہے) جیسے میں بدخصلت آدمیوں کے سر پھوڑتا ہوں۔ویسے ویسے تم بھی ان کے ف۴ سروں کو پھوڑو۔باب ۵ منتر ۲۲۔اے لوگو! جیسے تم دکھوں کا ناس کرنے والے ہو ویسے دشمنوں کا بل ف۵ نکالنے والا میں آپ لوگوں کا ستکار کر کے جہاد میں ہتھیاروں سے غرور کرنے والے لوگوں کو درست کروں جیسے تم بد مذہبوں، بدذاتوں، غلاموں کو مارتے ہو ویسے دشمنوں کی فوج کو تباہ ف۶ لینے والا۔میں تم کو سکھ دیتا اور بدذاتوں کو دور کرتا ہوں جیسے میں فوج کو لُوٹ پر لانے والا دشمنوں کو ف۷ مارنے والا تم کو سکھ کے سایہ میں ڈھانکتا ہوں ویسے ہی تم بھی کیا کرو۔باب ۵ منتر ۲۵۔اے راجا! جیسے میں راکشھوں کے گلے کاٹتا ہوں ویسے ہی تو بھی کاٹ۔باب ۶ منتر ایک۔اے راجا جس کام میں بڑے بڑے متکبر دشمن مارے جائیں اس کے لئے تو جہاد وغیرہ کاموں میں باز پرند کی ف۸ مانند لپٹ جھپٹ مارنے والا ہے۔دولت کی جمعیت کے لئے وغیرہ تجھ کو قبول کرتے ہیں۔ ف۹ باب ۶ منتر ۳۲۔اے راجا! (ایسے اور ویسے) تو دشمنوں پر فتح پانے والا ہے۔باب ۶ منتر ۳۷۔ ایشر کہتا ہے اے راجا! تو دشمنوں کا ناس کرنے میں بے خوف وغیرہ ہے۔خدائی دلوانے والے

---

[۱] یہ حوالے مولوی ابورحمت نے ردخطرات میں دیئے ہیں اور ہم نے مقابلہ کر کے دیکھ لیا ہے ۱۲ منہ
۲۔کاٹ کھانے والا۔ ۳۔لوٹ کے لئے جنگ۔ ۴۔رولانے والا۔ ۵۔ف۔پھوڑنے والے بنو۔
۶۔غلام اوران کا مارنا۔ ۷۔لوٹ کرنا۔ ۸۔راکھش کا گلا کاٹنا۔ ۹۔دولت کے لئے باز کی طرح شے دی۔

ف۱ جہاد کی میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں خاص کرتا ہوں۔ جہاد کے لئے اور جس طرح ہوا بادلوں کو متفرق کر دیتی ہے اور سورج ہر شئے کا سَت کھینچتا ہے ویسے ہی تو بھی ہر شے کا سَت پی۔ باب ۳۷
ف۲ (جب ہر شے کا سَت پیا تو حرام وحلال کی تمیز کہاں رہی) اے راجا! آگ کی مانند دشمنوں کو جلانے والے باب ۱۳منتر ۱۱۔ اے اقبال مندراجا! تو سعادت مندی حاصل کر اپنے ہم مذہبوں کے لئے
ف۳ سکھ پھیلا اپنے مذہب کے مخالفوں کو بھسم کر ڈال جو ہمارے دشمنوں کی حمایت کرتا ہے اس کو نیچے کی طرف سوکھی لکڑی کی طرح ادھر جلا کہ جدھر سے اس کی ہوا بھی نہ آوے۔ باب ۱۳منتر ۱۲۔ اے بُروں کو رلانے اور دشمنوں کو مارنے والے غصہ ور مجاہد تجھے بجر اور روزی حاصل ہو۔ تیرے ہاتھ سے دشمنوں کو بجر لگے۔ باب ۱۶منتر ۱۔ اے لوگو! جو ہمارے دشمن لوگ ہیں وے دور ہوں۔ ان دشمنوں کو ہم ہوا اور بجلی کے ہتھیاروں اوزاروں سے جیسے ہم رنج دیں ویسے ہی تم لوگ ان کو رنج پہنچاؤ اور میری خدمت کرو۔ باب ۳۳منتر ۴۹۔ اے سپہ سالار تو اپنے ہاتھ سے تیروں کو کمان کی چانپ میں لگا اور زور سے دشمنوں پر چلا۔ باب ۱۶منتر ۹۔ اے انسانوں جو بے حساب طرح کی عقل والا راجا ہے جس سے بے حساب جانیں پرورش پاتی ہیں۔ ایسے ہتھیار اوزار جیسے بادلوں کو
ف۴ کاٹنے والا سورج بادل کاٹتا ہے ویسے ہی وہ بڑی دولت اور دنیا حاصل کرنے کے لئے دشمنوں کو مارتا ہے اور تمہارے لئے دولت غلہ و مال واسباب حاصل کرتا ہے اس کا تم ستکار کرو۔ باب ۳۳منتر ۹۶
(یجروید کے منتر تمام ہوئے)

راج سبھا اور رعیت پر واجب ہے کہ پرمیشور کو اور سبھا دہکش (میر مجلس) کو راجا سمجھیں اور میر مجلس کے جھنڈے تلے جُدھ میں مَیں آ کر شامل ہوں۔ فوج کے بہادر جوان بھی پرمیشور اور میر مجلس اور سپہ سالار کے زیر حکم رہ کر جُدھ کریں (اتھروید کانڈ ۱۵۔ انواک ۲۔ واگ ۹منتر ۲) پرمیشور قتل عام کا حکم فرماتا ہے اس طرح پر کہ اے دشمنوں کو مارنے والے جنگ کے قواعد سے پورے پورے ماہر بے خوف و بے ہراس بڑے جاہ وجلال والے میرے پیارے جوانمردو! تم سب اپنی رعیت کو

۱۔ لوگوں کا خون پی لو۔ ۲۔ مذہب کے مخالفوں کو بھسم کر ڈال۔ ۳۔ ایسے جلاؤ کہ ہوا بھی نہ آوے۔
۴۔ دنیا کے لئے جنگ

خوش رکھو۔ ایشور کے حکموں پر چلو۔ بذات دشمنوں کو شکست دینے کے لئے جُدھ کا پورا پورا بندوبست کروتم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا (لوٹا کھسوٹا) ہے تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے۔ تم روئیں تن ہشتاد بدن اور فولاد بازو ہو۔ اپنے زور بازو سے دشمنوں کو تہ تیغ کروتا کہ تمہارے زور بازو کے لطف سے ہماری مدام فتح رہے اور کبھی شکست نہ ہو۔ (اتھر وید کانڈ ۶۔ انو ۱۰ واگ ۹۷ منتر ۳)

یہ ہیں نرم دلی کے احکام، جھوٹ سے نفرت کرنے والوں کے جن کے دل جانوروں کے ذبح کو مہاں پاپ یقین کرتے ہیں۔ ہمارے شہر کے ایک ممتاز وکیل صاحب کہا کرتے ہیں کہ جس طرح اسپین سے مسلمان نکالے گئے اس طرح انڈیا سے ان کو نکالنا ہے۔

اب ان کے اساتذہ خاموش برّے کے اتباع جن کے یہاں کوئی گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال سامنے کرنے کا حکم ہے ان کی مقدس کتب کے احکام کا بیان نامناسب نہ ہوگا اگر ذکر کردیں۔ (پیدائش باب ۳، ۶/ ۶، ۷ و باب ۷، ۱۲/ ۳و۴۸/ ۲۲و۳۴/ ۲۵ و اعداد ۳۱/ ۷و۸و۱۵او ۳۳/ ۵۵و۳۵/ ۶۔ ۱۵۔ استثناء ۳/ ۴و۲/ ۳۴و۲۰/ ۱۰، ۱۳او۷/ ۲۔ ۱۶ اعداد ۲۱و۶ و ۳۱ ویشوع ۵/ ۴ او ۶/ ۲۱، ۲۴و۷/ ۱۵، ۲۵و۸/ ۲۴، ۲۸و۱۰/ ۲۴و۴/ ۲۱و۵/ ۲۴، ۳۰و۹/ ۴۹و۸/ ۱۶۔ سموئل ۱۲/ ۳۱۔ اتاریخ ۲۰/ ۳۔ سلاطین ۱۰/ ۱۱و۱۵/ ۱۶و۲۳/ ۱۶۔ متی ۲۴/ ۳۰و۸/ ۳۲و۱۶/ ۲۷و۷/ ۶) دھوکے سے ایک بادشاہ کے سر میں میخ گاڑدی۔ آروں کلہاڑوں وادنی سے چیرا اور اینٹوں کے پزادے میں جلایا۔ شہر و دھ کو پھونک دیا۔ بتوں کو توڑا باغوں کو آگ لگادی۔ استثناء ۱۲/ ۲، ۴

ان کے مقابلہ میں اسلامی احکام کو ملاحظ کرو۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (البقرۃ :۱۹۱) اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ (الحج :۴۰) اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (التوبۃ:۱۳) لڑو

اللہ کی راہ میں انہی لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے مت بڑھو۔ اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جا رہی ہے (کہ وہ بھی جنگ کریں) اس لئے کہ وہ مظلوم ہیں اور یاد رکھیں کہ اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ تم کیوں جنگ نہیں کرتے ان لوگوں سے جنہوں نے توڑ دیا اپنی قسموں کو عہد کرنے کے بعد اور پختہ ارادہ کرلیا رسول کے نکال دینے کا اور انہی لوگوں نے پہلی دفعہ تم سے جنگ کرنے میں ابتدا کی۔

اب ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے احکام جنگ محض دفاعی اور خود حفاظتی کے طریق پر مبنی ہیں باوجود یکہ ظالم موذی حملہ آوروں اور ابتداء کرنے والوں کے مقابلہ میں دفاع کا حکم دیتا ہے اور وہ دشمن بھی وہ ہیں جو ناگفتنی ظلم کر چکے ہیں پھر بھی اپنی جماعت کو حکم دیتا ہے: وَلَا تَعْتَدُوْا یعنی دفاع میں بھی لحاظ رکھو کہ تم سے کسی قسم کی زیادتی نہ ہو جائے اور پھر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اسلام کی کوئی جنگ دولت، ملک گیری اور خواہ نخواہ لوگوں کے پامال کرنے کے لئے واقع نہیں ہوئی۔

ف۲ کوئی آیت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایسی نہیں جس میں ایسی زیادتی اور اعتدا کی ہدایت یا اجازت ہو۔ کوئی رشید اور سعید ہے جو خدا ترس دل سے ان آیات طیبات کا مقابلہ کرے وید کی ان لڑائی کی ہدایتوں سے جو مذکور ہو چکی ہیں۔

فقرہ ہفتم: حقوق نسواں میں آریہ اور اسلام کا مقابلہ:

منو باب ۹۔ شلوک ۱۹ میں لکھا ہے ”بدفعلی[1] کرنا عورتوں کی عادت ہے۔ یہ وید میں پہلے لکھا ہے۔“

ف ”عورت تدبیر نیک سے محفوظ ہوتا ہم اپنی بداطواری و تلون و بے وفائی و عادات ان باتوں سے شوہر کو رنجیدہ کرتی ہے“۔ باب ۹ شلوک ۱۵۔ ”عورتوں کی کریا منتروں سے نہیں ہے یہ دھرم میں داخل ہے۔ اندری اور منتر ان دونوں سے عورت علیحدہ ہے۔ دروغ کے مانند نامبارک ہے یہ

ف شاستر کا حکم ہے“۔ منو باب ۹ شلوک ۱۸۔ ”اہل مطلب سفر کرنے سے پہلے عورت کے کھانے پینے کا

[1] قدیم ہندوستان کی عورتوں کا نقشہ ۱۲۔ منہ۔ ۲۔ عورت کھیت ہے

بندوبست کر دے تب پردیش کو جائے کیونکہ بھوکھ کی شدت سے حیادار عورت بھی دوسرے مرد کی خواہش کرے گی''۔۴۷۔''رات دن عورتوں کو شوہر وغیرہ کے وسیلہ سے بے اختیار کرنا مناسب ہے جو عورت بشیون میں لگی اس کو اختیار میں رکھنا چاہیئے''۔۹۔۲''لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورتوں کی حفاظت کرے کیونکہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں ہیں''۔۹۔۳۔''کنیادان کے وقت کنیا کو نہ دیوے تو باپ اس کا پاپی ہوتا ہے اور حیض سے فراغت ہوئی پر شوہر اس سے جماع نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے اور بحالت وفات شوہر کے بیٹا اپنی ماں کی حفاظت نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے''۔۹۔۴''عورت کی حفاظت کرنے سے اپنے خاندان واولاد اتماد ہرم وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے''۔۹۔۷''حکم کر کے اچھے آدمی سے عورت گھر میں محفوظ کی گئی اس پر بھی محفوظ نہیں ہوتی''۔۹۔۱۲''عورتیں صورت وعمر کو نہیں دیکھتی ہیں خوبصورت ہو یا بدصورت ہو لیکن مرد ہو۔اسی کو بھوگ کرتی ہیں''۔۹۔۱۴''گھر میں پیدائش کے واسطے بڑی قسمت والی پوجا کے لائق گھر میں تیج استری اور لکشمی ہیں۔ان دونوں میں خصوصیت کچھ نہیں ہے دونوں برابر ہیں''۔۹۔۲۶۔''عورت ظرف کی صورت ہے اور تخم مرد کی صورت ہے۔ظرف اور تخم کی آمیزش سے بہت جسم داروں کی پیدائش ہے''۔۹۔۳۳''تخم ریزی کے وقت جیسا تخم کھیت میں بویا جاتا ہے ویسا ہی مع اپنے صفات کے پیدا ہوتا ہے''۔۳۶منتر۔''جس طرح گئو گھوڑا اونٹ لونڈی بھینس بکری بھیڑ انہوں میں بچہ پیدا کرنے والی کا مالک بچہ کو نہیں پاتا اسی طرح دوسرے کی عورت میں تخم ڈالنے والا اولاد کو نہیں پاتا۔دوسرے کے کھیت میں تخم ڈالنے والا اس تخم کے ثمر کو کبھی نہیں پاتا''۔منتر ۴۸۔۴۹''اسی طرح دوسرے کے کھیت میں بیج بونے والا کھیت والے کا مطلب کرتا ہے۔آپ پھل کو نہیں پاتا''۔۵۱''اس عورت میں جو پیدا ہو وہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا ہووے ایسے خیال کو دل میں نہ رکھ کہ جو پیدا کیا وہ لڑکا ظرف والی کا ہوتا ہے تخم سے ظرف افضل ہے''۔ منتر۵۲''اس عورت میں جو پیدا ہو وہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا ہووے ایسا دل میں رکھ کر جو پیدا کیا

ف ف ف

ف۔عورت کھیت ہے۔

اس کا حصہ دار تخم والا اور کھیت والا دونوں ہوتے ہیں''۔۵۳''تخم ہوا سے اڑ کر جس کے کھیت میں پڑا اس کا پھل کھیت والا ہی پاتا ہے۔صاحب تخم نہیں پاتا''۔۵۴

ف۱ **نیوگ:**۔''اولاد کے نہ ہونے میں سسر وغیرہ کے حکم کو پا کر عورت سپنڈ سے یا دیور سے اولاد دلخواہ حاصل کرے۔والد کا حکم پا کر بدن میں گھی لگا کر خاموش ہو کر بیوہ عورت میں لڑکا پیدا کرے سوائے ایک لڑکے کے دوسرا لڑکا کبھی نہ پیدا کرے''۔۵۹۔۶۰۔

نکاح ثانی:''شراب پینے والی اور سادھوؤں کی سیوا نہ کرنے والی اور دشمنی کرنے والی اور ف۲ بیماریوں سے بھری ہوئی اور گھات کرنے والی اور ہر روز دولت کو نیست و نابود کرنے والی عورت ہو تو دوسرا وواہ کرنا چاہیئے''۔۸۰''بانجھ عورت اور جس کی اولاد نہ جیتی ہو اور جو صرف دختر ہی پیدا کرتی ہو۔ ف۳ ایسی عورت ہونے پر حسب سلسلہ آٹھویں دشویں گیارہویں سال دوسرا وواہ کرنا چاہیئے''۔۸۱ ''جو عورت مریض ہو لیکن خیر خواہ اور بامروت ہو تو اس کی اجازت سے دوسرا وواہ کرنا چاہیئے مگر اس کی بے قدری ہرگز نہ کرنا چاہیئے''۔۸۲''جس عورت کے اوپر دوسرا وواہ شوہر نے کیا اور وہ عورت غصہ ہو کر گھر سے نکل جاتی ہو تو اس کو روک کر گھر میں رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہیئے''۔۸۳''کشتری وغیرہ کی زوجہ شوہر وغیرہ سے محفوظ ہو اور شادی وغیرہ کاموں میں بھی ممنوع شراب کو پیوے یا ناچ رنگ کے جلسہ عام میں چلی جائے تو چھ رتی سونا ڈنڈ دیوے''۔۸۴''ایک آدمی کی پانچ زوجہ ہوں ان سب میں ایک پُتر وان ہو تو اس کے ہونے سے سب زوجہ پتر وان کہلاتی ہیں اس بات کو منو جی نے کہا ہے''۔۱۸۳''بیٹا کے وسیلہ سے اندرلوک وغیرہ کو فتح کرتا ہے اور پوتا کے وسیلہ سے بے انتہا پھل کو پاتا ہے اور پوتا کے بیٹے کے وسیلہ سے سورج لوک کو پاتا ہے''۔۱۳۷''پُت نام دوزخ کا ہے۔اُتر بمعنے محافظ کے ہیں۔چونکہ بیٹا باپ کو دوزخ سے بچاتا ہے اس سبب سے پتُّر کہاتا ہے۔اس بات کو شری برہما جی کہا ہے''۔۱۳۸''جس آدمی کا تخم بیماری وغیرہ سے فانی ہو گیا ہے اس کی عورت میں لاولد دیور نے والد وغیرہ کے حکم سے بیٹا پیدا کیا اور پھر

۱۔کیا خوب ۲۔بیماری کی وجہ ۳۔نکاح ثانی

معالجہ وغیرہ سے نطفہ کی ترقی پا کر اس آدمی نے اپنی عورت سے بیٹا پیدا کیا تب اس کی دولت کے مالک کشیترج داَدَرس نام دو بیٹے ہوئے اس پر مُنی جی کہتے ہیں کہ جس کے تخم سے جو پیدا ہوا ہو وہ اس کی دولت کو پائے''۔۱۶۲

شلوک۔ ''مخنث و بیمار و وفات یافتہ اس قسم کے آدمیوں کی زوجہ میں از روئے دھرم والد وغیرہ کے حکم سے دیور وغیرہ نے جو بیٹا پیدا کیا ہے وہ کشیترج کہلاتا ہے''۔۱۶۷ ''مخنث وغیرہ کو شادی کرنے کی خواہش ہو تو شادی کر کے حسب لیاقت اس عورت میں بیٹا کرا کے اس بیٹے کو حصہ دیوے''۔ ف ا

۲۰۳ ''براہمن سے براہمنی میں جولڑ کا پیدا ہو وہ تیسرا حصہ لیوے اور کشتریا کا بیٹا دوسرا حصہ لیوے اور شودر کا بیٹا ایک حصہ لیوے''۔۱۵۱ ''برہمن و کشتری و ویشیہ ان تینوں ورن کی عورت میں براہمن سے بیٹا پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن از روئے دھرم کے شودرا کے بیٹے کو دسویں حصہ سے زیادہ نہ دیوے''۔۱۵۴ ''راجہ برہمن کی دولت کو کبھی نہ لیوے مگر دیگر ورنوں کی دولت کو بحالت عدم موجودگی ان کے فرزند وغیرہ مرقومہ بالا کے لیوے''۔۱۸۹ ''راجہ وقت مصیبت میں بھی براہمنوں کو خشم گیں نہ کرے کیونکہ ان کے غصہ کرنے سے راجہ مع فوج وسواریوں کے نیست و نابود ہو جاتا ہے''۔۳۱۳ ''جن براہمنوں نے اگن کو سَرب بھکشی اور مہاسَمدر کو کھاری اور چندرمان کو گھٹئی روک والا کیا ان برہمنوں کو خشم گیں کرا کے کون فانی نہ ہوگا''۔منتر ۳۱۴ ''جواری۔ داسی خواہ داسی کی داسی میں شودر سے جولڑ کا پیدا ہو وہ والد کے حکم سے حصہ پا سکتا ہے یہ دھرم میں داخل ہے''۔۱۷۹ ف۲ ف

یہ ہیں تہذیب یافتہ قوم کے احکام!!

اصل بات یہ ہے کہ ایرانی اور ترک اور ہندی قوموں نے عورت کو نہایت حقیر غلام اور قابل نفرت شے سمجھا ہے۔ان قوموں کے اصول میں داخل تھا کہ عورت کسی وقت بھی قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ان باتوں کو صفائی سے سمجھنے کے لئے فارسی زبان کے ان مکروہ اشعار کو پڑھو جن میں عورتوں کو بہت مکروہ ناموں اور مذموم صفتوں سے یاد کیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جس کا نام زن ہے وہ گردن زدنی چیز

ا۔مخنث کی اولاد ۲۔ملاحظہ کرو

کبھی بھروسہ کے لائق نہیں ہوتی۔انہی آتش پرستوں کے باپ یا بیٹے یا بھائی یہ آریہ قومیں ہیں۔ضروری تھا کہ ان کے نزدیک بھی خدا تعالیٰ کی وہ مخلوق جو مرد کے لئے بہترین شریک اور مونس بنائی گئی ہے ذلیل اور حقیر ہوتی۔غور کرو حقوق نسواں میں۔

کیسی شرم اور ڈوب مرنے کی بات ہے کہ جس قوم کے گھر میں یہ ناشدنی ناپاک باتیں ہوں وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں عورتوں کے حقوق کی رعایت نہیں کی گئی۔ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا ساحت پاک ہے ایسے قابل شرم کاموں سے اور ایسی گھناؤنی صفتوں اور پرخبث تاکیدوں سے جو عورتوں کے متعلق آریوں کی کتب مقدسہ سے مذکور ہوئی ہیں۔

اب ہم عورتوں کے متعلق قرآن کریم کی آیات لکھتے ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے کا فیصلہ سلیم الفطرت غیرت مندوں پر چھوڑتے ہیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (النساء :۱۲۵) جو شخص نیک کام کرے مرد ہو یا عورت حال یہ ہے کہ مومن ہو پس ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل :۹۸) جو شخص نیک کام کرے مرد ہو یا عورت ہم اسے پاک ستھری زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے کاموں کے بدلے میں انہیں اجر دیں گے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب:۳۶) بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبرداری کرنے والے اور فرمانبرداری کرنے والیاں اور صدق والے اور صدق والیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور فروتنی کرنے والے اور فروتنی کرنے والیاں اور تصدق کرنے والے اور تصدق کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور بہت یاد کرنے والیاں ایسے لوگوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (الزخرف:۷۱) داخل ہو جاؤ جنت میں اور تمہاری بیبیاں بڑی خوشی اور امن میں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ (الرعد:۲۴) ہمیشہ اقامت کی جنتیں ان میں داخل ہوں گے اور ان کے ساتھ ان کے صالح باپ اور بیبیاں اور اولاد بھی۔

صرف ان آیات پر غور کرنا کافی ہے کہ آیا عورتوں کے حقوق کس طرح قائم کئے ہیں اور ان کے اعمال اور اجر کو کیسے مساوی درجہ پر رکھا ہے۔ ان پادریوں کو غور کرنی چاہیے جو نادانی یا تعصب سے اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کی روح کے لئے بقا اور خلود نہیں مانا۔ افسوس ان پر اور ان کے اتباع پر!! دانش مند غور کریں! اس مساوات حقوق اور نگہداشت حقوق میں اور مقابلہ کریں ان مکروہ ہدایتوں سے جو عورتوں کے متعلق آریہ کی مقدس کتابوں سے مذکور ہوئی ہیں۔

اور سنو! وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ :۲۲۹) ترجمہ: اور بیبیوں کے لئے پسندیدہ حقوق ایسے ہی ہیں جیسے ان پر کچھ حقوق ہیں۔ ہاں مردوں کا ایک درجہ ان پر زیادہ ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء :۲۰)

ترجمہ: عورتوں سے پسندیدہ معاشرت رکھو۔ پس اگر تمہیں ناپسند ہوں تو قریب ہے کہ اگر کوئی بات تم کو مکروہ لگے تو اللہ تعالیٰ اس میں بہت بہتری رکھ دے۔

اور وہ آیات جن میں ہے۔ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا (البقرة :۲۳۲) ترجمہ۔ عورتوں کو دکھ دینے کے لئے مت روک رکھو اور جس میں ہے وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (الطلاق :۷) ترجمہ: ان کو ضرر مت دو۔

اور جو کچھ آریہ سماج کی معتبر کتابوں میں ہے وہ یہ ہے جو اوپر دکھا آئے ہیں۔

عورتوں کے حقوق پر ایک مختصر نوٹ :۔

نکاح کے فوائد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول شخصی منافع۔ دوم نوعی مقاصد۔ شخصی منافع میں مثلاً حفظ صحت[۱] بعض بیماریوں میں۔ آرام[۲] یار و غمگسار کے ساتھ ہونے کا۔ قوائے[۳] شہوانی کے اقتضا کا طرفین سے بلا مزاحمت پورا ہونا۔ ان قوائے[۴] انسانیہ کا نشو و نما جن کے باعث انسان دوسرے سے تعلق پیدا کرتا یا کسی کا لحاظ کرتا ہے۔ حلم[۵] و مروّت و بردباری کا اسی مدرسہ میں سبق حاصل ہوتا ہے۔ امور خانہ داری[۶] کی اصلاح۔ حفظ ننگ[۷] و ناموس و حفظ مال و اسباب[۸]۔

نوعی مقاصد مثلاً حفظ نوع۔ تربیت اولاد۔ کیونکہ بے تحقیق نطفوں کی علی العموم خبر گیری نہیں ہوا کرتی۔ روسی شاہی خانہ زاد اول تو خصوصیت سلطنت کے باعث مستثنیٰ ہیں۔ پھر سوائے جنگی کاموں کی کیا تربیت پاتے ہیں۔ اس لئے شادی کا حکم اول تو جسمی طاقت اور مالی وسعت پر صادر ہوا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النّور :۳۴) اور فرمایا: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (الروم :۲۲)

اور فرمایا: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (البقرۃ :۲۲۴)

پس عورت طلاق لے سکتی ہے۔ (۱) اگر مرد اس کی نفسانی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے۔ (۲) قابل

ولادت نہ ہو۔(۳) معاشرت کے نقائص رکھتا ہو۔(۴) نان ونفقہ نہ دے سکے اسی واسطے قرآن کریم میں ہے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا اور ان احکام کی عام تعمیل پر فرمایا وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔اسی طرح مرد طلاق دے سکتا ہے۔

اگر عورت تقویٰ کے متعلق نفسانی اغراض پوری نہ کر سکے۔قابل ولادت نہ ہو۔معاشرت کے نقائص رکھتی ہو۔نکاح کے منافع شخصیہ اور نوعیہ کی خلاف ورزی کرتی ہو۔بدچلنی کے باعث فساد ومزاحمت کا باعث ہو۔پھر کبھی طلاق فوری ہوسکتی ہے جیسے لعان۔واقعی ہم بستری سے پہلے وعدہ میں اور کبھی تدریجی ہوتی ہے جیسے فہمایش۔شروط طلاق اور منصفوں کے فیصلہ کے بعد۔

تعداد ازواج پر منع ،تعدد ازواج کے نقصانات:۔

نمبرا۔ عورتوں کے قتل کے واقعات ہوں گے جب پہلی بی بی ناپسند ہو اور کوئی دوسری پسند آجاوے تو ان بلاد واقوام میں جن میں دوسری بی بی کرنا ممنوع ہے اور باایں قوم بہادر ہے پہلی کو ماردیں گے۔

نمبر۲۔ خودکشی ہوگی جیسے اسٹریا کے ولی عہد کو یہ مصیبت پیش آئی۔جب پسندیدہ بی بی بیاہنے کی اجازت قانون اور قوم نے نہ دی۔

نمبر۳۔ یا بے غیرتی ہوگی جیسے......بعض انڈین کے لئے پیش افتادامر ہے کہ مرد دیکھتا ہے اور بول نہیں سکتا۔

نمبر۴۔ زناکاری کی کثرت ہوگی۔جب کہ پہلی پسند نہیں اور دوسری کا مجاز نہیں اور قویٰ بہت مضبوط رکھتا ہے۔

نمبر۵۔ یا آخر نیوگ کا فتویٰ ہوگا جیسا آریہ میں ہوا۔

نمبر۶۔ قطع نسل بعض حالتوں میں ضرور پیش آئے گا۔

نمبر۷۔ دخترکشی کی رسم اسی سے پیدا ہوئی ہے کہ نہ لڑکیاں رہیں اور نہ مصائب پیش آئیں۔

نکتہ

(۱) عورتوں مردوں میں ایک قدرتی فرق ہے۔عورت جبر سے بھی اپنا کام ...... دے سکتی ہے۔بخلاف مرد کے۔اس واسطے علی العموم عدالتوں میں زنا بالجبر کے مقدمات میں عورتیں ہی مدعی ہیں نہ جوان مرد۔

(۲) عورت کے بہت مرد ہوں تو اس کی صحت قطعاً نہ رہے گی۔کنچنیوں کے حالات سے یہ تجربہ ہوسکتا ہے۔

(۳) اس کے نطفہ بے تحقیق کی پرورش مشکل ہوگی۔کون ذمہ وار ہوگا۔

(۴) ایک وقت میں اگر کئی طالب اس کے پیش ہو گئے تو مزاحمت اور جنگ ہوگا بشرطیکہ قوم باہمت ہو۔

(۵) قدرتی طور پر ایک عورت ایک برس میں ایک مرد کے نطفہ سے زیادہ چند مردوں کے نطفوں کے بچہ پیٹ میں نہیں رکھ سکتی اور ایک مرد چند عورتوں میں اپنے بچہ دہ نطفہ رکھ سکتا ہے۔یہ قدرتی اجازت تعداد ازواج کی معلوم ہوتی ہے۔

(۶) قرار حمل میں مشکلات ہوں گے۔وضع حمل کی ضرورتیں پیش آ جائیں گی اور حمل کے بعد مرد کو دیانند جماع کی اجازت نہیں دیتے اگر کثرت ازواج نہ ہو تو قوی مردوں کی جماعت میں ان کا فتویٰ کون سنے گا گو مجھے تو اب بھی یقین ہے کہ بیاہے آریہ لوگ جن کی ایک بی بی ہے اور تندرست ہیں اس دیانندی فتویٰ پر عمل درآمد کم کرتے ہوں گے۔ہاں البتہ حیوانات میں خود نر حیوان اور ان کی مادہ حمل کے بعد ضرور متنفر ہو جاتے ہیں مگر انسانوں میں یہ نیچر...... قابل غور ہے۔

فقرہ ہشتم۔ **استغفر الله ربی!استغفر الله ربی!!استغفر الله ربی!!!لاحول و لاقوۃ الا بالله !لاحول و لاقوۃ الا بالله !!لاحول و لاقوۃ الا بالله!!!**

کیاہماری کتاب عام پسند ہوگی؟

ابی اللہ عن تصحیح غیر کتابہ　　　　و کل کتاب غیرہ زل کاتبہٖ

الٰہی کتابیں بھی اب تک عام پسند نہیں۔لاہور جیسے دارالسلطنت شہر میں کوئی قرآن کریم اب تک پوری صحت کے ساتھ طبع نہیں ہوا۔نہ کوئی اعلیٰ علمی کتاب جو الکتاب قرآن کی خادم ہو طبع ہوئی۔اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ عام پسندیدگی کا کیا حال ہے اور یہ امر کسی ماموروMجدد دین کو بھی نصیب نہیں ہوا کہ اس کی محنت وکاروائی عام پسند ہوئی ہو۔کیا یہ امر صحیح نہیں کہ ہزاروں ہیں جو مذہبی باتوں کو جنون یقین کرتے ہیں گو ہمیشہ خائب وخاسر ہیں اور مذہبی مقتداؤں میں تو وہ بھی ہے جس کو کہا گیا۔صلّی اللّٰہ علیك وسلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ۔مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ۔وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ۔وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ۔بِاَیِّكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ (القلم:۱تا۷)

دوات اور قلم اور وہ عظیم الشان صداقتیں جن کو لوگ لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے (ان کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں کیونکہ وہ تمام تحریریں تیری صداقت کی گواہ رہیں گی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ تیری محنت وکوشش کا بدلہ۔اجر۔اس کی مزدوری تیرے لئے غیر منقطع ابدی ہے اور ظاہر ہے کہ مجنون کی محنت وکوشش کا تو کوئی اجر ہی نہیں ہوا کرتا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ مجنون تو خلیق نہیں ہوتے اور تو خلق پر کیا خلق عظیم پر ہے۔آپ کی مقناطیسی جذب اور آپ کے اخلاق ہی تھے کہ اڑب عرب آپ کے حکم پر اپنے خون کو پانی کی طرح بہاتے تھے اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ مجنون کے افعال واقوال مثمر ثمرات خیر اور منتج کسی نیک نتیجہ کے نہیں ہوا کرتے اور تیرے اقوال اور تیرے افعال کا نتیجہ تو بھی دیکھ لے گا اور دوسرے لوگ بھی دیکھ لیں گے اور یہ کیسی سچی پیشگوئی نکلی۔دنیا میں صرف آپ ہی اکیلے ایسے کامیاب ہوئے

ہیں جنہوں نے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدۃ:۴) کی آواز اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے سنی اور رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (النصر :۳) کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ﷺ **وبارک فانہ حمید مجید**۔ اس پر بھی نہ ماننے والوں نے نہ مانا پر نہ مانا۔

میں نہ مامور نہ مجدد۔ پھر میری اس کتاب کو اور اس کے جوابات کو مامور و مجدد اور امام الوقت نے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ پینتیس سوال کے جواب تک ہمیں موقع لگا کہ ہم اپنے جواب حضرت امام علیہ السلام پر عرض کر سکے بلکہ ہمارے بزرگ سید محمد احسن صاحب نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔ ہاں میرے پیارے دوست اور میرے معزز حبیب مولوی عبدالکریم صاحب نے دیکھا اور کہیں کہیں بقدر امکان اصلاح بھی کی۔ ہمارے مدرسہ کے علماء کو افسوس نہ ان باتوں سے دلچسپی ہے اور نہ اپنے محدود کاموں سے فرصت ہے کہ وہ بھی اس کتاب کو سنتے یا دیکھتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کو ان سعید الفطرتوں کے حق میں نافع کرے گا جو اس کے علم میں ہیں۔ (غرض)

(۱) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ ہے اور وہ موصوف بصفات کاملہ اور ہر ایک نقص سے منزہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے اسی کے ارادہ اور اسی کی خلق سے یہ تمام مخلوق ہے۔ وہ وراء الوراء محیط کائنات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ. وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ. وَ ھُوَ الْاَوَّلُ. وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی وَ ھُوَ الْاٰخِرُ ہے۔ جب کہ ہمارا یہ عقیدہ اور یہ ایمان ہے تو سوفسطائی، دہریہ، مسیحی اور وہ یونانی منطقی اور سناتن جو اللہ تعالیٰ کو علت۔ لا بشرط بشرط لا نرگن مانتا ہے اور وجودی، نیچری، آریہ سماجی جس کے نزدیک اللہ خالق ارواح۔ خالق مادہ۔ خالق زمانہ۔ خالق فضا اور ان کے گن۔ کرم سبھاؤ۔ خواص افعال۔ عادات کا خالق نہیں کیوں پسند کرنے لگا۔

(۲) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ وہ متکلم ہے۔ اپنے پیاروں سے کلام کرتا ہے۔ اسی کے ارادہ ومشیت سے اس کے کام ہوتے ہیں۔ وہ کلام کرتا رہا۔ کرتا رہتا ہے اور کلام کرے گا۔ اس

کے کلام و تکلیم پر کبھی مہر نہیں لگی۔ پس جو لوگ اس کو گُم صُم مانتے ہیں مثلاً برہموں اور نیچری اور جو لوگ کہتے ہیں تخمیناً یا قریباً دو ارب برس سے وہ خاموش ہے اور صرف چار ہی آدمیوں سے سرشٹی کے ابتدا میں بولا تھا یا جو کہتے ہیں کہ مسیحؑ یا نبی کریم خاتم الانبیاء ﷺ تک بات کر کے اب خاموش ہے اور جن کا وہم ہے کہ بیج کی طرح بے اختیار ہے۔ وہ کیوں پسند کرنے لگے؟

(۳) ہم مانتے ہیں کہ ملائکہ ہیں ان پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور رسولوں نبیوں پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین رسول رب العالمین مانتے ہیں۔ پھر ان باتوں کے مخالف کیوں پسند کرنے لگے۔

(۴) ہمارے نزدیک ہر ایک شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار اور جواب دہ ہے اور ہم عفو، مغفرت، شفاعت بالاذن کے معتقد ہیں۔ پس ہماری باتوں سے کفّارہ کا قائل کب راضی ہو اور جو اللہ تعالیٰ کو (کھما) عفو والا نہ مانے وہ کیونکر راضی ہو؟

(۵) ہم صحابہ کرام اور تابعین عظام کو رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ابوبکر و عمر سے لے کر معاویہ مغیرہ تک اویس قرنی و حسن بصری سے لے کر ابراہیم نخعی و نافع عکرمہ تک اور اہل بیت میں خدیجہ و عائشہ سے لے کر علی المرتضیٰ اور تمام ائمہ اہل بیت کو علیہم السلام ان سب کو بحمد اللہ اپنا محبوب اور دل سے پیارا اعتقاد کرتے ہیں۔ قال الامام امامنا علیہ السلام۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است　　　خاکم نثار کوچہ آل محمد است

پس رافضی۔ شیعہ۔ خارجی۔ ناصبی۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ معتزلہ۔ تعامل اسلام کے منکر۔ احادیث صحیحہ کے منکر اور ان کو تو دہ طوفان کہنے والے کب پسند کر سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ معمولی کتب تواریخ بلکہ امور تاریخیہ۔ لغت و کتب بیان کو اپنا مقتدا بنائے ہوئے ہیں۔ بااین کہ اختلاف روایات اور باہمی تعارض و تناقض و ضعف و قوۃ کا تفرقہ ان میں بھی ہے اور یہ علوم بھی اب تک کسی ایک مجموعہ یا کتاب میں محدود نہیں۔ قفٰی نبک جیسا مشہور و معروف قصیدہ صدہا اختلاف اپنے اندر رکھتا ہے اور صرف جیسا محدود علم کسی کے احاطہ میں نہیں اما اور نہ کوئی کتاب دعویٰ کرتی ہے کہ

اس میں سب صرف ونحو کے مسائل آ گئے۔

ہم ائمہ تصوف۔ائمہ فقہ۔ائمہ حدیث۔ائمہ کلام کی تعظیم وتکریم کوضروری یقین کرتے ہیں اور ان کی مشترکہ سبیل کو سبیل المومنین مانتے ہیں۔ہاں ان لوگوں کے آثار باقیہ۔فتوح الغیب وفتح الربانی للسید الشیخ عبدالقادر الجیلانی عوارف للشیخ شہاب الدین السہر وردی جس کو میرے ابن عم حضرت فریدالدین گنج شکر چشتی ہمیشہ اپنے درس میں رکھتے تھے اور وہ نسخہ جس پر حضرت سلطان نظام الدین نے پڑھا اب تک جمالیوں میں موجود ہے۔منازل السائرین۔شرح مدارج السالکین۔طریق الہجرتین۔مجمع الفوائد وزاد المعاد لشیخ الاسلام الشیخ ابن قیم۔فصل الخطاب لخواجہ محمد پارسا۔مکتوبات لشیخ مشایخنا المجدّد احمد السرہندی۔وفتوحات مکیہ لابن عربی۔الکتاب الصحیح للامام البخاری۔الموطأ لامام دارالہجرۃ۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے آثار باقیہ۔تصانیف امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ۔امام ائمہ فقہ وحدیث وتصانیف امام محمد الشیبانی وطحاوی۔الامام للشافعی محلی اور فصّل لابن حزم۔السنن الکبریٰ للبیہقی۔ورا تعارض العقل والنقل۔والرد علی المنطقیین ومنہاج السنہ للشیخ الاجل رئیس المتکلمین والفقہاء والمحدثین والمفسرین شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیہ الحرانی والمطالب العالیہ للامام الرازی۔فتح الباری لابن حجر۔فتح القدیر وتحریر لابن ہمام۔اور تمام تصانیف حافظ ذہبی۔جیسے دول الاسلام، میزان وتذکرہ وغیرہ۔حجۃ اللہ البالغہ لشیخ مشایخنا شاہ ولی اللہ دہلوی۔نیل الاوطار لشوکانی الیمنی موجود ہیں۔منصف خدا پرست دیکھ لے۔انہیں کے ساتھ ہیں ابن المنذر ابن قدامہ ابویعلیٰ۔

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور میں سچے دل سے علیٰ وجہ البصیرت کامل یقین کرتا ہوں کہ بے ریب یہ لوگ مصداق تھے: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدۃ :۲۵) اوران کی دعائیں وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۵) ضرور ہی قبول ہوئیں پس بڑے ہی بے نصیب ہیں وہ لوگ جو انسانی امامت کے منکر ہیں اور اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرۃ :۱۲۵) کے بھید سے ناواقف ہیں ان کی عملی حالتیں خود ان پر

ملامت کرتی ہوں گی اگر فطرت سلیمہ باقی ہے۔ بحمد للہ ہم نے ان سب کے اسفار طیبہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور ہم علیٰ بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کے برگزیدوں میں اور ہادیوں میں سے تھے۔ ہم نے لغت میں بخاری۔ اصمعی۔ ابوعبیدہ۔ مفردات راغب۔ نہایہ۔ مجمع البحار اور لسان العرب اور صرف و نحو میں سیبویہ۔ ابن مالک۔ ابن ہشام اور سیوطی اور قرأت میں شاطبی اور ابوعمر دوانی اور معانی و بیان میں عبدالقاہر جرجانی مصنف دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور سکا کی مصنف مفتاح العلوم اور ادب میں اصمعی اور تفاسیر میں روایۃً ابن جریر۔ ابن کثیر۔ شوکانی کی فتح القدیر اور درایۃً اور روایۃً دونوں میں امام بخاری رحمہ اللہ اور فقط درایت میں تفسیر کبیر کو ائمہ سلف کے بعد انتخاب کیا ہے۔ قریب زمانے کے ہندوستانیوں میں جو اصحاب تصنیف گزرے ہیں۔ ان میں صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ کو میں ممتاز انسان اور صافی الذہن جانتا ہوں۔

میں حضرت مسیحؑ کی وفات کا قائل ہوں اور میرا کامل یقین ہے کہ وہ قتل اور پھانسی سے بچ کر اپنی موت سے مر چکے۔ اس امت میں اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ، مَغْضُوْب اور ضَال۔ تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ پس وہ مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود ہے جس نے ہم میں نازل ہونا تھا۔ وہ مہدی معہود اور اس وقت کا امام بھی ہے اور انہی میں موجود ہے۔ وہ اختلافوں میں حَکَم۔ ہم نے اس کی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر جزا سزا حشر اجساد جنت و نار اپنی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھ کر اس کو امام مان لیا ہے۔ ہم نے اپنے مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے۔ اس کی تائید میں صرف دو قول یہاں لکھتے ہیں۔

اوّل ایک شخص اہل اللہ میں سے تھے۔ راست باز۔ صالح اور ثقہ امین ان کا نام عبداللہ الغزنوی کر کے ہمارے ملک پنجاب میں مشہور ہے۔ ہمارے امام علیہ السلام نے ان کو خاتم النبیین رسول رب العالمین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل پر رؤیا میں دیکھا ہے اور یہ بسبب ان کے کمال اتباع سنت کے تھا۔ وہ بہت خوبیوں کے جامع اور علمی اور عملی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصیت سے ممتاز فرمایا ہوا تھا۔ انہوں نے ابن حزم کے بارے میں توجہ کی کہ یہ بہت سخت الفاظ استعمال میں

لاتے ہیں۔اس پرعبداللہ المرحوم کوالہام ہوا۔ہاں میں اِس وقت تک عبداللہ مرحوم کوصادق راستباز یقین کرتا ہوں اوراسی یقین پراس الہام کوشائع کرتا ہوں۔ ؎

گفتگوئی عاشقاں درباب رب — جوشش عشق ست نے ترک ادب
ہرکہ کرداز جام حق یک جرعہ نوش — نے ادب ماند دروںنے عقل وہوش
ہاں وہاں ترک حسدکن باشہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
با دم شیرے تو بازی مے کنی — با ملائک ترک وتازی میکنی

اس کہانی کی شہادت ایک شخص ساکن لاہورکوچہ کندی گراں کے پاس بھی ہے اوراس کا نام عبدالحق ہےوہ بھی حسن ظن کےقابل ہیں ولا ازکی علی الله احداً۔

دوم[۲] حضرت امام سیوطیؒ نے اپنی بےنظیر کتاب الاشباہ والنظائر کی جلدسوم صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے۔
قال فيه جواب سائلى سال عن حرف لو لشيخنا وسيدنا . الامام. العالم. العلامة. الاوحد. الحافظ.المجتهد.الزاهد.العابد.القدوة. امام الائمة. قدوه الامه.علامة العلماء. وارث الانبياء.آخر المجتهدين اوحدعلماء الدين.بركة الاسلام.حجة الاعلام. برهان المتكلمين.قامع المبتدعين.ذى العلوم الرفيعه.والفنون البديعة. محى السنة.ومن عظمت به علينا المنة.وقامت به على الاعداء الحجة. واستبانت ببركته وهديه المجحة.تقى الدين ابى العباس احمد بن عبد الحليم ابن تيمة الحرانى مناره.وشيد من الدين اركانه۔ا ھ۔

باایں کہ یہ فقرہ ہشتم نورالدین میں موجود ہے۔پھربھی ایک سلفی کہتا ہے کہ کتاب سلف کے خلاف ہےاوراتنی بھی عقل اس میں باقی نہیں کہ صحیح مسلم والے معنعن حدیث پر بحث کرتے کس کو مبتدع فرمارہے ہیں اوروہ مبتدع امام بھی ہے کہ نہیں اوراصح الکتب والے رحمہ اللہ بعض الناس کہہ کرکس پرزدیں مارتے ہیں اوروہ بعض الناس امام ہیں کہ نہیں۔ایک اورفرماتے ہیں کہ مرزا کو مجموعہ انبیاء بناتا ہے حالانکہ اس کا جواب کیسا صاف ہے کہ مرزا کونہیں غلام احمدکو۔مگس طینت

انسان ہوتو بھی جب وہ ناپاک پر بیٹھے ہے شیریں حصہ پر توجہ کرے۔

فقرہ نہم: ہمارا آریہ سماج سے کیا اختلاف ہے کہ وہ تمام دنیا کے مذاہب سے زیادہ تر اسلام کے اور اسلام میں سے مرزایوں کے خطرناک دشمن ہیں۔ اوّل ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کو ارواح۔ مادہ اور اس کے اجزاء اور ان کے گن کرم سبھاؤ کا خالق مانتے ہیں اور آریہ سماج باایں کہ اللہ تعالیٰ کو سرب شکتی مان وہ کسی کا محتاج نہیں اور باایں کہ دیانند جی نے بہت جگہ مانا ہے کہ یہ اشیاء جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ لیئے ہو کر سامرتھ یعنی الٰہی طاقت میں رہ جاتی ہیں مانتے ہیں اور پھر بھی ارواح و مادہ عالم کو غیر مخلوق کہتے ہیں۔

دوسرا اختلاف ہمارا ان سے یہ ہے کہ وہ جناب الٰہی کو دیالو اور کرپالو (کھما) والا تو مانتے ہیں مگر باایں عفوو درگزر اور شفاعت کے منکر ہیں۔

تیسرا مسئلہ تناسخ کا

اور چوتھا مسئلہ جس میں ہم ان سے اکٹھے ہیں نبوت کا ہے۔ مگر وہ اس بات کے قائل ہیں کہ چار مہارشیوں کے سوا خدا کسی سے نہیں بولا اور ہم اس تحدید کے قائل نہیں۔

پنجم ایک اخلاقی مسئلہ نیوگ کا ہے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ نطفہ کسی کا ہو تو بیٹا کسی دوسرے کا حقیقۃً ہو سکتا ہے! بلکہ ہوتا ہے!! اور ہم کہتے ہیں کہ جس کا تم بیٹا قرار دیتے ہو۔ نہ اس کے خط و خال اس میں ہیں نہ وہ قویٰ نہ اس کا نطفہ نہ اس کے عادات اور یہ امر **اَسَــتْ** ہے۔ ہم خچر کو گھوڑے کا بچہ کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ گو کہ گھوڑی ہی سے پیدا ہوا۔

ان امور خمسہ کے سوائے ان کو ہم سے یا ہم کو ان سے کیا اختلاف ہے۔ یہ تو دیانند جی اور اس کے بعد آریہ مسافر اور تارک اسلام کی غلطی ہے کہ کہیں ہمارے خدا کو گالیاں دیں جو ان کا بھی وہی خدا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں تو ان کی ان محنتوں کا شکریہ کرتا ہوں جو انہوں نے شرک کے خلاف کیں۔

ہاں ایک چھٹا اختلاف بھی ہے کہ میں عملی طور پر برہمن سے لے کر چنڈال تک سیّد اور متقی سے

لے کر رنڈیوں تک سب کا سچے دل اور پریم سے علاج کرتا اور ان کا بھلا چاہتا ہوں اور آریہ سماج عملی طور پر مسلمانوں کو بہت ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔اس کا ثبوت میں نے خود وکلاء میں اپنی ذات پر تجربہ کیا ہے حالانکہ میرے ایسے وکیلوں پر حقوق تھے۔

فقرہ دہم: آریہ سماج سے مباحثہ مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔آسان تو اس لئے ہے کہ حق حقیقت اور سَت اپنے ساتھ خود ایک روشنی اور صداقت رکھتا ہے۔خداتعالیٰ اور راست بازوں کی کتابیں، اللہ تعالیٰ کا نظام قدرت، حقیقی سائنس، سچا فلسفہ، پاک وجدان اور فطرت سلیمہ، حق کے سچے گواہ ہیں اور ان کے اصول میں چوتھا اصل کہتا ہے کہ یہ حق کو مان لیں اور ناحق کو ترک کردیں اور مشکل اس لئے ہے کہ آریہ سماج مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہوئے اسلام کی جس کتاب سے چاہیں گو وہ خبیث کتاب بہار دانش کیسی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کو جڑ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت سی گالیاں دیتے ہیں اور جب تحقیق اور حق ثابت کرنے کے لئے ہم الزامی جواب دیں اور الزامی جواب بہت مفید ہوا کرتا ہے کیونکہ سامع کا دل حقیقی الزام سے اپنی باتوں اور معتقدات کے مطالعہ اور تنقید کی طرف بے اختیار متوجہ ہو جاتا اور اضطراراً حق کی تلاش اور پیاس اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔غرض جب ہم انہیں الزامی جواب دیں تو اپنی مسلمہ کتابوں پر ہی ہاتھ صاف کرتے اور سب سے انکار کر دیتے ہیں۔اس صورت میں ہم اس قوم کے لئے الزامی جواب کہاں سے پیدا کریں۔تمام آریہ ورتی تفاسیر وید کو خود غلط کہتے ہیں مطلب کے خلاف کوئی امر ہو تو منو اور رامائن اور مہا بھارت کو بھی لغو اور محرف بتلاتے ہیں۔ہمیں امید تھی کہ مہارشی دیانند کے تفاسیر اور ان کی علم کلام کی کتاب ستیارتھ پرکاش اور ان کی بھومکا۔اس مباحثہ کے راستے کو بہت صاف کر دے گی۔ہم نے خود سو سے زائد روپیہ صرف اس حق کی جستجو کے لئے اور حق کے سمجھانے کے لئے مہارشی دیانند کے بھاش ستیارتھ اور بھومکا پر خرچ کیا اور تینوں کو بمشکل پڑھا اور سنا اور قریب تھا کہ

ف ۱ ۔ ف ۲

۱۔معیار صداقت ۲۔الزامی جواب

ہم ایک بڑی بسیط کتاب اس مذہب کے مقابلہ پر لکھتے اور ایک جلد تصدیق کی شائع بھی کی لیکن اس کتاب کے بعد ہی ہمیں یہ صدا پہنچی کہ ستیارتھ پرکاش غلط ہے اور اس میں پوپوں کی لیلا ہے حالانکہ چھپوانے والے ایک راجہ اور اس کے مہتمم دیانند جی کے شش تھے۔آخر ہمیں سکنڈ ایڈیشن خریدنی پڑی۔وہ ہم ابھی پوری پڑھ اور سن بھی نہ چکے تھے کہ آواز آئی کہ اس میں بھی غلطیاں ہیں۔ پھر ۱۸۹۱ء میں ہمیں بڑی مایوسی ہوئی جب کہ بڑے بڑے آریہ سماج کے مہاتما لوگوں نے یہ شائع کر دیا کہ لیکھرام آریہ مسافر نے ثابت کر دیا ہے کہ دیانند جی کے بھاش میں ناگری ارتھ اور بھاوارتھ غلط ہیں[1] اس لئے قابل حجت نہیں۔ان میں مہتمان مطبع کی شرارت ہے۔ہم آریہ مسافر کے علم۔ عقل۔فراست۔سنسکرت اور ویدک دانی کو بھی خوب جانتے تھے جنہوں نے مہا بھاش کی غلطیاں نکالیں اور اس بات کو بھی خوب جانتے ہیں کہ دیانند جی ۱۸۷۰ء کے اردگرد بمقام لاہور رتن چند کی کوٹھی پر اپنی سوانح عمری لکھوا رہے تھے۔اس وقت وہ نہایت لطیف برج بہاشا بولتے تھے۔میرے جیسا مسلمان پینتیس پشت کا مُسْلا بھی اس بہاشا کو خوب سمجھتا تھا۔پھر ہمارے بعض دوست آریہ سماجی وکیل بھی اس امر کے شاہد ہیں کہ یہ باتیں ہمارے مشاہدہ کی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ دیانند جی جب اپنے وطن سے نکلے ہیں تو بچے تھے اور سالہا سال راجپوتانہ اور ممالک مغربی شمالی ہندو پنجاب اور بمبئی کلکتہ کی سیر کرتے رہے اور اسی میں عمر گزاری۔باایں ہمہ کیا سوامی جی ایسے کودن تھے کہ وہ بہاشہ بھی نہیں جانتے تھے اور ایسے غبی اور ابلہ تھے کہ مطبع کی مہتمان کی شرارت کو بھی نہ سمجھ سکے اور ہمارے جیسے غریبوں کے ہزاروں روپے بھی تباہ کئے اور پھر اس قوم کی کیسی بدقسمتی ہے کہ لاکھوں روپیہ جمع کیا مگر کامل تفسیر ویدوں کی نہ لکھ سکے۔پھر قوم کی بدقسمتی سے مانس اور اس کے خلاف۔شدہی اور اس کے خلاف ایسا تفرقہ ہوا کہ اب ایک دوسرے کے تراجم بھی ناقابل اعتبار رہیں۔

ف مجھے یقین ہے کہ بہت سارے شریف الطبع اور عاقبت اندیش آریہ اس دکھ کو محسوس کرتے ہوں

[1] (دیکھو منشی رام جگیاسو کا ترجمہ رگوید بھومکا صفحہ ۴، ۷) ۱۲۔منہ

گے جو بیان کیا ہے اور امید قوی ہے کہ قوم کے ہمدرد وید کی صحیح تفاسیر شائع کریں گے کیونکہ سچا مذہب خواہ مخواہ کے تحکم اور دھینگا مشتی سے تو پیر جما نہیں سکتا۔

فقرہ یاز دہم: دہرم پال کی تہذیب کا نمونہ:۔

ان ناشایستہ اور تہذیب کش باتوں کے لکھنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ پنڈت سوامی دیانند نے اپنی تحریروں میں دعویٰ کیا ہے کہ دوسرے مذاہب کو بُرا کہنا ان کا شیوا نہیں اور بدتہذیب شخص کو وہ بہت بُرا سمجھتے ہیں۔اس نامعقول منقول سے ہمیں دکھانا منظور ہے کہ خود پنڈت جی اور ان کے سرگرم چیلے کس قدر پابند ان ہدایات کے ہوئے ہیں۔

ف

اس راہ کے آداب واخلاق کے سکھانے میں بھی قرآن کریم کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس مبارک کتاب نے تعلیم دی ہے کہ الباطل سے جنگ کرنے کے وقت اس کے قابل اکرام معبودوں اور معظم مقصودوں کی نسبت کس طریق پر کلام کرنا چاہیے جیسے فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام :۱۰۹) ترجمہ۔تم لوگوں کے معبودوں کو گالی نہ دو وہ اس کے عوض میں جہالت اور زیادتی سے اللہ کو گالی دیں گے۔اس مبارک تعلیم سے وید اور دوسری تمام کتابیں محض برہنہ ہیں۔اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں کوئی ذاتی خوبی اور جوہر نہیں۔یہ کتابیں اپنی جگہ بے زبان ہیں۔کوئی دعویٰ اپنی دلیل کے ساتھ ان میں نہیں۔ہاں! ان کے وکیلوں اور حامیوں کے مونہہ میں لاریب سیاہ زہر دار کو برہ کی دوشاخی زبانیں۔یہ لوگ پادری اور آریہ اپنی کامیابی اور ظفر اسی میں سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی عیب چینی کریں۔اپنی کتابوں اور عقیدوں کے معارف واسرار کے اظہار سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ اگر مذاہب اور ملل اس پر اتفاق کر لیں کہ تمام حامیان دین اپنے مذہب وکتاب کی خوبیوں کے بیان کرنے پر اکتفا کریں اور اس سے تجاوز نہیں کریں گے تو یقیناً اس میدان میں گوئی سبقت قرآن کریم کے ہاتھ میں ہے۔

الغرض جو شیلے نوتعلیم یافتہ دہرم پال کی شیریں کلامی کا نمونہ مشتے از خروار ملاحظہ ہو۔ ذرہ سی ساٹھ صفحہ کی کتاب اور اس میں **دھرم پال کے ناپاک الفاظ یہ ہیں** اور وہ بھی مختصر جب قرآن کے ریگستانی مسائل میری پیاس کو نہ بجھا سکے۔ جب قرآن کی خلاف از عقل باتیں میرے بے قرار دماغ کو کچھ تسکین نہ دے سکیں۔ قرآن کے بہت سے وحشیانہ اور ظالمانہ مسائل میرے نرم دل کو تسکین نہ دے سکے۔ جب قرآن کی ادنیٰ درجہ کی تعلیم میرے اعلیٰ خیالات کا ساتھ نہ دے سکی۔ صفحہ ۶ ''جب میں اس وادی ظلمت میں ادھر ادھر ہاتھ مار کر حیران وسرگردان ہو رہا تھا۔ میں عرب کے ریگستانوں سے نکل کر گنگا اور جمنا کے کنارے پر آیا۔ چاروں طرف عربی ریگستان کے مسائل سے خشک شدہ دل اور دماغ ہی نہیں ہیں'' ۔صفحہ ۷ ''میں نے قرآن اور اسلام کو سب سے نچلے درجہ پر پایا'' ۔صفحہ ۹ ''افسوس ہے ایسی گپوں کے لئے جبرائیل کے پر تھکائے جائیں'' ۔صفحہ ۳۷ ''میں نے عرصہ دراز تک قرآن کی چھان بین کی مگر مجھے موتیوں اور جواہرات کی بجائے پتھر اور کنکر ہی ملے'' ۔صفحہ ۱۰

''قرآن اور روحانیت کو دو متضاد سمتوں میں چلتے ہوئے دیکھتا ہوں'' ۔صفحہ ۱۱ ''قرآن ایک معمولی مستند کتاب سے ہی نیچے گرا ہوا ہے'' ۔صفحہ ۱۱ ''ایک مہذب شخص کی معمولی کتاب سے بھی نیچے گرا ہے۔ صفحہ ۱۱ ''قرآنی قلعہ کو قرآنی بارود نے ہی اڑا دیا ہے'' ۔صفحہ ۱۱ ''الٰہی کلام کا دم بھرنے والی کتاب میں ایسی ایسی لغویات کا ہونا سخت قابل اعتراض ہے'' ۔صفحہ ۲۱ ''میرے خیال میں حوریں محض قرآنی بیوہ ہیں'' ۔صفحہ ۲۳ ''قرآن میں دو تین باتوں کے دہرانے کے سوا اور کچھ دماغ کے اندر سے نہیں نکل سکا۔ آخر انسانی دماغ ۔انسانی دماغ ہی ہے'' ۔صفحہ ۲۳ ''یہ سب نادانوں کی باتیں ہیں'' ۔صفحہ ۲۶

''افسوس ہے ایسے الہامی قصوں پر اور افسوس ہے ایسے الہامی گپوں پر'' ۔صفحہ ۳۵ ''مگر قرآن نے اپنے بڑے بھائی سے (پران) ذرا قدم آگے رکھا'' ۔صفحہ ۳۶ ''افسوس ہے کہ قرآن جیسی ام الکتاب بجائے الہامی کتاب ہونے کے اس قسم کی گپوں سے **ام الگپاپ** بن رہی ہے'' ۔صفحہ ۴۰ ''بہشت کے بارے میں جو قرآن کی تعلیم ہے وہ اور بھی مکروہ اور گھناؤنی ہے۔ سچ پوچھو تو قرآنی تعلیم نے

بہشت کو وہ خراب خانہ بنا دیا ہے کہ جہاں جانا بھلے مانسوں کا کام تو ہرگز نہیں ہے''۔صفحہ ۲۶ ''مگر میں اتنی بڑی گپوں اور خلاف از قانون گپوں کو ہرگز نہیں مان سکتا''۔صفحہ۴۳ ''یہاں تو پرانوں سے بھی بڑھ کر لیلا موجود ہے۔''صفحہ۴۳

''الہامی گپوں کا گھر ہے''۔صفحہ۴۴ ''قرآن اور پران ہم وزن ہونے کے علاوہ فرضی قصّوں کہانیوں سے کس قدر بھرے ہیں۔سچ پوچھو تو دونوں سگے بھائی ہیں اور دونوں ہی زمانہ جہالت میں پیدا ہوئے''۔صفحہ۴۶ ''مگر قرآن کا بخیہ معلوم نہیں کون ادھیڑ دے گا''۔صفحہ۴۸ ''ماننے والے بھی ہوں تو اہل قرآن ہی ہوں جو پہلے قانون قدرت اور عقل سلیم کو پاگل خانے کے داروغہ کے ہاتھ گروی کر دیں''۔صفحہ۳۵ ''خدا فریب کرتا ہے دھوکہ بازی کرتا ہے''۔صفحہ۱۴

''خدا بڑا لڑاکا ہے''۔صفحہ۱۴ ''اس سے بڑھ کر مکروہ تعلیم اور کیا ہوگی''۔صفحہ۱۵ ''کیا خدا کی غفاری قیامت کے دن اڑ جائے گی اور سنگ دل ہو جائے گا۔مگر خدا کے کان بہرے ہو گئے ہیں کچھ نہیں سنتا''۔صفحہ۱۵،۱۶ ''خدا کو شیطان کا شیطان بنا دیا گیا ہے''۔صفحہ۱۷ ''خدا بھنگڑوں کا بھنگڑا جہاں بھنگی بھنگ پی کر ایک دوسرے کو مخول کرتے ہیں وہاں خدا بھی بیچ میں آ کودتا ہے اور ویسا ہی بھنگڑا پن شروع کر دیتا ہے''۔صفحہ۱۷ ''قرآن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح ایک عورت کے رحم میں بھی جا سکتی ہے اور خون حیض کھا سکتی ہے اور نو مہینے غلاظت میں پڑی رہ کر برسوں تک انسانی جامہ میں ہو کر بذریعہ پھانسی نجات پا سکتی ہے''۔صفحہ۱۹ ''یہ کتنی بڑی گپ بلکہ گپ کا بھائی گپوڑا ہے''۔صفحہ۴۵ ''بھلا خدا بھی کنکریاں روڑے مارا کرتا ہے۔روڑے مارنا نادان بچوں کا کام ہے نہ کہ عقل مندوں کا''۔صفحہ ''خدا خود دوزخ میں جاوے''۔صفحہ ''عورتوں کو محض جذبہ مخصوصہ کی سیری کا سامان تصور کیا گیا''۔صفحہ ۵۵ ''معلوم نہیں عربی خدا نے عربوں کی کیوں تقلید کی''۔صفحہ۱۸ ''کیا وہ پاگل ہو گیا تھا''۔صفحہ۱۸ ''اب سزا کس کو ملے۔خدا کو یا شیطان کو''۔صفحہ۲۰

''اب خدا کو دوزخ میں ڈالا جاوے یا جس نے خدا پر یہ من گھڑت الزام لگائے''۔صفحہ۲۰ ''چاہیے کہ خدا خود دوزخ میں پڑے ان کے سمجھانے کو نبی بھیجنا سراسر حماقت ہے''۔صفحہ۲۰

’’اس کے حضور خاصہ اورنگ زیبی دربار لگا ہے‘‘۔صفحہ۲۰’’مذکورہ بالا چند باتیں قرآنی خدا کے بارے میں ہیں جن کو پڑھ کر قرآنی خدا کا اندازہ لگ سکتا ہے کہ وہ کیا بلا ہے اور کس دماغ نے اس کو گھڑا ہے‘‘۔صفحہ۲۱’’خدا کی اور کند ذہنی دیکھئے قرآن میں آدم کی بیوی کا نام بھول گیا‘‘۔صفحہ۲۲ ’’خدا بھی فصلی بٹیروں کی طرح ایک خاص موقع پر ادنیٰ گھر میں ہوتا ہے‘‘۔صفحہ۳۳’’گپ ہانک دی ہے‘‘۔صفحہ۳۹

’’قرآنی بابا آدم کوئی نئی بلا نہیں ہے‘‘۔صفحہ۲۱’’آدم کی بیوی کیونکر پیدا ہوگئی۔خدا کے ہاں سے نطفہ نازل ہوا یا کسی فرشتے نے آدم کو حمل ٹھہرایا۔کیا پھر آدم کا بچہ دان گم ہوگیا۔اب آدم کو مذکر کہیں یا مؤنث‘‘۔صفحہ۲۲۔

فقرہ دوازدہم: ہمارے مکرم معظم دوست سید تفضّل حسین ڈپٹی کلکٹر جب آخر کے اوراق چھپ رہے تھے۔قادیان میں تشریف لائے اور اس رسالہ نورالدین کو پڑھا اور فرمایا کہ سوال نمبر ۲۸ کا جواب ادھورا رہ گیا۔میں نے عرض کیا کہ ہر ایک پہلو پر گفتگو کرنا اور اس میں توسیع اس مختصر رسالہ کی شان نہیں۔**اکملت لکم** اور **اتممت** کی صداء کے لئے انسان کامل چاہیے مگر ان کی خاطر ایک طرف اور دیباچہ کا آخری صفحہ خالی نظر آیا۔ایک طرف اس واسطے یہ چند سطور گذارش ہیں۔

’’سوال ہے کہ اسپین۔افریقہ اور ہند مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔اگر اسلام کے لئے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے تو کیوں اس وقت جب یہ بلاد ہاتھ سے نکلے فرشتے نازل نہ ہوئے‘‘؟

میں کہتا ہوں۔اسلام سچ۔قرآن کریم سچ ہے۔پس جو کچھ ہوا قرآن کی تصدیق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (یونس :۱۵) ترجمہ۔پھر کیا ہم نے تمہیں اس زمین میں جانشین ان پہلی قوموں کے بعد، انجام یہ ہوگا کہ ہم دیکھیں گے تم کس طرح کے عمل کرتے ہو اور عملوں کے متعلق تو بڑی بحث ہے کہ وہ کیا کیا عمل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ملک بخشتا ہے اور

ان کی تفصیل ایک مجلد چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور وحدت کو پسند فرماتا ہے۔ وحدت ہی پر بڑے بڑے انعام مرتب فرماتا ہے۔مسلمانوں کواس نے اوّل تو ارشادفرمایا ہے جو قرآن کریم میں ہے۔وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا(آل عمران:۱۰۴)

ترجمہ۔الٰہی رسن (قرآن) کے ساتھ اکٹھے ہوکر اپنا بچاؤ کرو اور الگ الگ نہ ہونا۔اس آیت کریمہ میں ایک حکم ہے کہ ایسا کرواور دوسری نہی ہے کہ ایسانہ کرو۔امروحکم میں ارشاد ہے کہ ایک ہوجاؤ۔پس شخصی وحدت تو یہ تھی کہ ہرایک انسان کا دل وزبان اوراس کے تمام اعضاء میں باہم وحدت ہو۔ایسا نہ ہو کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ اور آنکھ کچھ اشارہ کرتی ہے اوراعضاء کچھ اور کہتے ہیں اورقومی وحدت یہ تھی کہ باہم ایسے تنازع نہ ہوتے۔امانت جسے رعایا کہتے ہیں۔ عام تکلیف نہ پہنچتی بلکہ اس امانت الٰہیہ کو ہرطرح آرام وراحت ملتی اورخودغرضی اور لالچ دینا جو راس کل خطیئة ہے۔پھوٹ کا موجب نہ ہوتا مگراس اسلامی حکم پرعمل درآمد نہ ہوا تو حسب فرمان الٰہی جوقرآن میں ہے۔وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال :۴۷)اس کا معنی ہے اورآپس میں تنازع مت کرو اگر کروگے تو پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت۔ طاقت۔رعب۔نفاذحکم) بگڑ جائے گی۔سوحکم کی خلاف ورزی کا صحیح نتیجہ نکلا۔نہی کا منشاء تھا کہ باہم پھوٹ نہ کرنا۔پس جب نہی کی خلاف ورزی ہوئی۔اس کا ثمرہ ملا۔اب بھی بعض ریاستیں صرف اس لئے قائم ہیں کہ برباد شدہ ریاستوں کی وجوہ بربادگی بیان کریں مگراسلامی یک جہتی۔وحدت کتاب۔وحدت کلمہ۔وحدت اعمال ضروریہ اورظہورامام واحد یقین دلاتا ہے کہ بہار کے دن ہیں وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔کیا روز افزوں ترقی کو ہرروز ہم نہیں دیکھتے۔دیکھتے ہیں اورآنکھوں کوٹھنڈا کرتے ہیں کہ اسلام کا انجام بخیر ہے۔

نور الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازطرف تارک اسلام

سوال نمبرا۔ خدا کو معمولی آدمی تصور کر کے اس میں منجملہ چند صفات حسنہ کے وہ تمام صفات بھی بھرے ہوئے دکھائے گئے ہیں جو کسی ادنیٰ سے آدمی میں پائے جاتے ہوں مثلاً مکار۔فریبی۔مکاروں کا مکار۔فریبیوں کا فریبی۔اس کا ثبوت ہے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (آل عمران:۵۵)

الجواب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق اعلیٰ درجہ کے صفات اور اسمائے حسنیٰ بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۲) اللہ کی مانند کوئی شئے ہی نہیں۔

۲۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (النحل:۷۵) اللہ تعالیٰ کے لئے مثلیں نہ بنایا کرو۔

۳۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (الواقعۃ:۷۵) تو اپنے عظمت والے رب کے نام کی تقدیس کر۔

۴۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (الاعلیٰ:۲) تو اپنے اعلیٰ رب کے نام کی تقدیس کر۔

۵۔ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (طٰہٰ:۱۳۱) بےعیب۔پاک اپنے رب کی تنزیہ کر ساتھ اس کی حمد کے

۶۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:۱۸۱) اللہ کے اچھے نام ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارا کر۔

۷۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الفاتحۃ :۲) ہرقسم کی حمد اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کے ابتدا میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ [۱] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (الفاتحۃ :۱تا۴)

اورقرآن کریم کے آخر میں ہے۔

[۲] قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص :۲تا۵)

اور بالکل آخر میں ہے۔

[۳] قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ (الناس :۲تا۴)

جائےغور ہے کہ ایک کتاب جو خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے پاک اور بے عیب اسماء اور خوب صورت صفات کے اطلاق اور منسوب کرنے کی تعلیم دے ایک عقل مند کیونکر تصور میں بھی لاسکتا ہے کہ وہی کتاب اسی قدوس خدا کی نسبت معاً اپنے اندر ایسے اسماء اور صفات مندرج کرنا گوارا کرے گی جو

---

[۱] سب صفات کاملہ اللہ ہی کے لئے ہیں۔سارے جہانوں کا رب۔بے مانگے دینے والا اور محنت کو نہ ضائع کرنے والا۔مالک وقت جزا وسزا کا۔

[۲] تو کہہ دے کہ وہ ہست جس کا نام اللہ ہے تمام کمالات سے موصوف تمام بدیوں سے منزہ معبود (پوجنے)ایک ہے(ذات میں یکتا صفات وافعال میں بے ہمتا) اللہ اصل مقصود و محتاج الیہ سردار۔نہ کسی کو اس نے جنا اور نہ کسی سے جنا۔کوئی بھی اس کے جوڑ کا نہیں۔

[۳] تو کہہ دے حفاظت چاہتا ہوں تمام لوگوں کے رب سے تمام لوگوں کے بادشاہ سے تمام لوگوں کے ایک ہی معبود سے۔

اس کی اس تعریف اور تجدید سے سخت مخالف اور مناقض پڑے ہوں جو اس نے خدا تعالیٰ کی ذات کی نسبت کی اور ایک جہاں کو اس کی طرف دعوت کی ہے۔ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ایک عظیم الشان امر ہے جس کی پابندی تمام دنیا سے چاہی گئی ہے با ایں ہمہ وہی کتاب پسند کرتی ہے یا بلفظ دیگر یوں کہو کہ اپنی دیوانگی کا ثبوت دیتی ہے کہ خدا کو گھنونے اور ناپاک ناموں سے بھی پکارا کرو؟۔

ایسی صریح تناقض اور دیوانہ پن کی تعلیم سے سب سے اول نفرت سے گریز کرنے والے وہ لوگ ہوتے جو اس تعلیم کے پہلے مخاطب تھے اور جن کے فہم کی جودت اور ذکاوت دانش مند دنیا میں ضرب المثل ہے مگر وہ اس لغت کو خوب سمجھتے تھے جس میں خدائے قدوس نے ان سے خطاب کیا۔ اس لئے وہ ہر لفظ کو اس کے درست محل میں اتارتے تھے۔ افسوس! تارک اسلام نے نہ صرف کورانہ تعصب کا ثبوت دیا ہے بلکہ اس نکتہ چینی سے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس آریہ قوم کو لغت اور محاورہ لسان عرب کے سمجھنے سے کس قدر دوری ہے۔ اگر تارک اسلام میں ذرا بھی حق بینی اور حق فہمی کا مادہ ہوتا تو پہلا سوال اس کے دل میں یہ پیدا ہونا چاہیے تھا کہ لفظ مکر اور کید اور ایسے الفاظ کے معانی لغت عرب میں تلاش کرنے چاہئیں اور یہ بھی ضروری بات ہے کہ قرآن کریم کی وجاہت اور صاف دعوے اور عام اور بین تعلیم اور عام اصول اور واضح عرف کو مدنظر رکھ کر ان الفاظ کی حقیقت اور مغز کی پیروی کرنی چاہیے مگر افسوس خودغرض جلد باز نے ایسا نہیں کیا! بلکہ اس منشاء اور معنی کو لیا ہے جو ہندوستان اور پنجاب کی وکیبلری نے ان الفاظ کو زبردستی سے بخشا ہے۔ بہادر اور جری قوم عرب کے الفاظ کے معنے ہند کی کمزور دل مغلوب و مفتوح قوم کی ڈکشنری میں ڈھونڈنے اور ان پر حصر کرنا سچے علوم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ہندو پنجاب نے لفظ مَکر کے جو معنے کئے وہ ان کے اپنی فطرتوں اور بزدل طبیعتوں کے سچے عکس اور نتائج ہیں۔ عربی لسان میں ان کا وہ مفہوم نہیں۔ عربی زبان میں ان کا وہ مفہوم ہے جو ان کی واضح اور بہادر فطرت کے مطابق ہے اور اس کے عمل درآمد پر رسول کریم ﷺ اور صحابہ کی زندگی سچا گواہ ہے اور جسے ہم عنقریب عرب کی

معتبر لغت سے پیش کرتے ہیں۔

اب خدا ترس ناظرین پر ہم اس امر کا فیصلہ موقوف رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے عام اصول اور حمد الٰہی کو مدنظر رکھ کر اور لغت عرب سے مشورہ لے کر فرمائیں کہ کہاں ہیں وہ گندے فقرے اور ناپاک معنے جو تارک اسلام نے لکھے ہیں؟

اور سنو! مکار کا لفظ اور باقی آپ کے الفاظ اگرچہ قرآن مجید میں قطعاً نہیں مگر وید میں اوم[1] کے آخری لفظ کو آپ کے یہاں مکار کہتے ہیں۔ اور وہ بھی آدھا مکار۔ ہوش کرو ترک کرنا تو اس کتاب کا جس میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ہو اور لینا اس کتاب کا جس کی ابتدا میں تیسرے حرف مکار کے بعد اگنم ایڑے ہے پروہتم ہے۔

پھر تارک اپنی کھلی چھٹی میں لکھتا ہے کہ ''ہم لغت اور مفسرین کی تاویلیں نہیں مان سکتے'' بہت اچھا تو آدھا مکار۔ اور اگ۔ نی۔ کیسا صاف لفظ ہے جس کے معنے پنجابی سے اردو میں ''آدھے مکار'' اور ''او اگ'' کے ہیں۔ پنجابی زنانہ بولی میں یوں ہوا ''اگ۔ نی۔ اڑئے'' نیز اگنی تیسرے خاوند کو کہتے ہیں تو بتاؤ کیا یہ معنے درست ہیں۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۱۵۳

آپ کے اس قاعدہ کے موافق آپ کا حق نہیں کہ لغت وید سے۔ برہمنوں اور مہا بھاش تفسیر سے ہمیں جواب دیں۔ پھر گائتری کے ابتدا جو بھور۔ بھوہ، سُوہ ہے اس کی تشریح لغت اور تفسیروں سے تو کرنی نہیں چاہیئے اس لئے کہ یہی آپ نے قاعدہ باندھا ہے۔ اب بولو کہ پنجابی میں یہ کیا الفاظ ہیں پھر اس کا آخری نام بظاہر سُوَہ ہے جس کو اردو والے راکھ کہتے ہیں۔ کیا پرمیشر سُوَہ ہے۔ پس سوچو! تمہارا طریق بحث کے ساتھ غلط ہے اور حق طلبی سے کس قدر دور۔

ستیارتھ پرکاش میں پنڈت دیانند نے جن جن رنگوں سے اس قسم کے الفاظ کو توجیہات کی کرسی پر بٹھایا ہے وہ کارروائی اس کے لئے اور اس کے جانشینوں کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ کس طرح

---

[1] اس لفظ پر سوال نمبر ۱۱۶ میں تفصیل ہے ۱۲

وہ ایسے الفاظ پر منہ آتا ہے جب دوسری کتابوں میں انہیں پاتا ہے مگر انہیں وید میں پاکر کس طرح بناتا ہے۔ برخلاف اس قاعدہ کے جو تارک نے پیش کیا ہے۔ ستیارتھ کے مستند ترجمہ منجانب پرتی ندھی سبھا میں تو لکھا ہے ''ویاکرن (علم اللسان) نرُکت (وید کے لغات) برہمن گرنتھ (قدیمی تفاسیر وید) سوتر وغیرہ رشی سینوں کی شرحوں سے'' اگنی وغیرہ ناموں کے مقدم معنے سے پرمیشر ہی مفہوم ہوتا ہے۔

اب اے تارک دیکھ! تمہارے ہادی تو علم اللسان۔ لغات۔ تفاسیر۔ یادداشتوں اور بزرگوں کے اقوال کو پسند کریں اور تم ناپسند کرو۔

تحقیقی جواب

مفردات راغب[1] عربی کی مستند لغت قرآن میں لفظ ''مکر'' کے نیچے لکھا ہے:

۱۔**المکر. صرف الغیر عما یقصده بحیلة**۔ مخالف کے مقاصد کو تدبیر سے روک دینا مکر ہے۔

ابن الاثیر[2] جس نے لغت قرآن وحدیث پر کتاب لکھی ہے لکھتا ہے۔

۲۔**(مکر الله). ایقاع بلائه باعدائه دون اولیائه** ۔ الٰہی مکر کے معنے ہیں مخالفان الٰہی پر عذاب کا ڈالنا اور مقربوں کو ان عذابوں سے بچانا۔

لسان العرب میں ہے جو عربی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے۔

۳۔**المکر احتیال فی خفیة** یعنی مخفی تدابیر کو مکر کہتے ہیں۔

بلکہ قرآن کریم نے ان معانی کی خود بھی تفصیل فرمائی ہے جہاں فرمایا ہے۔

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ

---

[1] یہ بے بہا کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابن الاثیر کے نہایہ لغت قرآن وحدیث کے حاشیہ پر مصر میں طبع ہوگئی ہے **والحمد لله رب العالمین**۱۲

[2] یہ کتاب علیحدہ اور مع مفردات راغب اور تقریب النہایہ مصر میں چھپ گئی ہے۱۲

يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (الانفال:۳۱)

یعنی جب تیرے مقاصد کو ان لوگوں نے جو منکر ہوئے تدابیر سے روکنا چاہا اس طرح پر کہ تجھے قید کر لیں یا تجھے قتل کر دیں یا وطن سے تجھے نکال دیں اور وہ تدبیریں کرتے ہیں اور کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے اور کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان مخالفوں کی تدبیروں پر غالب آنے والا اور اس کی تدابیر ہمہ خیر ہوتی ہیں۔

اور دوسرے معنی کے لحاظ سے آیت کے معنے یہ ہوئے:

جب منکر تجھے بلاؤں میں پھنسانے لگے کہ تجھے قید کر لیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں اور پھنساتے ہیں اور پھنسائیں گے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بھلا ہے اپنے مقربوں کے بچانے اور دشمنوں کے عذاب دینے میں۔

تیسرے معنی کے لحاظ (مخفی تدبیر) سے آیت کے یہ معنے ہوئے۔

جب مخفی تدبیر کر رہے تھے تیری نسبت وہ جو منکر ہوئے کہ تجھے قید کر لیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں اور مخفی تدبیر کرتے ہیں اور کریں گے اور اللہ مخفی تدبیر کرتا ہے اور اللہ بہت ہی بھلا مخفی مدبّروں میں سے ہے۔

مکر کا لفظ بلا اضافت عام مفہوم رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں شریروں کے ارادوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہاں مَكْرَ السَّيِّءِ یعنی مکر بد کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مکر بُرا بھی ہوتا ہے اور بھلا بھی۔ اس میں قرآن کریم کا خود ارشاد ہے۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (الفاطر:۴۴) اور برے منصوبے کرنے والوں کا وبال خود ان ہی پر پڑتا ہے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (النمل:۵۲)

پس تو دیکھ کہ ان کے منصوبوں کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے ان سب کو مع ان کی قوم کے تباہ کر دیا۔

اور مفردات راغب میں ہے۔

و ذٰلک ضربان مکر محمود وھو ان یتحری بذٰلک فعل جمیل وعلیٰ ذٰلک قال اللہ تعالیٰ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ. و مذموم وھو ان یتحری بہ فعل قبیح قال اللہ تعالیٰ وَ لَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَہۡلِہٖ

اور مکر کی دو قسمیں ہیں ایک مکر محمود ہے جس سے نیک اور عمدہ کام کا قصد کرنا مقصود ہے چنانچہ ان ہی معنوں سے خدا تعالیٰ نے اپنی نسبت فرمایا وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ۔ اور دوسری قسم مکر مذموم ہے یعنی برے فعل کا ارادہ کرنا ہے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے وَ لَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیُٔ الخ

اصل بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے اقوام عرب کو عبادات الٰہیہ کی طرف بلایا اور بت پرستی اور بد چلنی کے اقسام سے روکا اور باہمی خانہ جنگیوں سے ہٹا کر ان میں وحدت واتحاد کی روح پھونکنی شروع کی۔ اس پر مشرک نادان احمقوں نے آپ کے مقاصد کے برخلاف بڑی بڑی تدابیر شروع کر دیں اور آپ کو اس پاک ارادہ سے ہٹانا چاہا اور آپ کو اور آپ کے احباء کو دکھ دیئے اور مخفی تدابیر سے اسلامی کارخانہ کو نابود کرنا چاہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی وطمانیت بخشی کہ تیرے مقاصد ومطالب کو کوئی نہیں روک سکتا اور یہ لوگ ناکام رہیں گے اور ان کی مخفی تدبیریں خود ان پر الٹ پڑیں گی۔

ایک اور جگہ قرآن کریم نے اس واقعہ کا بیان فرمایا ہے جہاں نبی کریم ﷺ کا یہ قول حکایت کیا ہے۔ ہَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ (المائدۃ :۶۰) اے مخالفو! تم اسی سبب سے ہم سے بیزار ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آریہ لوگ ہم سے جینیوں اور وید کی شراح ساکتوں کا بدلہ لیتے ہیں جنھوں نے انہیں مکار کہا ہے۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۵۲۹۔ ''مکاروں کے بنائے ہوئے وید ہیں'' وید کے بنانے

والے مکار تھے۔صفحہ۵۳۲۔

جن لوگوں نے لیکھرام کی کتابوں کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ تارک مرتد نے تنقیہ دماغ صفحہ۱۰۸ سے یہ نابکار اور لغو نکتہ چینی سیکھی ہے اور گریجوایٹ ہونے پر سخت بدنما داغ لگایا ہے۔

سنو! وہ تمام صحیح صفات الٰہیہ جس کو ستیارتھ کے مصنف نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

سوال نمبر۲۔''خدا فریب کرتا ہے۔دھوکہ بازی کرتا ہے۔''

جواب نمبر۲۔پہلے اعتراض ہی کو دوسرے لفظوں میں تم نے ادا کیا ہے غالباً نمبروں کا ایزاد مطلوب ہوگا یا کوئی اور امر اس کا باعث ہے۔

کید کے متعلق مفردات راغب میں ہے **الکید ضرب من الاحتیال. وقد یکون محموداً ومذموماً وکذلک الاستدراج والمکر.**

لسان العرب میں ہے۔**الکید. المکر وکل شئی تعالجه فانت کیده والاحتیال والاجتهاد وبه سمیت الحرب کیداً والتدبیر بباطل او بحق۔**

کید کے معنے مکر ہوئے اور مکر کے لفظ پر ہم سوال اول میں بحث کر چکے ہیں تو اس سوال کا کرنا ہی لغو ہوا۔قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (الطارق:۱۶تا۱۸)

تحقیق منکروں نے تدابیر۔حیلہ۔کوشش اور جنگ خطرناک کرنا ہے اور میں بھی تدابیر۔حیلہ۔کوششیں اور جنگ کروں گا۔پس تو چھوڑ دے منکروں کو۔انہیں چھوڑ دے تھوڑی دیر کے لئے۔

اورلسان العرب میں کید کے معنے ارادہ کے بھی ہیں پس معنی ہوئے تحقیق یہ منکر ارادے کریں

گے بڑے ارادے اور میں بھی[۱] ارادہ کرتا ہوں بڑا ارادہ۔ باقی ترجمہ بالا رہا۔ ان دعووں اور تحدّیوں کو دیکھو کس طرح پورے اور حرفاً پورے ہوئے۔ مخالفان اسلام نے کیسے کیسے خطرناک ارادے۔ تدابیر۔ حیلے اور کوششیں اور بڑے بڑے جنگ اسلام کو دنیا سے اٹھا دینے کے لئے کئے اور کس طرح اقوام عرب۔ یہود۔ مسیحی۔ مجوس اور خود وہ قوم جو نبی کریم کی ہم شہر اور رشتہ دار تھی جان توڑ کر سعی کر رہی تھی مگر الٰہی ارادہ نے کس طرح سب کو خاک میں ملا دیا لیکن اس کے خلاف غور تو کرو! تبت میں آریہ سے ڈشٹوں نے جنگ کی مگر آریوں کی تمام شلپ وڈیا (فنون جنگ کا علم) بیکار ہوگئی اور آخر وہ ملک چھوڑ کر غیر ملک انڈیا میں ان کو آنا پڑا اور اب تک پھر وہ تبت کا ملک فتح نہ ہو سکا۔ بخلاف اس معاملہ کے بانی اسلام سے جن منکروں نے تدابیر اور ارادہ بد سے مقابلہ کیا وہ سب ملیا میٹ ہو گئے۔ اب دیکھ لو کہ تمام بلاد عرب اور اس کے نواحی میں اسلام کا جھنڈا لہراتا ہے جیسے قرآن کریم نے فرمایا:[۲] اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (الفیل :۳)

اس آیت پر سوال نمبر ۱۱۶ کے دوسرے حصہ میں مفصل بحث ہے۔

سوال نمبر ۳۔ ''فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (البقرة:۱۱) روحانی بیماری بڑھاتا اور عذاب بھی دیتا ہے۔ یہ بے رحمی اور ظلم ہے۔''

جواب ۳۔ انسان کو تمہارے دیانند نے خودمختار مانا ہے۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۵۰ اور سزاؤں میں تابع مرضی الٰہی قرار دیا ہے۔ دیکھو صفحہ سابق اور نویں سملاس کے نمبر ۳۸ صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے کہ ''جیو یکساں ہیں مگر پاپ اور پن کی تاثیر سے ناپاک اور پاک ہوتے ہیں''

پھر لکھتا ہے ''جب پاپ بڑھ جاتا ہے اور پن کم ہوتا ہے تو انسان کا جیو حیوان وغیرہ نیچے درجہ کا جسم پاتا ہے'' تو اب آپ انصاف سے کہیں کہ روحانی امراض کا نتیجہ نیک ہوا یا بد ہوا؟

---

۱ جیسے وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ میں ہے ان کو کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔۱۲

۲ کیا نہیں کر دیا ان کی تدابیر کو انہیں کے ہلاک کا باعث۔

اگر بدکاری، نافرمانی اور شرارت کا بدلہ نیکی حاصل ہوتو تمام لوگ چاہیے کہ بدکاری کریں تا کہ نیک ثمرات حاصل کریں مگر ایسا نہیں ہوتا۔

تحقیقی جواب

اصل بات یہ ہے کہ جب ہمارے نبی کریم اور رسول رؤف رحیم ﷺ مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو چند دشٹ۔ منافق۔ دل کے کمزور جن میں نہ قوت فیصلہ تھی اور نہ تاب مقابلہ آپ کے حضور حاضر ہوئے اور بظاہر مسلمان ہو گئے اور آخر بڑے بڑے فسادوں کی جڑ بن گئے۔ وہ مسلمانوں میں آ کر مسلمان بن جاتے اور مخالفان اسلام کے پاس پہنچتے تو مسلمانوں کی بدیاں کرتے جہاں سے آپ نے یا آپ کے کسی پیشوا نے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (البقرۃ :۱۱) کا فقرہ نقل کیا ہے۔ وہاں یہ سارا ماجرا مفصل لکھا ہے۔ اس شریر گروہ کے متعلق یہ آیت ہے جس کو آپ نے نقل کیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سردست جماعت اسلام تعداد میں بہت ہی قلیل اور تھوڑی سی ہے اور مسائل اسلام بھی جو پیش ہوئے ہیں بہت کم ہیں۔ یہ بدبخت منافق اگر اس قلیل جماعت کے سامنے تاب مقابلہ نہیں لا سکتے اور اپنے دل کی مرض سے بزدل ہو کر مسلمانوں کی ہاں میں بظاہر ہاں ملاتے ہیں تو یاد رکھیں ان کا یہ کمزوری کا مرض اور بڑھے گا کیونکہ یہ جماعت اسلام روز افزوں ترقی کرے گی اور یہ موذی بدمعاش اور بھی کمزور ہوں گے اور رہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نیز اسلام کے مسائل روز بروز ترقی کریں گے جب یہ لوگ تھوڑے سے مسائل کا فیصلہ نہیں کر سکتے تو ان مسائل کثیرہ کا کیا فیصلہ کر سکیں گے جو یوماً فیوماً روز افزوں ہیں بہر حال ان کا مرض اللہ تعالیٰ بڑھائے گا اور اسلام کو ان کے مقابلہ میں ترقی دے گا۔ ہاں رہی یہ بات کہ یہ سزا ان کو کیوں ملی تو اس کا جواب بھی سچ ہے کہ ان کے اپنے اعمال کا بدنتیجہ تھا اس میں قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ :۳۱) یعنی

تمہیں ہر ایک مصیبت اپنے ہاتھوں کی کرتوت کے سبب سے پہنچتی ہے۔ عمدہ غذا، ہوا اور بہار کا مزہ تندرست کو ملتا ہے نہ بیمار کو۔ یہ قانون قدرت ہے۔

سوال نمبر۴۔ خدا بڑا الڑاکا ہے۔ بھلا جب خدا ہی لڑاکا ہو گیا تو پھر زمین پر صلح و امن کون قائم کر سکتا ہے۔ لڑاکا شخص خدا کو بھی لڑاکا کہہ سکتا ہے۔

الجواب۔ پھر اگر تمہارا پرمیشر لڑاکا نہیں تو اس کا نام رُدّر کیوں ہے۔ رُدّر کے معنے ہیں رلانے والا۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۱۹۔ اور بتاؤ تو سہی کہ باہم لڑنے والے حیوان و انسان کس نے بنائے۔ اگر وہ لڑاکا نہیں تو یہ احکام آپ کے وید میں کس نے بیان کئے۔

''کشتری لوگوں کے واسطے جنگ کے موقع پر ایک ہاتھ سے روٹی کھاتے اور پانی پیتے جانا اور دوسرے ہاتھ سے دشمنوں کو گھوڑے۔ ہاتھی۔ گاڑی پر سوار ہو کر یا پیادہ مارتے جانا اور اپنی فتح کرنا ہی آچار اور مفتوح ہو جانا اناچار ہے'' پھر اس پر چَو کے کی کچھ مذمت بھی کی ہے دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۵۵

اور خاص الخاص ارشاد وید کا یہ ہے جو دشمنوں میں پھوٹ ڈلوانے کی تاکید پر مشتمل ہے۔

''سبھا[۱] دہکش کو چاہیے کہ شانتی[۲] بچن[۳] کہنے دشٹوں[۴] کو ڈنٹ[۵] دینے اور شستروں[۶] کو پرسپر پھوٹ کرانے کی کریا[۷] یونسی نیتی[۸] کو اچھے پرکار پراپت ہو کے پرجاجنوں کے دکھ کو نت دور کرنے کے لئے اوم کرے'' رگوید بھاش صفحہ ۱۶۶۱

اب بتایئے پھوٹ ڈلوانا لڑاکوں کا کام ہے یا نہیں؟ اور یہ وید کا ارشاد ہے یا نہیں۔ ''سبھا دہکش آدمی راج پرشوں (بادشاہ سپہ سالار سے لیکر تمام ممبران سلطنت) اور پرجا کے منشوں (رعایا کے لوگوں) کو چاہیے کہ جس پرکار اگنی آدی پدارتھ (آگ اور آگ جیسے سامان) بَن آدی کو (جنگل وغیرہ کو) بھسم (خاکستر) کر دیتے ہیں ویسے ہی دکھ دینے والے شترو جنوں کے بناش (تباہ) کے

---

[۱] سپہ سالار۔ [۲] چکنی چپڑی۔ [۳] بات۔ [۴] بُروں کو [۵] سزا۔ [۶] مخالفوں۔ [۷] افعال۔ [۸] سیاست۔

لئے اس پرکار (طرح) پرتین (کوشش) کریں‘‘ رگوید بھاش صفحہ ۷۰۷۔

’’جیسی بجلی میگھ (بادل کے اڈّیو بدلوں کو تیکھن بیگ سے چھن بھن اور بھومی پر گیر کر اسکو وش میں کرتی ہے ویسے ہی سبھا سینا دھکش (سپہ سالار فوج) کو چاہیے کہ بدھی شریر[1] ہل[1] وسینا[2] کے بیگ[3] سے شتر[4] وجن کے بیگ چھن بھن اور شتروں کے اچھے پرکار ہار[7] سے پرتھوی[8] پر گرا کر اپنی سمتی[9] میں لاویں‘‘ رگوید بھاش صفحہ ۶۱۶

اسی طرح صدہا بار اس بات کا تکرار کیا ہے اور لڑائی کی تاکید کی ہے پس جو لڑائی سے نفرت کرتا ہے وہ ہرگز اس ویدک تعلیم کو دیکھ کر وید کے نزدیک نہ جاوے جیسے پال۔

تحقیقی جواب

بـأس کے معنے عربی زبان میں عذاب کے ہیں قاموس میں ہے **البـاس العذاب** اور دوسرا لفظ آپ کے سوال کی حوالہ کردہ آیت میں تنکیل ہے اور قاموس میں ہے۔ **نـكـل به تنكيلا صَنَعَ به صَـنُـعـاً يـحذ** وغیرہ۔ ایسے طور سے بدکار کو سزا دینا کہ دوسرں کو عبرت ہو۔ اس کا ثبوت نیچر میں موجود ہے۔ کیا صاف ظاہر نہیں کہ ایک زانی۔ بدکار۔ بدکاری اور زنا کرتا ہے اور آتشک کے خطرناک نتائج میں گرفتار ہوتا ہے۔ بدکاری کی سزا دینا اور آتشک کے خطرناک دکھوں میں مبتلا کرنا خود بدکار کے لئے عاقبت اندیشی کا سبق اور دوسروں کے لئے مقام عبرت ہے۔ غرض وید کا خدا بھی لڑاکا ہے اور قرآن کا خدا بھی لاکن ایک کامیاب اور دوسرا ناکام ہے۔

سوال نمبر ۵۔ ’’خدا لوگوں میں دشمنی ڈال دیتا ہے اور قیامت تک باہمی کینہ پھیلا دیتا ہے‘‘

الجواب۔ اس کے متعلق دیکھو نمبر ۱۲۔ اور حقیقی جواب یہ ہے کہ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (المـائدة:۶۵) کے ماقبل ایک ہدایت کا پاک کلمہ آپ نے ترک کیا تو آپ نافہمی کی مرض میں مبتلا ہوئے اور وہ کلمہ یہ ہے۔ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا

---

[1] طاقت۔ [2] اور فوج۔ [3] زور۔ [4] مخالف۔ [5] زور۔ [6] تباہ۔ [7] شکست۔ [8] زمین۔ [9] جماعت

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (المائدة:۱۵)

کیا معنے ؟ جب لوگوں نے ترک کر دیا اس پاک راہ کو جس کی ان کو تعلیم دی گئی تھی تو پھر ہم نے ان میں باہمی عداوت اور بغض کو مسلط کر دیا۔ بھلا شیر اور اس کے شکار، بلی چوہے کا خالق کوئی صلح کرنے والا ہے یا لڑاکا۔ جو کوئی قوم باہمی محبت و نیکی و ہمدردی و اخلاص اور دوستانہ برتاؤ کی تعلیم کو ترک کر دے اور نہ مانے تو ان میں باہمی عداوت و بغض لابدی ہے یا نہیں۔ آریہ سناتن دھرم کے مدعیوں کے درمیان آریہ بدھوں، آریہ جینیوں۔ آریہ اور مسیحی لوگوں۔ آریہ اور مسلمانوں کے درمیان عداوت و بغض آیا ترک احکام الٰہیہ سے ہے یا کسی اور باعث سے ہے اس پر دیکھو نمبر ۱۲ سوال کا جواب وغیرہ۔

سوال نمبر ۶۔ توبہ اور بے انصافی ایک چیز ہے۔

الجواب۔ مفردات راغب میں ہے۔ **التوب ترك الذنب على اجمل الوجوه وهو ابلغ وجوه الاعتذار** یعنی توبہ کے معنے ہیں بہت ہی عمدہ وجہ سے گناہ کو چھوڑ دینا اور اس سے بڑھ کر عذر خواہی کی اور کوئی عمدہ راہ نہیں ہوسکتی۔

ایک بدکار۔ نافرمان جب اپنی غلط کاریوں سے الگ ہو جاوے تو انصاف کا مقتضا ہے کہ اب اس کو بری ہی کیا جاوے مگر محدود العقل۔ محدود العلم آدمی دلوں کی اندرونی حالات سے ناواقف اگر کسی کے عذر کو نہ مانے تو یہ اس کی نادانی ہے مگر علیم بذات الصدور جو تہہ در تہہ کو جانتا ہے وہ جب جان لے کہ اب یہ شخص سچا بدی کا تارک ہو چکا ہے تو پھر توبہ قبول نہ کرنا نا انصافی ہے۔

کیا توبہ اور ترک الذنب ہی نجات اور مکتی کا ذریعہ نہیں؟

اس میں ہم نے الزامی جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس پاک تعلیم کے سمجھنے کے لئے معمولی عقلیں کافی نہیں ورنہ ستیارتھ میں اس کا مذکور ہوتا۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے انسان کے دل کی سچی آرزو یعنی مسئلہ توبہ کی تبلیغ کی ہے۔ ہر ایک فطرت خطا اور نسیان

کے بعد دلی جوش سے چاہتی ہے کہ اس کا آقا جس کے حکم کو اس نے توڑا ہے اس کی خطا معاف کر دے اور آئندہ اسے تلافی مافات کا عمدہ موقع دے۔قرآن کریم نے انسان کی فطرت کی سچی آرزو کے موافق رحیم کریم تــوّاب آقا پیش کیا ہے۔تناسخ اور کفارہ کا بیہودہ مسئلہ توبہ کی فلاسفی کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔بعض بیماریوں کو دیکھو بدی سے پیدا ہوتی ہیں اور جسمانی طور پر جب ان کا علاج کیا جاتا ہے تو وہ بیماریاں دور ہو جاتی ہیں ۔پس توبہ روحانی علاج ہے روحانی بیماروں کا۔جسمانی سلسلہ سے کاش تم لوگ روحانی سلسلہ کو سمجھو۔

سوال نمبر ۷۔''غفار ہے اور توبہ نہیں سنتا۔بہرہ اور سنگ دل ہے''

الجواب۔لطیفہ۔اگر توبہ سن لے اور درگزر کرے تو تمہارے نزدیک جیسے تم نے نمبر ۶ میں بتایا ہے بے انصاف وظالم ہوا۔اب نمبر ۷ میں آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''بہرہ وظالم ہے سنگ دل ہے توبہ کیوں نہیں مانتا'' دیکھا حق کی مخالفت سے انسان کیسا بہکتا ہے کہ متضاد باتوں کا ماننے والا بن جاتا ہے۔قرآن کریم میں ہے ۔وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰــہٰ:۸۳) جو توبہ کر چکا اور ایمان لایا اور اس کے عمل اچھے ہوئے پھر اس سب کے بعد ہدایت کی راہوں پر ثابت قدم رہا۔اس کے لئے میں غفار ہوں ۔

مفردات راغب میں لکھا ہے۔

الـغـفـر .اِلْبـاس الشـیء مـایصونه عن الدنس المغفرة من الله تعالیٰ.ان یصون العبد من ان یمسّه العذاب.

غفر کے معنے ہیں ایسی شئے کا پہنانا جو میل کچیل سے بچائے۔خدا کی مغفرت کے یہ معنے ہیں کہ بندہ عذاب کے لگنے سے بچایا جائے۔

اسی سے مغفر مشتق ہے جو لوہے کی خود کو کہتے ہیں۔اور غفارہ اس کپڑا کو کہتے ہیں جسے سر پر رکھنے سے کپڑوں کو چکنا تیل نہ لگ سکے۔دیکھو مغفرت جس سے غفار کا لفظ نکلا ہے۔کس طرح توبہ اور

انصاف اور درگزر کو بیان کرتا ہے۔

کیا معنے ؟ جب انسان بدی اور نافرمانی سے پکی طرح رجوع کرتا ہے اور اس کو چھوڑ دیتا ہے پھر کامل ایمانداری کے ساتھ اچھے اچھے عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ تب اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور خدا کا فضل اور اس کی حمایت کا ہاتھ گناہوں اور ان کی سزا کے مقابل اس کے لئے محافظ ہو کر رومال اور خود بن جاتا ہے۔

سوال نمبر ۸۔ ''اس کو (خدا کو) بدی کا پیدا کرنے والا مانا گیا ہے۔ نادان لوگ تقدیر۔ تدبیر اور آزمائش وغیرہ کا ڈھکوسلا بیچ میں لا کر خدا کو الزام سے پاک کرنا چاہتے ہیں''

الجواب۔ اصل آیت جس کا تم نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا۔ مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (النساء:۷۹،۸۰)

تم جہاں ہو گے تم کو موت گھیر لے گی اگر چہ تم مستحکم برجوں میں ہو گے اور اگر انہیں کوئی سکھ مل جائے تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر کوئی دکھ پہنچے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے تو کہہ سب اللہ کی طرف سے ہے پس کیا ہوا ان لوگوں کو کہ بات کو نہیں سمجھتے جو سکھ (فائدہ) تجھے پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو دکھ پہنچے وہ تیرے ہی طرف سے ہے اور ہم نے تجھے لوگوں کے لئے رسول بھیجا ہے۔

اس آیت میں حقیقت واقعیہ اور سچائی کا کامل اظہار جناب الٰہی نے فرمایا ہے۔ جو لوگ دینی اور قومی لڑائیوں سے سستی اور غفلت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چند روزہ زندگی تو گزارنے دو۔ ان کو

کہا کہ آخر تم نے مرنا ہے۔ پھران کی نافہمی کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں اگران کوسکھ پہنچے تو بول اٹھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے مل گیا اور اگرانہیں دکھ پہنچے تو پکار اٹھتے ہیں کہ یہ دکھ تیرے (نبی کریم سے) سبب سے پہنچا تو کہہ دے کہ دکھ اور سکھ تو اللہ تعالیٰ سے پہنچتا ہے۔ یہ نادان بات کی تہہ کونہیں پہنچتے۔

پھر فرمایا ہر ایک قسم کا سکھ اللہ تعالیٰ سے تجھے ملا ہے اور جو دکھ تجھے پہنچا ہے تیرے اپنے ہی طرف سے پہنچا اور تجھے ہم نے لوگوں کے لئے رسول بھیجا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سکھوں اور دکھوں کا دینے والا حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ اصل خالق اور پیدا کرنے والا اسباب رنج وراحت کا وہی ہے اور یہی نہایت سچی بات ہے کہ سکھ سب اللہ تعالیٰ ہی کے عنایت سے ملتے ہیں اور دکھ تمہارے اپنے ہی سبب سے تم پر آتے ہیں۔ اب ہم آریہ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ کے یہاں مسلم نہیں کہ دکھ خود انسان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہوا کرتا ہے اور کیا آپ کو یہ مسلم نہیں کہ سکھوں دکھوں کو دینے والا پرماتما اللہ رب العالمین ہے؟ ہاں مسلم ہے۔ پس تمہارا اسلام پر اعتراض کرنا کیا دانستہ حق کی مخالفت کرنا اور جھوٹ کو پالنا نہیں؟ البتہ اس قدر بھی اس آیت سے نکل سکتا ہے کہ سکھ ابتداءً بھی جناب الٰہی سے آسکتے ہیں اور یہ امر آپ کا مسلم نہیں۔ مگر اس بات پر آپ نے سوال نہیں اٹھایا شاید کہیں آگے آجاوے اور ہمارے یہاں مسلم ہے کیونکہ اس کی صفت رحمان ہے۔

البتہ یہ نئی بات ہے اور سچا اور واقعی سائنس ہے جو اس آیت سے نکلتی ہے تمام سکھ ابتداً بھی جناب الٰہی کی طرف سے آتے ہیں۔ حقیقی چشمہ ان کا وہی اور خلق اشیاء واسباب اس کی رحمانیت کا تقاضا ہے مگر یہ سچا اور روحانی علم بجائے خود ایک مستقل مضمون چاہتا ہے اور چونکہ تارک نے اس پر سوال نہیں اٹھایا ہم اسے چھیڑنا پسند نہیں کرتے۔

تقدیر۔ تدبیر اور امتحان تو سب سچے مسالہ ہیں اور مطابق واقع ہیں اور تمام نظام عالم اور انسانی افعال واعمال میں نظر آرہے ہیں انہیں ڈھکوسلا کہنا اپنی عقل مندی کا ثبوت دینا ہے۔

سنو! تقدیر کے معنے ہیں اندازہ بنا دینا۔اس کا ثبوت قرآن کریم میں یہ ہے:۔

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان:۳) کیا معنے؟ ہر ایک چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اس ہر چیز کے لئے ایک اندازہ اور حد مقرر کر دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سب محدود اور اس کے احاطہ کے ماتحت ہے اب غور کر لو کہ یہ مسئلہ ڈھکوسلا ہے یا تمام ترقیات دینی اور دنیوی اسی تقدیر اور اندازہ سے ہو رہی ہیں اگر اس کو نہ مانا جاوے تو نہ دین رہے اور نہ دنیا۔

مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اس لئے کرتے ہیں کہ اس کا اندازہ یہی ہے کہ ان باتوں کا نتیجہ ہمارے حق میں نیک اور عمدہ ہوگا۔اگر اس اندازہ پر ایمان نہ ہو تو پھر نیکی کیوں کی جاوے۔غرض اس آیت نے بتایا ہے کہ ہر ایک عمل نتیجہ خیز ہے اور بڑے علیم وحکیم نے تمام کارخانہ مضبوط علمی رنگ کا بنایا ہے اس میں کوئی حرکت اور سکون عبث اور بے نتیجہ نہیں۔ یہ آیت ہر شخص کو چست اور کارکن بننے کی حد سے زیادہ ترغیب دیتی ہے۔کس قدر نابینائی یا اعتراض کرنے کی ٹھیکہ داری ہے کہ ایسے حقائق کو ہنسی اور نکتہ چینی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔کاش لوگ سمجھیں کہ اس نئے گروہ کو راست بازی سے کس قدر تعلق ہے اور ان کی عملی حالت کیا؟

اور تدبیر کا مسئلہ تو ایسا صحیح ہے کہ دیندار اور بے دین اللہ تعالیٰ کو ماننے والے اور نہ ماننے والے سب اس مسئلہ کو ضروری اور واجب العمل یقین کرتے ہیں اور تدبیر کے معنے ہی یہی ہیں کہ تقدیر کے مطابق تہیہ اسباب کیا جاوے۔

آپ نے بھی تقدیر اور تدبیر پر اپنے خیال میں عمل کیا ہے۔ پہلے یقین کیا کہ ترک اسلام اور آریہ طریق پر برہمچر یہ بننا آپ کے لئے مفید ہوگا۔پھر اس کے مطابق آپ نے یہ تدبیر کی کہ آریہ سے تعلق پیدا کیا۔پھر آریہ بنے پھر لیکچر دیا اور آپ نے یا آپ کے رفقاء نے اس کو طبع کرایا کہ مفید ہوگا۔اب آپ کی تدبیر تقدیر کے موافق ہوگی نہ ہوگی اس کا پتہ لگ جاوے گا۔ بہر حال تقدیر اور تدبیر دونوں پر عمل درآمد کیا۔

اورامتحان کے اصل معنی ہیں محنت کا لینا۔ایک دنیا دار امتحان کے لئے کواغذ امتحان کے جواب مثلاً دیکھتا ہے تواس لئے کہ طالب العلم کی محنت کا اس کو پتہ لگ جائے اور محنت کا نتیجہ اس کو دے اور اللہ تعالیٰ بھی امتحان لیتا ہے یعنی محنت کرانا چاہتا ہے سستی کو ناپسند کرتا ہے۔ ہاں علیم وخبیر ہے جب کوئی محنت کرتا ہے جیسے کوئی محنت کرے ویسی ہی جناب الٰہی سے محنت کرنے کا بدلہ ملتا ہے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

اسی امتحان کے معنوں کو ایک حکیم مسلمان نے نظم کیا ہے اور اسی سچے علم کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (النجم :۴۰تا۴۲)اورانسان کواس کی سعی کے سوااورکوئی فائدہ نہیں ملے گا اور یہ پختہ بات ہے کہ اس کی سعی دیکھی جائے گی پھراسی کے مطابق واقع اسے پورابدلہ دیا جائے گا۔

اور فرمایا ۔فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (الانبیاء :۹۵) ترجمہ۔اور جو شخص نیک کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کی سعی کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور ہم اس کی سعی اوراعمال کو محفوظ رکھنے والے کے ہیں۔

پھر تقدیر کے معنے علم الٰہی کے بھی ہیں ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشیاء کا علم جناب الٰہی کو قبل از ایجاد اور وجود ان اشیاء کے حاصل ہے اس مسئلہ میں بھی آریہ اسلام کے مخالف نہیں مگر اس بحث کو طول کے باعث سردست ترک کرتے ہیں۔

سوال نمبر۹۔ جو ہوتا ہے خدا کے حکم سے پس زنا۔ چوری۔شراب۔ڈاکہ۔قتل۔خون سب اس کے حکم سے ہوا شیطان بیچارے کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔

الجواب۔اس سوال کے متعلق جو آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں۔ شاید سہو کاتب ہومگر اتنا بتا دیتے ہیں کہ تمام قرآن مجید زناکاری۔شراب نوشی۔ڈاکہ۔چوری۔قتل۔ خون اور لوٹ مار کے ناپاک حکموں سے پاک ہے اور ان حرام کاریوں کا عملاً استیصال کرنے والا ہے

اور ایک ہی کتاب ہے جس نے سچی پاکیزگی اور تقویٰ کی تعلیم دنیا کو دی۔ سنو اور غور کرو!

۱۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل :۳۳)

زنا کے قریب بھی مت جاؤ وہ بہت بُرا اور بے حیائی کا کام ہے اور بُری راہ ہے۔

۲۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدة :۹۱) شراب اور جُوا اور بت اور قرعہ کے تیر پلید شیطانی کام ہیں ان سب سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

۳۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدة :۳۴) سزا ان کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے ریشہ دوانیاں کرتے ہیں یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا صلیب دیئے جائیں اس خلاف ورزی یا مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا ملک سے نکالے جائیں یہ سزا اس لئے ہے کہ دنیا میں انہیں رسوائی ہو اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۴۔ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (المائدة :۳۹) چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ بدلہ ہے ان کے کسب کا اور عبرت کا موجب ہے اللہ کی طرف سے۔

۵۔ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (بنی اسرائیل :۳۴) کسی جی کو قتل مت کرو۔ جی کی اللہ نے عزت رکھی ہے ہاں مناسب وقت پر سزا یا قتل کر سکتے ہو۔

شیطان کی نسبت تم نے بیچارے کا لفظ استعمال کیا ہے جس طرح تم سے پہلے تمہارے آریہ مسافر نے بت پرستی کے حامی، حق کے دشمن، راست بازوں کے دشمن ابوالجہل کو ابوالحکم کہا اور

اسی سے دلی دشمنی اور ترک حق کا ثبوت دیا۔ دانش مند آخر اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ تمہارا ترک اسلام کس حق بینی اور حق جوئی پر مبنی ہے۔

سنو! شیطان کا لفظ نکلا ہے شطن سے یا شیط سے۔ پہلے لفظ کے معنی ہیں ایسا شخص جو جناب الٰہی سے دور ہے اور دوسرے لفظ کے لحاظ سے شیطان سے مراد ہے بدکاریوں میں ہلاک ہونے والی چیز۔

پس آپ کو اختیار ہے اسے پیارا بناؤ۔ بے چارہ بناؤ۔ اس پر رحم کر کے اس کے ساتھ اپنا جنم مرن مستحکم کر و یا اس سے الگ ہو جاؤ۔ اور اگر تم آیت قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ (یونس :۵۰) کو زیر نظر رکھ کر اعتراض کرتے ہو تو اس کی کیفیت بھی سن لو۔ اس آیت کو سوال سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو ایک پیشگوئی ہے اور اس میں جناب الٰہی نے بتایا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا کرتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو لوگ اس کے موافق بھی ہوتے ہیں اور مخالف بھی۔ آخر دونوں کے درمیان انصاف کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ پیشگوئی رسول کریم ﷺ مخاطبین کو سناتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم اس پیشگوئی کے کرنے میں صادق ہو تو بتاؤ۔ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اس پر خدا تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ یوں جواب دو اور کہو کہ میں خود نفع پہنچانے اور ضرر دینے کا مالک نہیں کہ میں وقت بتا دوں۔ ہاں اللہ ہے جو اللہ چاہتا ہے (وہی مل رہتا ہے) ہر ایک کے لئے ایک وقت مقرر ہے اس میں کم و بیش نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ وہ آیات اس طرح ہیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس :۴۸تا۵۰) ہر ایک گروہ کے لئے ایک رسول ہے جب وہ رسول ان کا آتا ہے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کیا جاتا

ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو کہہ میں تو اپنی جان کے لئے نفع اور ضرر کا مالک نہیں مگر جو کچھ چاہے اللہ۔ ہر ایک گروہ کے لئے وقت اور میعاد مقرر ہے جب ان کا وقت آجاتا ہے اسے ایک گھڑی پیچھے نہیں کر سکتے اور نہ اس گھڑی کو آپ آگے لا سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۔ گمراہ کنندہ تو خود خدا ہے۔ پھر نبیوں کو ہدایت کے لئے اور کتابوں کو نازل کرنا لغو ہے اور شیطان کو خواہ مخواہ بدنام کرنا ہے۔ ثبوت کے لئے دیکھو یہ آیت وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (الکھف:۱۸)

الجواب۔ اضلال جس سے یضلل نکلا ہے نتیجہ ہے ضلال کا اور ضلال پیدا ہوتا ہے ان انسانی طاقتوں سے جو انسان کے تابع ہیں۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو خوب صاف کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔

۱۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (البقرۃ:۲۷) یعنی اس سے وہ انہیں لوگوں پر ضلال اور گمراہی کا حکم لگاتا ہے جو اس کے حدود اور احکام کو توڑتے ہیں۔

۲۔ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ (ابراھیم:۲۸) اللہ ظالموں پر گمراہی کا حکم لگاتا اور انہیں گمراہ ٹھہراتا ہے۔

۳۔ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (المومن:۳۵) اللہ گمراہ ٹھہراتا ہے ایسے شخص کو جو حد سے نکلنے والا متردد ہوتا ہے۔

ان آیات سے یہ بات کس قدر صاف ہو جاتی ہے اور خدا ترس دانش مند کے نزدیک حرف رکھنے کی جگہ نہیں رہتی۔ جو لوگ بدکار اور ظالم اور مسرف اور کذاب ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال سے کیا ہر ایک سلیم الفطرت کے نزدیک اس بات کے مستحق نہیں ہوتے کہ وہ انہیں دیکھتے ہی حکم لگا دے کہ یہ تو ہلاک اور تباہ ہونے والے لوگ ہیں۔ کون ہے جو چوروں اور بدکاروں کو دیکھ کر

ان کی نسبت بڑی قوت سے یہ حکم نہیں لگا تا کہ یہ برباد ہونے والا گروہ ہے اسی طرح خداوند بزرگ کی حکیم کتاب فرماتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اسے گمراہ کرنے والا کہا جائے اس لئے کہ خود قرآن مجید نے مختلف مقامات میں بڑے بڑے لوگوں اور شریروں کی نسبت کہا ہے کہ وہ گمراہ اور ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں چنانچہ دیکھو آیات ذیل کو۔

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (القصص :۱۶) بے شک وہ دشمن ہے ہلاک کرنے والا کھلا کھلا۔

اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ (طٰهٰ :۸۰) فرعون نے اپنی قوم کو ہلاک کیا۔

اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (طٰهٰ :۸۶) سامری نے انہیں ہلاک کیا۔

اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الانعام:۱۱۷)

اگر تو زمین کے بہت عوام لوگوں کی بات مانے تو وہ خدا کے راہ سے ہٹا کر تباہ کر دیں۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد :۲) جو لوگ منکر ہوئے اور اللہ کے راہ سے روکتے ہیں اللہ نے ان کے عمل باطل کر دیئے۔

نیز اس کے علاوہ اضلال کے معنے ابطال اور اہلاک کے ہیں جیسے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (السجدة:۱۱)

ترجمہ۔اور وہ کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں نابود ہو جاویں گے کیا ہمیں نئی پیدائش ملے گی۔

اس صورت میں آیت مندرجہ سوال کے یہ معنے ہوئے ''اور جس کو وہ ہلاک کرتا ہے تو اس کا کوئی اور والی و راہ نما نہیں پائے گا'' اور تمام گذشتہ آیات میں یہ معنے صاف ظاہر ہیں۔انصاف تو کرو جب کامل بدکار بدی کا پھل پانے جاتا ہے تو بدکار کو اپنی بدکاری کا لازم پھل پانے کے راستہ سے کون ہٹا سکتا ہے۔کیا اعمال سے ہُوا۔ ہوا۔سور (جیسے آپ مانتے ہیں) پنڈت بن سکتا ہے اور کیا وید کے راہ نما اسے اپدیشک کر سکتے ہیں۔

بعثت انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کی شان یہ ہے کہ جب کوئی مخلوق سچی محنت وسعی کرے اللہ تعالیٰ اس کی سعی وکوشش پر پاک ثمرات مرتب فرماوے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھ پہنچانے کیلئے جس طرح ہم کو بہت سی قوتیں اور طاقتیں ظاہر یہ اور باطنیہ عطا کی ہیں اسی طرح سکھ حاصل کرنے کو طرح طرح کے اور سامان بھی بخشے ہیں۔

منجملہ ان سامانوں کے پاک کتابیں پاک روحیں اور مزّکی اور مطھّر کرنے والے انبیاء ورسل ہیں جن کا کام علاوہ بریں کہ ہمیں الٰہی کلمات طیبات پڑھ کر سناویں یہ بھی ہے کہ ان کے معانی بھی ہمیں بتائیں اور یہ بھی ان کا کام ہے کہ اپنی مقناطیسی طاقت اور سچی دعاؤں اور کامل کوششوں سے ہمیں مزّکی اور مطھّر بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ایسی پاک جماعت پر نازل ہوں۔ ایسی کھلی تعلیم اور واضح اصول ایک کتاب کے ہوں اور اس پر اعتراض کیا جائے حقائق سے ٹھٹھ بازی اور سنگ دلی کا ثبوت دینا ہے۔ سچی اور خدا کی طرف سے کتاب کا کام اس کے سوانہیں کہ وہ مطابق واقع امور اور حقائق کو بیان کرے یعنی خدا تعالیٰ کے کام کو جو نظام کائنات میں نظر آتا ہے اور اس کے دقائق کا سمجھنا عام سمجھوں پر آسان نہیں صاف لفظوں میں واضح کردے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بدی اور اس کے محرکات اور اس کے چشموں کا اور نیکی اور اس کے محرکوں اور بواعث کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ پھر اسے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے کہ دنیا میں بدی ایک شئے ہے اور اس کا محرک بھی کوئی وجود ہے جس کا نام شیطان ہے۔ یہ امر واقع ہے انسان کو خدا کی طرف سے استطاعت ملی ہے کہ وہ بدی کی تحریک سے بچ سکے۔ یہ امر واقع ہے خدا تعالیٰ کی صفات میں داخل ہے کہ وہ اصلاح عالم کے لئے مصلح اور ہادی بھیجا کرتا ہے۔ یہ امر واقع ہے انسان کی استطاعت اور وسعت میں ہے کہ ان راہنماؤں کی آوازوں کو سن کر نیکی کی راہ پر قدم مارلے۔ یہ امر واقع ہے خدا تعالیٰ کی صفات میں داخل نہیں کہ وہ جبر اور اکراہ سے خواہ مخواہ کسی کے دل کو ہدایت کی طرف کھینچے یا کشاں کشاں ہلاکت کی طرف لے جاوے۔ یہ امر واقع ہے تمام

مذاہب کے نزدیک مسلم ہے کہ خدا کو نیکی سے پیار اور بدی سے نفرت ہے۔ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور اس کے ارادوں کے راہ میں کوئی مانع نہیں۔ باوجود اس کے یہ امر واقع ہے کہ بدی ہے اور ہو رہی ہے اور زور سے اس کی رَو چل رہی ہے اور خدا کے فعل میں اس کی قادر مطلق حکومت میں اس کے آثار اور ظہور نظر آ رہے ہیں اور اس کے مقابل ایک گروہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے جو اس سے کشتی کرتا اور لوگوں کو اس کی طرف جانے سے روکتا ہے۔ یہ امور ہیں جو قانون قدرت میں اور خود انسان کی فطرت میں صاف صاف دیکھے جاتے ہیں۔ انہی نفس الامری باتوں کا نقشہ قرآن کریم نے اس مخفی محرک اور طاقت کے ظہوروں کی حقیقت بتا کر دکھایا ہے بدی کا جو محرک اس کا نام شیطان ہے اور نیکی کے محرک ملائکہ اور نیک لوگ ہیں۔

آریوں کا یہ فرض تھا اور ان کے ذمہ بڑا بھاری قرضہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے اس سچے فلسفہ کے مقابل وید سے دکھاتے کہ وہ انسانی فطرت اور قانون قدرت کے مطابق نیکی اور بدی اور ان کے محرکات اور مزیلات کا یہ فلسفہ بیان کرتا ہے۔ یہ سفیہانہ طریق جو انہوں نے اپنے لئے پسند کیا ہے کہ تمام حقائق پر بے باکی سے زبان طعن کھولتے ہیں یہ طریق سچے علوم اور تحقیق حق کا دشمن ہے۔ آریہ کو تو ویدوں کے تراجم سے بھی مضائقہ ہے۔

سوال نمبر۱۱۔ ’’خدا پاکیزگی پسند ہے۔ پھر ناپاک کو پاک کرنا نہ چاہا۔ ناپاکی اور گمراہی بڑھتا ہے‘‘

الجواب۔ تارک نے آیات ذیل سے تمسک کیا ہے اور قرآن کریم کی زبان نہ سمجھنے سے ضلالت کے گڑھے میں گرا ہے۔ اس کا اعتراض وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ (المائدة:۴۲) پر ہے۔ اب ہم پوری آیتیں لکھ کر اصلی حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

۱۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ

بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدة :۴۲)

اے رسول نہ غمگین کریں تجھے وہ لوگ جو کفر میں تیزی سے بڑھتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا ہم ایمان لائے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ وہ لوگ کان لگاتے ہیں کہ یہاں سے سن کر باہر جا کر جھوٹ پھیلائیں یا دوسرے مخالفوں کی بھی مان لیتے ہیں جو ابھی تیرے پاس نہیں آئے۔ ٹھیک موقعوں سے بات کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں کہتے ہیں اگر تم کو یہ تعلیم ملے تو لے لو اور اگر یہ نہ ملے تو پرہیز کرو اور جسے اللہ عذاب دینا چاہے تو اسے اللہ سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہا ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۲۔ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ (التوبة :۱۲۴، ۱۲۵) اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے کوئی تو ان میں سے کہتا ہے بتاؤ تو اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا؟ جو تو مومن ہیں ان کے ایمان کو تو وہ سورۃ بڑھا دیتی ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں اور جن کے دلوں میں روگ ہیں وہ سورۃ ان کی پلیدی اور بد باطنی کو بھی بد باطنی کے ساتھ ملا کر بڑھاتی ہے اور وہ کفر میں ہی مرتے ہیں۔

عمدہ عمدہ تندرستوں کے کھانے بیماروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور موسم بہار کی عمدہ ہوا بعض بیماروں میں ضرر کا موجب ہے۔

فتنہ کے معنے کے لئے دیکھو مفردات راغب کو جو قرآن کریم کی معتبر لغت اور بہت پرانی کتاب ہے۔

۱۔ **اصل الفتن ادخال الذهب النار ليظهر جودته من ردائته** ۔فتنہ کے اصلی معنی ہیں زر کو آگ میں ڈالنا تو کہ اس کی میل کچیل نکل جاوے۔

اور قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (الذاریات:۱۴) جب وہ آگ میں ڈالے جا کر عذاب دیئے جائیں گے۔

۲۔ **الفتنة العذاب** ۔فتنہ کے معنے ہیں عذاب۔اس کے ثبوت میں قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو۔ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (الذاریات:۱۵) اپنی سزا کا مزا لو۔

۳۔ اسباب عذاب کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے۔

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (التوبۃ:۴۹) دیکھ۔وہ عذاب کے موجبات میں جا پڑے ہیں۔

۴۔امتحان لینا۔محنت لینا بھی فتنہ کے معنے ہیں۔قرآن کریم میں ہے۔وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (طٰہٰ:۴۱) اور ہم نے تیرا خوب امتحان لیا۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء:۳۶) اور ہم امتحان کے طور پر تمہیں بدی اور نیکی میں مبتلا کرتے ہیں۔

۵۔فتنہ کے معنے دکھ بھی قرآن کریم میں آئے ہیں چنانچہ فرمایا ہے۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرۃ:۱۹۲) اور دکھ دینا قتل سے بھی سخت تر ہے۔وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرۃ:۱۹۴) اور ان لڑنے والوں سے تم بھی لڑو تا ان کی ایذا رسانی بند ہو جائے۔

اب واضح ہو گیا کہ فتنہ کے معنے بلا۔مصیبت۔قتل۔عذاب کے ہیں اور معاً ان آیات نے کھول دیا ہے کہ وہ کون سے اسباب ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ جمع کئے جن پر جناب حق تعالیٰ کا غضب بھڑکا اور ان کی سزا اور عدم تطہیر کا فتویٰ ان کے حق میں لگایا۔اب آیت مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ

فِتْنَتَهٗ کا مطلب صاف صاف یہ ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ عذاب دے اس کو کون بچاوے؟ تم ہی بتاؤ اور اپنے اصول کو مدنظر رکھ کر جواب دو کہ کیا جنم کے عذابوں سے کوئی بچا سکتا ہے؟ کیا سؤر اور کتے کو کوئی دہرمپال کیسے جنم میں لاسکتا ہے؟ علاوہ بر آں ان آیات لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ (المائدة :۴۲) اور فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا (التوبة :۱۲۶) کا ثبوت تو آپ ہی ہیں مثلاً قرآن کریم راہ نما اور یقیناً ہادی ہے مگر تمہارے لئے وہ باعث ہلاکت وضلالت ہوا اور اگر ہمارے خلاف یہ کہو کہ وید ہدایت کے لئے آئے تھے مگر دیکھ لو دام مارگیوں اور مہی دہر وغیرہ کے لئے وہ بھی دیانند کے نزدیک رجس اور مرض کا باعث ہوئے تو بعینہ یہ بات تم کو اسلامیوں کی طرف سے کیوں سمجھ میں نہیں آسکتی؟ غور کرو! تمام حکماء اور تمام طبیب اور دانا جانتے ہیں کہ بیمار کے لئے تندرستوں کا عمدہ کھانا بھی مضر ہوتا ہے۔ اگر تم کو اتنا علم نہیں تو کسی آیُر ویدوالے سے پوچھ لو۔

سوال نمبر۱۲۔ ''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے۔ شیطان کا گمراہ کنندہ خدا ہے شیطان نے خدا کے منہ کہہ دیا'' الخ

الجواب۔ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی قرآن شریف میں یوں ہے۔

۱۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل :۶۶) اس کے معنے یہ ہیں کہ بے ریب میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں۔

خود بھی شیطان کا ایک قول قرآن مجید میں ہے۔

۲۔ مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (ابراهیم :۲۳) مجھے تم پر کوئی غلبہ اور قدرت نہیں تھی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ میں نے تمہیں بلایا سو تم نے میری بات مان لی۔ اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے تئیں ملامت کرو۔

ہر ایک بدکار گمراہ کنندہ جو ناپاک باتوں کی طرف لوگوں کو بلاتا اور ہلاکت پر چلاتا ہے ہر وقت اور

ہر زمانہ میں ایسے وجود کو قرآن کریم میں شیطان کہا گیا ہے ۔کیا کوئی انکار کرسکتا ہے کہ ایسے شریر موذی وجودوں سے کبھی کوئی زمانہ خالی ہوا ہے جیسے اس وقت میں مضل اور مغوی وجود ہیں اور سب قوموں کے نزدیک یہ بات مسلم ہے اسی طرح آدم کے وقت میں بھی ایک شریر بلکہ موذی وجود آدم کے مقابل تھا۔تو بہکانے والے وجودوں کا کائنات میں موجود ہونا امر واقع ہے۔کوئی شخص نادانی سے قرآن شریف کی اصطلاح سے اگر چڑتا ہے تو کیا وہ واقعات عالم کی بھی تکذیب کرسکتا ہے؟

ان مغوی شریروں کا ایک نمونہ اور اس کے افعال۔اقوال اور نتائج قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں اور اس طرح لوگوں پر احسان کیا ہے کہ بدکاروں کی راہ سے بچنے کی تدبیر بتائی ہے۔آدم کے مقابل جو شریر تھا اس کی نسبت قرآن کریم میں ہے۔

اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرۃ:۳۵) یعنی اس نے سرکشی کی اور انکار کیا اور وہ کافروں میں سے تھا یا ہوا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہلاکت کو خود اس نے اپنی سرکشی سے خریدا۔خدا نے اسے بجبر ہلاک نہیں کیا۔ہاں ممکن ہے کہ بدفہمی کی وجہ سے لفظ اَغۡوَیۡتَنِیۡ سے جو آیت ذیل میں ہے یہ بات تم نے اخذ کی ہو۔ **سنو اور غور کرو!** وہ مقام کیا محل اعتراض ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ

(الحجر :۴۱) شیطان نے کہا میرے رب! بسبب اس کے کہ تو نے مجھے غوی ٹھہرایا میں بھلے کر دکھاؤں[۱] گا ان کے لئے اور ضرور غوی ٹھہراؤں گا ان کو سب کو۔

[۲] غی مجرد ہے۔اغوا اس کے مزید کے معنے ہیں۔اضلال۔اہلاک۔افساد۔نامراد کرنا۔بدمزہ

---

[۱] ۔ قرآن کریم میں ہے شیطان بھلے کر دکھاتا ہے بدعملوں کی بدعملی۔منہ

[۲] غـــی کے معنے ہیں ضلال۔ہلاکت نامرادی۔بدمزگی۔عیش تلخ۔بداعتقادی کی جہالت۔ابن الاثیر۔ راغب۔تاج۔لسان العرب۔منہ

کر دینا۔زندگی کا تلخ کر دینا۔

پھرسن !!باری تعالیٰ کی مقدس بابرکت ذات پاک نے انسان کواستطاعت ،نیک وبد کی تمیز۔ عقل اور فطرت مرحمت فرما کر ہزاروں ہزار انبیاء اور رسول اور کتابیں اور اپنی رضا مندی کے اسباب بتا کر دنیا میں ہدایت کو پھیلایا ہے اور انبیاء اور ان کے سچے اتباع اور فرمانبرداروں کی ہمیشہ نصرت اوراعانت فرمائی ہے۔ہاں!بااستطاعت انسان پر جبر نہیں فرمایا کہ اس کی گردن پکڑ کر اس سے نیک اعمال کرائے۔شیطان اوراس کے ذرّیات کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ انسانوں میں فرمانبرداروں کوفرمان برداری کی خلعت وعزت عطا فرماوے مگر پھر بھی شیطان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ لوگوں کوبجبر گمراہ کرے۔

چونکہ انسان بڑے درجات کا طالب تھا اور بغیر صدق وصفا انعام نہیں مل سکتا اس واسطے دومحرک نیکی وبدی کے یعنی فرشتہ اور شیطان پیدا کئے۔قانون قدرت اس بات پر دلالت کرتا ہے۔سب لوگ اپنے نفس میں دومحرک محسوس کرتے ہیں۔قاتل پہلے قتل کرتا بھی ہے اور پچھتا تا بھی۔پس واقعی فرشتہ وشیطان کا وجود عالم میں ہے۔اگر وید کامل ہے تو اس میں ضرور یہ فلسفہ ہوگا۔فرق الفاظ میں ہوتو کوئی بات نہیں ولکل ان یصطلح ۔ان محرکات کی اصلاح تم میں کیا ہے؟ بتاؤاور کھول کر بتاؤ!!!

شیطان کی منہ درمنہ بات کا جواب

اضداد کا مقابلہ ایک واقعی اور صحیح بات ہے کیمسٹری کی شہادت ،مرکبات عالم بلکہ بسائط کی نسبت اگر نہ لیں تو بھی لطیف وکثیف کا سنگرام (جنگ) سعید وشقی۔سرپشٹ ودیسیو۔مومن وکافر۔دیوداسُر کایُدھ کوئی مخفی راز نہیں۔اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل فرماتا ہے بایں ہمہ ایک عالم اس کے مقابلہ کے لئے بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے تم اپنی جگہ دیکھ لو۔وید جسے تم کلام الٰہی مانتے اور قدامت کو اس کی سچائی کی بڑی دلیل بتاتے ہو ہندوستان کے فرزندوں نے اس کے مقابلہ کے لئے ہتھیار نکالے اور اسے رد کیا۔اوراس کی قدامت اور صداقت کے ابطال کی غرض سے تمہارے بھائی جینی

اپنے نوشتوں اور ہادیوں کی اتنی لمبی مدت بیان کرتے ہیں کہ اس کے مقابل ریاضی دان بھی حیران ہو جاتے ہیں اور مجوس اپنی کتابوں کی مدت قدامت کے بیان کرنے میں مہاں سنگھ کے آگے اور سترہ صفر بڑھاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنگ اور مقابلہ اس عالم میں طبعی امر کی طرح ہمیشہ سے قائم چلا آتا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپس میں جنگ تو ایک طرف رہی اشرار ہمیشہ خدا سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ایک عظیم الشان ناصح خود انسان کے اندر موجود ہے مگر اس کے ساتھ بھی وہ مقابلہ ہے کہ الامان! الامان! تھوڑی دیر کیلئے کچہریوں میں عبرتاً دیکھیں۔ بازار کے لین دین کو دیدہ بصیرت سے مطالعہ کریں۔ لیکچراروں کی لفاظیاں اور اس کے ساتھ ان کا عمل درآمد غور سے ملاحظہ کریں۔ محکمہ جات میں کم سے کم ان لوگوں کی عملی کارروائیوں کو دیکھیں کہ جن کی تمام تعلیم اہنسا پرموں دہرما (رحم ہی اعلیٰ مذہب ہے) اور باایں ہمہ ایک جانور (گائے) کی لفظی حفاظت کی ٹھیکہ داری کے بھیس میں اپنے خیال کے مخالفوں۔ غریبوں۔ بیکسوں کے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے ہیں؟

میں نے ایک ہندو ریاست کے ایک بڑے بااختیار پنڈت سے سوال کیا کہ مساوی الاستعداد مگر مدت کے امیدوار فتح محمد اور نئے امیدوار فتح چند کے لئے آپ کے محکمہ میں اگر موقع پرورش ہو تو آپ کس کو مقرر کریں گے۔ کہا فتح چند کو۔ میں نے کہا آپ تو بدھ مذہب کے آدمی ہیں اور آپ نے ہنوز دریافت بھی نہیں کیا کہ فتح چند بدھ مذہب کا آدمی بھی ہے یا نہیں؟ کہا مولوی صاحب! ہماری بچپن کی تعلیم ہمیں ایسے سبق سکھا چکی ہے کہ بہتر ہے کہ آپ اس بحث کو ختم کر دیں۔ اس قسم کی صدہا نظیریں اور واقعات ہیں جو دانش مند کو کافی سبق سکھاتے ہیں۔

غرض یہ مسلّم امر ہے کہ الٰہی فرمان پاک لوگوں کے مفید کلمات۔ نور قلب۔ عقل۔ نظارہ قدرت۔ تجربہ صحیحہ اور بدی کی خطرناک سزائیں موجود ہیں مگر شریر کا شرارت سے باز آنا کوسوں بلکہ بمراحل دور ہے۔ اس جنگ کو ستیارتھ میں دیانند نے بھی مانا ہے اور اس کا دیواسُر سنگرام نام رکھا ہے یعنی (اچھوں اور بُروں کی جنگ) غرض نور وظلمت۔ نورانی وظلمانی۔ صدق وکذب کا یُدھ ہے۔ ابلیس وشیطان وہی ظلمت اور شرارت ہے یا یوں سمجھو کہ ظالم وشریر۔ کاذب وجاہل اور

تاریکی کے فرزند کے القاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل۔رحمت۔قدرت اور تصرف سے ہر جگہ موجود ہے اور شریر جس قدر بکواس کرتا ہے وہ سب خدا کے سامنے کرتا ہے اور رُو در رُو کرتا ہے کہ گویا اس سے بالمشافہ جنگ کرتا ہے۔ کیا تم نے جو بدکلامی رسالہ ترک اسلام میں کی ہے کہیں خدا سے مخفی اور خدا کے بندوں سے مخفی کی ہے۔ ہوبہو یہی بات ہے جو قرآن کے اندر شیطان وابلیس کے متعلق بیان ہوئی ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ اس نے خدا کے بندوں سے جو شرارت اور جنگ کی ان سے نہیں کی بلکہ خود خدا سے بالمواجہہ تکرار اور جنگ کی۔ قال کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ شیطان نے خدا سے بالمشافہ مکالمہ کیا سخت غلط بات ہے۔قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے مکالمہ سے وہی لوگ شرف اندوز ہوتے ہیں جو خدا کی نگاہ میں پاک وصاف ہوتے ہیں۔ پھر شیطان جیسی نجس ذات کا یہ رتبہ کہاں کہ اسے خدا کی ہم کلامی کی عزت ملے۔سارے قرآن میں کَلَّمَ تَکْلِیْماً کا کوئی صیغہ شیطان کے کلام کے بارہ میں مذکور نہیں ہوا۔اصل بات یہ ہے کہ لفظ قال عربی کی زبان میں ہر ایک بات اور کام اور اشارہ اور زبان حال پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ عربی کی لغت میں لکھا ہے۔

العرب تجعل القول عبارة عن جميع الافعال قالت له العينان سمعاً وطاعة.قالوا صدق و اوماؤا برؤسهم.قالت السماء جادت و النسكبت .ويقال للمتصور في النفس قبل التلفظ .فيقال في نفسي قول لم اظهره .و الاعتقاد يقال فلان يقول بقول الشافعي .ويقال للدلالة على الشئى .امتلاء الحوض فقال قطني .قالت له الطير تقدم راشداً.

یعنی قول تمام افعال پر بولا جاتا ہے۔اس کی آنکھوں نے کہا کہ ہم سنتے اور مانتے ہیں۔صحابہ نے کہا سچ کہتا ہے اور یہ بات سر کے اشارہ سے کہی۔ بادل نے کہا۔کیا معنے ؟ برسا قال اس خیال پر بھی بولا جاتا ہے جو ابھی تلفظ میں نہیں آیا۔کہا جاتا ہے میرے دل میں بات ہے جس کو میں نے ظاہر نہیں کیا۔فلانا اعتقاد کرتا ہے شافعی کا اعتقاد۔قول کے معنے اعتقاد کے ہوئے۔علی العموم دلالت کو

بھی قول کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے حوض جب پانی سے بھر گیا تو اس نے کہا اب بس کرو۔ پرندوں نے اسے کہا اقبال مندی سے آگے بڑھو۔

غرض جب لفظ قال اتنے بڑے وسیع معنوں پر بولا جاتا ہے تو کس قدر ضروری امر ہے کہ ہر موقع ومحل کے مناسب اس کے معنے کئے جائیں۔

شیطان ایک کافر۔ متکبر۔ احکام الٰہی سے منکر خبیث روح ہے۔ حسد وبغض سے اس نے آدم جیسے راست باز کا مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھی بدی کو منسوب کر دیا اور بے باکی سے بدکلامی کی اور اسی طرح کی ناپاک زبان سے کام لیا جیسا کہ تم نے۔ اور ہم انشاء اللہ تمہاری گالیوں کی فہرست میں دکھائیں گے اور تمہیں خدا تعالیٰ نے بااین ہمہ ڈھیل دے رکھی ہے اور اغوا کی مہلت دی ہے۔ چنانچہ تم نے یہ رسالہ شائع کیا اور ایک وقت معلوم تک تم اس اغوا کی کوشش میں لگے رہو گے۔ اسی طرح خدا نے اس راستی کے دشمن کو بھی ایک وقت معلوم تک مہلت دی۔ یہ ایسا صاف نظارہ ہے کہ اسے ہر ایک دانش منداس جہاں میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اپنے برتاؤ سے اس کی صداقت کی شہادت دے رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم مسلمان نیکی کے محرک کو (تم کچھ نام رکھو) ملک یا فرشتہ کہتے ہیں اور بدی کے محرک کو شیطان وابلیس۔ ان معنوں کے لحاظ سے ملک وابلیس کا کون منکر ہوسکتا ہے؟ یہ پختہ اور یقینی بات ہے کہ جہاں قرآن کریم نے شیطان وابلیس کا ذکر کیا ہے وہاں انہیں اسروں اور بدی کے محرکوں سے مراد ہے۔ ان واقعات پر اعتراض کرنا خدا تعالیٰ کے قانون قدرت اور اس کے نظام کی نکتہ چینی کرنا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۱ ’’خدا مسخرہ۔ مخولیا۔ ٹھٹھول۔ بھنگڑ۔ بھنگیوں میں آکودتا ہے بھنگر پن شروع کر دیتا ہے‘‘

الجواب۔ لعنت اس گندہ ذہنی پر۔ کیا یہ انصاف ہے؟ آہ! کاش تم لوگ آدمیت کو اختیار کرتے اور حق کے سچے طالب بنتے۔ کیا آپ کے نیم نمبر ۴ کا یہ عمل درآمد ہے جس میں لکھا ہے:۔

’’ست کے گرہن کرنے اور اَست کے چھوڑنے میں سرو دادت رہنا چاہیے‘‘

میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسے اسماء صفاتیہ ہرگز ہرگز ہرگز قرآن مجید میں نہیں اور میں خود یقین کرتا ہوں کہ اتنے بڑے جھوٹ سے جو تمہارے ہمالہ سے بھی بڑا ہے تم اسلام کو جیت نہیں سکو گے۔ تم اس گندے طریق سے جیتنا چاہتے ہو اور یہی تمہاری ہلاکت کا موجب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

طاعون تمہارے گوجرانوالہ کے علاقہ میں آیا مگر تم کو اب تک اس سے نصیحت نہیں ملی۔ تمہارے بدلگام آریہ مسافر نے جونا کامی دیکھی اس نے تم کو کچھ سبق نہ دیا۔ **سنو بد بخت!** دیانند نے وید کی نرالی اور گھنونی بات کے سیدھا کرنے کے لئے استعارہ اور مجاز کا دروازہ کھولا اور بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا اور لوگوں کو سکھایا کہ وید کے بہت سارے الفاظ کو استعارہ سمجھنا چاہیے۔ ایسے ایسے گندے الفاظ وید کے جن کا ذکر ہم دیباچہ میں کریں گے اور وہ الفاظ جنہیں دام مارگیوں اور سناتن دہرمیوں نے ان کے ظاہر پر انہیں حمل کیا اور بت پرستی اور لنگ پرستی اور بھگ پرستی کے ثبوت وید سے نکالے۔ ماں سے، بہن سے، بیٹی سے بھوگ کرنے کے ثبوت وید سے نکالے اور اب تک کروڑوں ہندو صدق دل سے وید کی اس تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں مگر دیانند نے ان سب الفاظ کو النکار یعنی استعارہ قرار دے کر شرمناک داغ سے وید کو بچانے کی کوشش کی۔ دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے سے قبل کیا ضروری نہ تھا کہ آریہ اپنے گرو کی چال کو اپنا رہنما بناتے۔

سنو! قرآن کریم تمہاری ناپاک زبان درازی سے کس قدر پاک ہے اور اصل حقیقت ان الفاظ کی کیا ہے اور تمہارے بدزبان حملہ آوروں سے صدیوں پہلے قرآن کی لغتیں ان الفاظ کے کیا معنے کرتی ہیں؟ لیکن اس کے مقابل وید کے الفاظ کے کھینچ تان کے ثبوت میں دیانند کے پاس لغات کے ایسے کھلے ثبوت نہیں۔

۱۔ ذکر حجۃ الاسلام الغزالی۔ **ان الاستهزاء. الاستحقار والاستهانة والتنّبيه على العيوب والنقائص على وجه يضحك منه** ۱۲۔ روح المعانی۔ تحقیر کو استہزا کہتے ہیں۔

۲۔ **الهزأة. اصله الخفة و هو القتل السريع. هزأ. يهزأ. مات فجائة. و تهزأ به ناقه**

ای تسرع به وتخف ۱۲فتح[1]۔ ہلکا سمجھنے جلدی قتل کرنے اچانک مرنے کو ھزو کہتے ہیں۔

پس اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرۃ:۱۶) کے معنے ہوئے اللہ تحقیر کرے گا اہانت کرے گا اوران کو عیوب و نقائص سے خلقت کو ایسی آگہی دے گا کہ ان کی ہنسی ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو خفیف کرے گا۔ جلدی ہلاک کر دے گا۔

یہ بیان ہے منافقوں کے حالات کا جن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوتا ہے۔ دل میں کپٹ ہوتی ہے اور ظاہر میں ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ مومنوں کی تحقیر و اہانت اور تخفیف کرتے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ ان کی تحقیر۔ اہانت اور تخفیف کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور ہلاک کر دے گا اور ان کے عیوب و نقائص کی اطلاع دیتا ہے اور دیتا رہے گا اس لئے کہ دنیا میں ان کی ہنسی ہو۔ یہ بڑی بھاری پیشگوئی ہے اور وہ روز روشن کی طرح پوری ہوئی کہ تمام وہ لوگ جو اسلام پر ہنسی اڑاتے اور اس کی تحقیر کرتے تھے خدا تعالیٰ نے انہیں ضعیف وحقیر کر دیا۔ صداقتوں اور واقعات حقہ پر اعتراض کرنا سخت ناپاکی اور جہالت نہیں تو کیا ہے؟

اور سنو! دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں کیا قواعد قرار دیئے ہیں۔ کیا تمہارا فرض نہیں کہ اعتراض سے پہلے ان قواعد کو آنکھ کے سامنے رکھ لیا کرو چنانچہ دیانند لکھتا ہے۔

’’پس جس جس موقع پر ہمہ دانی وغیرہ کے اوصاف پائے جاویں اس موقع پر پرماتما اور جہاں خواہش۔ نفرت۔ جدوجہد۔ راحت۔ رنج اور ناقص العلم وغیرہ کے اوصاف ہوں وہاں جیو (روح) کے معنے لئے جاتے ہیں ایسا ہی ہر جگہ سمجھنا چاہیئے‘‘ صفحہ ۶۔

مثلاً کسی نے کسی سے کہا ...... یعنی اے نوکر تو ’’سیندھو‘‘ لے آ تو اس کو وقت اور فحوائے کلام کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ ’’سیندھو‘‘۔ دو چیزوں کا نام ہے ایک گھوڑے کا دوسرا نمک کا۔ اگر مالک کی روانگی (سیر وغیرہ) کا وقت ہو تو گھوڑا اور اگر کھانے کا وقت ہو تو نمک لانا واجب ہے لیکن اگر سیر کے وقت نمک اور کھانے کے وقت گھوڑا لائے تو اس کا مالک اس پر خفا ہو کر کہے گا

---

[1] تفسیر فتح البیان (ناشر)

کہ تو بے عقل آدمی ہے سیر کے وقت نمک اور کھانے کے وقت گھوڑا لانے سے کیا مطلب تھا تو فحوائے کلام نہیں سمجھتا ورنہ جس موقع پر جو چیز لانی چاہیے تھی اسی کو لاتا۔ تجھ کو فحوائے کلام کا خیال کرنا لازمی تھا جو تو نے نہیں کیا تو بے وقوف ہے میرے پاس سے نکل جا۔ اس سے ثابت کیا ہوا کہ جہاں جس معنے کو لینا واجب ہو وہاں اسی کو لینا چاہیے۔ تو اندریں صورت ہم کو اور آپ سب کو ایسا ماننا اور عمل میں لانا چاہیے۔ صفحہ ۲،۳ ستیارتھ ترجمہ رگوید آدھی بھاش بھومکا میں ہے صفحہ ۱۳۶۔ اردو ترجمہ منشی رام جگیاسو۔

لطیفہ۔ ''اور جو کم عقل، کم علم اور متعصب انسان کا کیا ہوا ارتھ ہے وہ خراب اور جھوٹ ہوتا ہے اس لئے اس کی عزت کسی کو نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ ٹھیک نہیں ہوتا اور اس کی عزت کرنے سے انسانوں میں غلطی گھر کر جاتی ہے''۔

دیانند نے اور اس کے آریہ مسافر اور آخر دھرم پال نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا۔ قرآن کریم پر اعتراض کرتے وقت آگا پیچھا، لغت وغیرہ پر کچھ دھیان نہ کیا اور کم عقل، کم علم (عربی کے علم سے کمی) اور متعصب انسان کی طرح اعتراض دراعتراض کر دیئے۔

سوال نمبر ۱۴۔ ''قسموں پر اعتراض۔ گھوڑوں، اونٹوں، پہاڑوں، درختوں، کتابوں، ہواؤں سورج، چاند، ستاروں کی پے در پے قسمیں کھاتا ہے، ہنسی کی بات ہے''

الجواب۔ اگر قسم ہنسی کی بات اور بری ہے تو جو یجروید بہاش چھٹا باب منتر بائیس میں بانی آریہ سماج نے لکھا ہے وہ تو ضرور رد کے قابل ہے۔ ''ہے (ورن) نیا کرنے والے سبھا پتی (منصف راجہ) کئے ہوئے میں نیا اگھنیا نمار نے یوگ گئو آدی پشؤں کی شپت (قسم۔سوگند) ہے۔ اتی اسی پرکار (اسی طرح) جو آپ کہتے ہیں اور ہم لوگ بھی شیام ہی شپت کرتے ہیں آپ بھی اس پرتگیا (قانون) کو مت چھوڑیئے اور ہم لوگ بھی نہیں چھوڑیں گے۔''

۱؎ نمارنے کے لائق گائے وغیرہ جانوروں کی۔

غور کرو! گئوادی پشئوں میں کس قدر گائے بیل، ہرن، بکری، اونٹ، سؤر، کوے، مرغ، چیل، کیڑے مکوڑے داخل ہیں انصاف کرواور پھر سوچو!! وہ جو منو جی اور بھرگ جی کی جامع سنگھتا میں برا بول بولا۔ جس نے کہا اور ویدک قانون بتایا۔ دیکھو منو ۸۔۸۸ گئو بیج اور سونا کی قسم دے کر ویشیہ سے پوچھے۔ منو ۸۔۱۰۹ میں ہے سوگند کے وسیلہ سے اصلی بات کو دریافت کرے اور کیا غلط کہا جو منو ۸/۱۱۰ میں ہے۔ دیوتا اور بڑے بڑے رشی لوگوں نے کام کے واسطے سوگند کھائی ہے اور بسوامتر کے جھگڑے میں بششٹ رشی نے پیون کے بیٹے سدامان راجہ کے روبرو قسم کھائی تھی۔

ہماری پاک کتاب میں قسموں کا ہونا ایک معجزہ ہے اور عظیم الشان معجزہ ہے بلکہ اسلامی اصطلاح کے مطابق ایک آیت اور نشان نبوت ہے اور عظیم الشان نشان نبوت ہے کیونکہ عرب میں ایک مثل تھی۔ ان الایمان تدع الارض بلاقع۔ قسمیں ملک کو ویران کردیتی ہیں۔

اور منو کہتا ہے ۸۔۱۱۱۔ کیونکہ جھوٹی قسم کھانے سے اس لوگ میں اور پرلوگ میں نشٹ ہوتا ہے۔ پنجابی میں مثل ہے جھوٹی قسم تاں پٹ ماردی اے۔ اب سوچو اور خوب سوچو کہ قرآن اور صاحب قرآن اس قدر قسموں کے ساتھ کیسا فاتح اور کیسا کامیاب ہوا کہ اس کے دشمنوں کا نام ونشان نہ رہا۔ ذرا اس پر غور وتامل کرو! ان قسموں کا ثبوت تجارب وضرب المثلوں اور منو کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے اور تمہارے خیال میں ایک مجنون اور جھوٹے کا فعل ہے۔ جلسہ مہوتسو کے اسلامی مضمون میں امام مہدی نے اور بھی واضح فرمادیا ہے اور بانی اسلام تو تمہارے نزدیک جیسے ہیں تمہارے اقوال وافعال سے ظاہر ہے۔ مگر دیکھ لو کہ کس طرح روز افزوں ترقی اسلام اور بانی اسلام اور عرب کو ہوئی۔ پس اگر قسم زہر تھی تو اس نے تریاق کا کام دیا اور اگر حق ہے تو کیسی حقیقت حق کی ظاہر ہوئی کہ تمہارے ملک میں بھی آ براجا۔

سنو! مطالب دو قسم کے ہوتے ہیں اول بڑے ضروری۔ دوسرے ان سے کم درجہ کے۔ بڑے ضروری مطالب کو بہ نسبت دوسرے مطالب کے تاکید اور براہین اور دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ میرا دعویٰ بہت صاف اور ظاہر ہے۔

تاکید کے لئے ہر زبان میں مختلف کلمات ہوا کرتے ہیں ایسے ہی عربی زبان میں بھی تاکید کے لئے بہت الفاظ ہیں۔مگر ایشائی زبانوں میں۔۔۔علی العموم قسم سے بڑھ کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ایسے ہی عربی کے لٹریچر میں بھی قسم سے زیادہ کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اس لئے اس میں عربی محاورات پر ضروری مطالب میں قسموں کا استعمال بھی ہوا ہے۔رہی یہ بات کہ اہم اور ضروری امور میں براہین اور دلائل کا بیان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے قرآن کریم نے ان مطالب میں قسموں کے علاوہ اور کیا ثبوت دیا ہے۔سو یاد رہے جہاں قرآن کریم کسی مطلب پر قسم کو بیان کرتا ہے وہاں جس چیز کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے وہ چیز قانون قدرت میں قسم والے مضمون کے لئے ایک قدرتی شاہد ہوتی ہے اور یہ قسم قدرتی نظاروں میں اپنے مطلب کی مثبت ہوتی ہے جو قسم کے بعد مذکور ہوگا۔

مثلاً۔ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی الخ (اللیل:۵) ایک مطلب ہے جس کے معنے ہیں۔لوگو! تمہارے کام مختلف ہیں اور ان کے نتائج بھی الگ الگ ہیں۔قرآن مجید اس مطلب کو قانون قدرت سے اس طرح ثابت کرتا ہے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی (الیل ۲ تا ۴) کیا معنے؟ رات پر نظر کرو جب اس کی کالی گھٹا چھا جاتی ہے پھر دن کی بناوٹ پر غور کرو جب وہ اپنے انوار کو ظاہر کرتا ہے پھر مرد اور عورت کی خلقت اور بناوٹ پر نظر ڈالو اور ان کے قدرتی فرائض اور واجبات کو سوچو تو تمہیں صاف طور پر عیاں ہوگا کہ بے ریب تمہاری کوششیں الگ الگ اور ان کے نتائج علیحدہ علیحدہ ہیں ایسے ہی باری تعالیٰ کے نام پر جان و مال کو دینے والے اور نافرمانیوں سے بچنے والے اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کے مصداق اور اس کے مقابل جان اور مال سے دریغ کرنے والے نافرمان اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کے مکذب بھی الگ الگ نتیجہ حاصل کریں گے۔

حضرت امام حجۃ الانام نے توضیح میں فرمایا ہے:

''تمام قرآن شریف میں یہ ایک عام عادت وسنت الٰہی ہے کہ وہ بعض نظری امور کے اثبات واحقاق کے لئے ایسے امور کا حوالہ دیتا ہے جو اپنے خواص کا عام طور پر بیّن اور کھلا کھلا اور بدیہی ثبوت رکھتے ہیں جیسا کہ اس میں کسی کو بھی شک نہیں ہوسکتا کہ سورج موجود ہے اور اس کی دھوپ بھی ہے اور چاند موجود ہے اور وہ نور آفتاب سے حاصل کرتا ہے اور روز روشن بھی سب کو نظر آتا ہے اور رات بھی سب کو دکھائی دیتی ہے اور آسمان کا پول بھی سب کی نظر کے سامنے ہے اور زمین تو خود انسانوں کی سکونت کی جگہ ہے اب چونکہ یہ تمام چیزیں اپنا اپنا کھلا کھلا وجود اور کھلے کھلے خواص رکھتی ہیں جن میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اور نفس انسان کا ایسی چھپی ہوئی اور نظری چیز ہے کہ خود اس کے وجود میں ہی صدہا جھگڑے برپا ہو رہے ہیں۔ بہت سے فرقے ایسے ہیں کہ وہ اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ نفس یعنی روح انسان بھی کوئی مستقل اور قائم بالذات چیز ہے جو بدن کی مفارقت کے بعد ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی ہے اور جو بعض لوگ نفس کے وجود اور اس کی بقا اور ثبات کے قائل ہیں وہ بھی اس کی باطنی استعدادات کا وہ قدر نہیں کرتے جو کرنا چاہیے تھا بلکہ بعض تو اتنا ہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم صرف اسی غرض کے لئے دنیا میں آئے ہیں کہ حیوانات کی طرح کھانے پینے اور حظوظ نفسانی میں عمر بسر کریں وہ اس بات کو جانتے بھی نہیں کہ نفس انسانی کس قدر اعلیٰ درجہ کی طاقتیں اور قوتیں اپنے اندر رکھتا ہے اگر وہ کسب کمالات کی طرف متوجہ ہوتو کیسے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام عالم کے متفرق کمالات وفضائل وانواع پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہوسکتا ہے۔ سو اللہ جلشانہ نے اس[1] سورہ مبارکہ میں نفس انسان اور پھر اس کے بے نہایت خواص فاضلہ کا ثبوت دینا چاہا ہے پس اول اس نے خیالات کو رجوع دلانے کے لئے شمس اور قمر وغیرہ چیزوں کے متفرق خواص بیان کر کے پھر نفس انسان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ جامع ان تمام کمالات متفرقہ کا ہے اور جس حالت میں نفس میں ایسے اعلیٰ درجے کے کمالات وخاصیات بتمامہا موجود ہیں جو اجرام سماویہ اور ارضیہ میں متفرق طور پر

---

[1] سورۃ والشمس سے مراد ہے

پائے جاتے ہیں تو کمال درجہ کی نادانی ہوگی کہ ایسے عظیم الشان اور مستجمع کمالات متفرقہ کی نسبت یہ وہم کیا جائے کہ وہ کچھ بھی چیز نہیں جو موت کے بعد باقی رہ سکے یعنی جب کہ یہ تمام خواص جوان مشہود و محسوس چیزوں میں ہیں جن کا مستقل وجود ماننے میں تمہیں کچھ کلام نہیں۔ یہاں تک کہ ایک اندھا بھی دھوپ کا احساس کر کے آفتاب کے وجود کا یقین رکھتا ہے۔ نفس انسان میں سب کے سب یکجائی طور پر موجود ہیں تو نفس کے مستقل اور قائم بالذات وجود میں تمہیں کیا کلام باقی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ جو چیز اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں وہ تمام موجود بالذات چیزوں کے خواص جمع رکھتی ہو؟ اور اس جگہ قسم کھانے کی طرز کو اس وجہ سے اللہ جل شانہ نے پسند کیا ہے کہ قسم قائم مقام شہادت کے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حکام مجازی بھی جب دوسرے گواہ موجود نہ ہوں تو قسم پر انحصار کر دیتے ہیں اور ایک مرتبہ کی قسم سے وہ فائدہ اٹھا لیتے ہیں جو کم سے کم دو گواہوں سے اٹھا سکتے ہیں۔ سو چونکہ عقلاً و عرفاً و قانوناً و شرعاً قسم شاہد کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے لہٰذا اسی بناء پر خدائے تعالیٰ نے اس جگہ شاہد کے طور پر اس کو قرار دیا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی درحقیقت اپنے مرادی معنے یہ رکھتا ہے کہ سورج اور اس کی دھوپ یہ دونوں نفس انسان کے موجود بالذات اور قائم بالذات ہونے کے شاہد حال ہیں۔ کیونکہ سورج میں جو جو خواص گرمی اور روشنی وغیرہ پائے جاتے ہیں یہی خواص مع شئی زائد انسان کے نفس میں بھی موجود ہیں۔ مکاشفات کی روشنی اور توجہ کی گرمی جو نفوس کاملہ میں پائی جاتی ہے اس کے عجائبات سورج کی گرمی اور روشنی سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ سو جب کہ سورج موجود بالذات ہے تو جو خواص میں اس کا ہم مثل اور ہم پلہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے یعنی نفس انسان ہے وہ کیونکر موجود بالذات نہ ہوگا۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے اس کے مرادی معنے یہ ہیں کہ چاند اپنی اس خاصیت کے ساتھ کہ وہ سورج سے بطور استفادہ نور حاصل کرتا ہے نفس انسان کے موجود بالذات

اور قائم بالذات ہونے پر شاہد حال ہے کیونکہ جس طرح چاند سورج سے اکتساب نور کرتا ہے اسی طرح نفس انسان کا جو مستعد اور طالب حق ہے ایک دوسرے انسان کامل کی پیروی کر کے اس کے نور میں سے لے لیتا ہے اور اس کے باطنی فیض سے فیض یاب ہو جاتا ہے بلکہ چاند سے بڑھ کر استفادہ نور کرتا ہے کیونکہ چاند تو نور کو حاصل کر کے پھر چھوڑ بھی دیتا ہے مگر یہ کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس جب کہ استفادہ نور میں یہ چاند کا شریک غالب ہے اور دوسری تمام صفات اور خواص چاند کے اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ چاند کو تو موجود بالذات اور قائم بالذات مانا جائے مگر نفس انسان کے مستقل طور پر موجود ہونے سے بکلی انکار کر دیا جائے۔ غرض اسی طرح خدائے تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو جن کا ذکر نفس انسان کی پہلے قسم کھا کر کیا گیا ہے اپنے خواص کے رو سے شواہد اور ناطق گواہ قرار دے کر اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نفس انسان واقعی طور پر موجود ہے اور اسی طرح ہر یک جگہ جو قرآن شریف میں بعض بعض چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ ان قسموں سے ہر جگہ یہی مدعا اور مقصد ہے کہ تا امر بدیہہ کو اسرار مخفیہ کے لئے جو ان کے ہم رنگ ہیں بطور شواہد کے پیش کیا جائے۔ (توضیح مرام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۸۰ تا ۸۲)

سوال نمبر ۱۵۔ ”کـن سے سب کچھ بنانے والا تھا تو آسمان و زمین کو چھ دن اور تین دن میں کیوں بنایا۔“

الجواب۔ کن کے معنے ہو جا۔ فیکون کے معنے ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کسی چیز کے وجود کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چیز ظہور میں آ جاتی ہے۔ مثلاً بقول دیانند کے جیسا کہ اس نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے ”ابتدائے سرشٹی میں بہت سارے آدمیوں کا وجود یک دم چاہا تو ان کا وجود ایک دم ہو گیا اور ۲۴ برس یا چوالیس کے بلکہ اٹھتالیس برس کے جوان پیدا کر دیئے لاکن اب ہمارے زمانہ میں ادھرم پال کے لئے تجویز کیا کہ بی اے ہو کر کچھ دن مدرس رہ کر اور مسلمانوں کا مال کھا کر برہمچر یہ بنے۔ مجھے ٹھیک عمر تو معلوم نہیں مگر بیس تیس کے درمیان یہ وجود

نصیب ہوا۔ان حوالہ جات کی تصریح حواوآدم کی پیدائش میں دیں گے۔دیکھوستیارتھ صفحہ۵۱، ۵۲۔ پس سوال کا جواب تو ہو چکا۔اصل بات یہ ہے کہ کن کا تعلق بعدالموت ہوا کرتا ہے۔تمام قرآن کریم میں مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے پر کـــن فرمایاہے۔قران کریم میں ہے۔وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ (الانعام:۷۴) اورعظیم الشان امر یہ ہے کہ وہ اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں، بلندیوں اورزمین کو حکمت کے ساتھ اور جب کہے گا کن تو پھر ہونے والی چیزیں ہو پڑیں گی۔

اورفرمایا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل:۳۹ تا۴۱)

اور پکی قسمیں کھا چکے ہیں کہ اللہ زندہ نہ کرے گا مردوں کو ہاں ایسانہیں بلکہ زندہ کرنا وعدہ سچ ہے ولاکن اکثر لوگ بے خبر ہیں۔تو کہ کھول دے ان کے لئے وہ جس میں اختلاف مچاتے ہیں اور منکر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔بے ریب ہماری بات کسی چیز کے پیدا کرنے میں یوں ہے کہ جب کریں اس کا ارادہ تو کہتے ہیں کہ ہو پس ہو جاتی ہے۔

مَنْ يُّحْىِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ (یٰس:۷۹) کھوکھل ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

اس کلمہ کے بعد ہے۔

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ:۸۳)

اورآخر کہاہے اس کی بات ہے کہ جب ارادہ کرتا ہے کسی شئے کا تو فرماتا ہے کہ ہو پس ہو پڑتی ہے۔

هُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (المومن:۶۹)

وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس جب جاری کرتا ہے حکم تو کہتا ہے ہو جا۔پس ہو جاتا ہے۔

اور آپ کے یہاں تو پیدائش کا طریق ایسا لکھا ہے جس کی دلیل ہی مفقود ہے۔دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۹۰۔

''پرکرتی سے اکاش اکاش کے بعد وایو[۱]۔وایو کے بعد اگنی[۲]۔اگنی کے بعد جل[۳]۔جل کے بعد پرتھوی[۴]۔پرتھوی سے نباتات[۵]۔نباتات سے اناج[۶]۔اناج سے نطفہ[۷]۔نطفہ سے انسان[۸]۔''

کیوں دھرم پال یہاں بھی کچھ ستة ایام کا پتہ لگ سکتا ہے کہ نہیں اور ہر ایک کمال چھ مراتب طے کرنے کے بعد کامل ہوا کرتا ہے۔اور آج کل تو پرائمری[۱]، مڈل[۲]۔انٹرنس[۳]۔ایف اے[۴]۔بی اے[۵]۔ایم اے[۶]۔یہ بھی چھ مراتب ہی رکھے گئے ہیں اور یوم کے معنے وقت کے بھی ہیں۔

سوال نمبر۱۶۔''خدا کی روح عورت کے رحم میں جا سکتی ہے''

الجواب۔او بے حیا! جب خود تمہارا خدا ہر جگہ ہے تو کیا عورت کے رحم میں نہیں اور کیا اس کی روح وہاں سے الگ ہے۔سن! تمہارے دیانند گرو نے ستیارتھ میں لکھا ہے۔پرمیشر کا نام ہے۔ **کھم**۔اور یہ پرمیشور کا نام اس لئے ہے کہ بمثل خلا محیط ہے۔پھر کیا رحم میں خلا نہیں۔

وشنو۔ہر جگہ محیط ہونے کے باعث وہ وشنو ہے۔

بلا رکاوٹ محیط ہونے کے باعث برہم ہے۔نیز اگر پرمیشور اندر بھی ہے اور باہر بھی تو بہ نسبت دیانند کے ہاتھی اور وہیل مچھلی میں زیادہ ہوگا تو یہ چیزیں دیانند سے اچھی ہوئیں۔

اور اصل بات یہ ہے ہر ایک عمدہ چیز اور پاک شئے کو الٰہی شئے کہا جاتا ہے اسی واسطے تم لوگ ویدوں کو الٰہی کتب۔الٰہی علم اور ان کے جاننے والوں کو الٰہی علماء کہتے ہو۔اور مسلمان الٰہی کلام کو بھی روح کہتے ہیں۔فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوحِنَا (الانبیاء :۹۲) کے معنے ہوئے کہ حضرت مریم میں ...... الٰہی کلام کو پہنچا دیا۔اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت بھی وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (صٓ :۷۳) آیا ہے جس کا ترجمہ ہے اور جب میں اپنا کلام اس میں پہنچا دوں یا پھونک دوں۔اس کی تفصیل آدم کے قصہ میں آتی ہے۔

دوسرا طریق۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ان کی والدہ ماجدہ کو یہود لوگ برے کہتے ہیں اور کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا ہے کہ حضرت مسیح تو ہماری جانب سے اور ہماری طرف سے ایک پاک روح تھی جو ہمارے حکم سے پیدا ہوئی اور ان کی والدہ بھی صدیقہ تھیں۔ پاک روحیں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت پانے کی زیادہ تر مستحق ہیں۔

اس بات کا ثبوت کہ قرآن میں روح کلام الٰہی کو کہتے ہیں یہ ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا (الشوریٰ:۵۳)

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا (النحل:۳)

سوال نمبر ۱۷: ''(۱) خدا زمین و آسمان پر کرسی نشین ہے گویا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ (۲) عرش پر ہے۔ (۳) اس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ (۴) جبرائیل خدا سے نازل ہوتا ہے۔ (۵) عیسیٰ آسمان پر اڑ گئے (۶) محمد عربی براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر اور خدا سے باتوں کے لئے گئے۔ (۷) شیطان چھپ کر آسمانوں کی باتین سنتے ہیں (۸) فرشتے ستارے توڑ کر شیاطین کو مارتے ہیں''۔

الجواب۔ یہ ایک سوال ہے جس میں آٹھ سوال ہیں اور بعض سوال ایسے ہیں کہ ان پر تفصیل چاہیے۔ مگر یہ رسالہ جس قدر گنجائش دے گا اس کے مناسب حال لکھتے ہیں۔

پہلا سوال محض غلط فہمی اور علوم الٰہیہ حقہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب اس پر متفق ہیں۔ ہاں تارک اسلام کو علوم اسلامی سے نابینائی کی وجہ سے کرسی سے ٹھوکر لگی اور منہ کے بل جہالت کے گڑھے میں گرا ہے۔ **سنو!** ہماری مکرم کتاب صحیح بخاری میں جسے ہم کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں لکھا ہے۔

کرسیّہ علمہ یعنی کرسی کے معنی علم کے ہیں پس معنی وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرۃ:۲۵۶) کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام بلندیوں اور زمین کو وسیع و محیط

ہورہا ہے۔ اب بتاؤ اس مسئلہ میں جو مذاہب اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں اور صفات الٰہیہ کے منکر نہیں۔ ان میں کس کو کلام اور بحث ہے۔

سوال دوم پر الزامی جواب کو اور سوال سوم کے الزامی کے بعد حقیقی جواب کو ملاحظہ کرو تمہارے یجروید اکتیسویں ادھیائے میں لکھا ہے۔ دیکھو نمبر ا ’’اسے منشو سب پرانیوں کی ہزاروں آنکھیں ہزاروں پاؤں جس سروتر بیا پک جگ ویشور میں ہیں وہ پرش ہے وہ تمام بھوگول میں سب طرف سے بیا پت یہ پانچ استھول (عناصر خمسہ ۱۲) پانچ سوکھشم (حواس ۱۲) یہ دس بہوت جس کے انگ ہیں اور وہ سب جگت[1] کو اولنگھ کر ٹھہرا ہے۔

اور منتر نمبر ۳۔ اس ایشور کی سب زمین وغیرہ چراچر جگت (کل مخلوق ۱۲) ایک جزو ہیں اس جگت بنانے والے کے تین حصہ ناش رہت مہما اپنے منور سروپ میں ہے۔

اور کہا ہے نمبر ۴ تین حصوں والا پر میشور سب سے اور تم سنسار سے الگ مکت سروپ نکلتا ہے اس پرش کا ایک حصہ سے ایک جگت میں پھر ہر پیدائش اور پرلے کا چکر کھا تا ہے۔

نمبر ۵ میں ہے۔ ’’اس براٹ سنسار کے اوپر سردار پورن برہم رہتا ہے اس کے بعد بھی وہ پہلے سے ظاہر پرش جگت سے علیحدہ رہتا ہے۔‘‘ غرض سترہ منتر تک یہی مضمون مکرر کیا گیا ہے۔

پہلے منتر میں یہ لفظ کہ وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹھہرا ہے منصف انسان کے لئے قابل غور ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ خدا پرمیشر سب جگت کو پھاند کر ٹھہرا ہے اور تیسرے منتر کا مطلب ہے کہ خدا پرمیشور کے چار حصہ ہیں ایک حصہ مخلوق میں اور تین حصہ بالاتر ہیں اور نمبر ۴ کا مطلب ہے کہ پرمیشور سنسار سے الگ ہے اور اس کے تین حصہ خلق سے بالا ہیں اور نمبر ۵ میں ہے اوپر پورن برہم رہتا ہے۔

اور دیوتہ۔ امرت ناتسو ناس تر تسئے د ہام لوگ ند ہیرتم کا مطلب اور عرش پر ہے کا مطلب اگر ایک نہ ہو تو ہم ذمہ وار ہیں۔

---

[1] تمام مخلوق کو کود کر

سوال سوم۔ اگر قرآن کریم نے آٹھ کا ذکر کیا ہے تو وہاں فرشتوں کا تذکرہ نہیں مگر آپ کے ہاں صاف مسلم ہے کہ آٹھ دیوتا اس کے تخت سلطنت کو اٹھا رہے ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴ میں ہے کہ یا گولکیہ جی نے شاکلیئہ کو فرمایا ہے۔ آٹھ وسو یہ ہیں۔ پھر ان کی تفصیل کرتے کہا ہے کہ ان سب کو وسو اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں یہ گنج کائنات محفوظ اور قائم ہے۔ یا گولکیہ کے معتقدو! انسانی بات کو ماننا اور خدائے پاک کی بات کو نہ ماننا کیسی بے انصافی ہے؟

اور حقیقی بات سناتے ہیں۔

سنو! مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے۔ خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ میں ہی زمین و آسمان اور روحوں اور ان کی تمام قوتوں کا خالق ہوں۔ میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر کوئی آریہ قرآن شریف میں سے نکال دے کہ عرش بھی کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے تو میں اس کو قبل اس کے جو قادیان سے باہر جائے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ میں قرآن شریف کی وہ آیت دکھاتے ہی ہزار روپیہ حوالہ کر دوں گا۔ ورنہ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسا شخص خود لعنت کا محل ہوگا جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد تو محض اس بات پر ہے کہ عرش کوئی علیحدہ چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے اور جب یہ امر ثابت نہ ہو سکا تو کچھ اعتراض نہ رہا۔ خدا صاف فرماتا ہے کہ وہ زمین پر بھی ہے اور آسمانوں پر بھی ہے اور کسی چیز پر نہیں بلکہ اپنے وجود سے آپ قائم ہے اور ہر ایک چیز کو اٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک چیز پر محیط ہے۔ جہاں تین ہوں تو چوتھا ان کا خدا ہے جہاں پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ خدا ہے اور کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہیں۔

ف اورفرماتا ہے۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۱۶) جس طرف تم منہ کرواسی طرف خدا کا منہ پاؤ گے۔

وہ تم سے تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی ہے جو پہلے ہے اور وہی ہے جو آخر ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے اور وہ نہاں درنہاں ہے۔

اور پھر فرماتا ہے ۔وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ :۱۸۷) یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے پس جواب ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں جو شخص مجھ پر ایمان لاکر مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں ۔ ہر ایک چیز کی کل میرے ہاتھ میں ہے اور میرا علم سب پر محیط ہے ۔ میں ہی ہوں جو زمین وآسمان کو اٹھا رہا ہوں ۔ میں ہی ہوں جو تمہیں خشکی تری میں اٹھا رہا ہوں ۔

یہ تمام آیات قرآن شریف میں موجود ہیں ۔ بچہ بچہ مسلمانوں کا ان کو جانتا ہے اور پڑھتا ہے۔ جس کا جی چاہے وہ ہم سے آکر ابھی پوچھ لے۔ پھران آیات کو ظاہر نہ کرنا اور ایک استعارہ کو لے کر اس پر اعتراض کر دینا کیا یہی دیانت آریہ سماج کی ہے۔ ایسا دنیا میں کون مسلمان ہے جو خدا کو محدود جانتا ہے یا اس کے وسیع اور غیر محدود علم سے منکر ہے۔ اب یادرکھو کہ قرآن شریف میں یہ تو کہیں نہیں کہ خدا کو کوئی فرشتہ اٹھا رہا ہے بلکہ جابجا یہ لکھا ہے کہ خدا ہر ایک کو اٹھا رہا ہے۔ ہاں بعض جگہ یہ استعارہ مذکور ہے کہ خدا کے عرش کو جو دراصل کوئی جسمانی اور مخلوق چیز نہیں فرشتے اٹھا رہے ہیں۔

دانش منداس جگہ سے سمجھ سکتا تھا کہ جب کہ عرش کوئی مجسم چیز ہی نہیں تو فرشتے کس چیز کو اٹھاتے ہیں ضرور کوئی یہ استعارہ ہوگا۔ مگر آریہ صاحبوں نے اس بات کو نہیں سمجھا کیونکہ انسان خودغرض اور تعصب کے وقت اندھا ہو جاتا ہے۔

ف۔ یہ بھی ایک مطلب ہے اور اس کے علاوہ بھی

اب اصل حقیقت سنو کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں جو وید کے رو سے چار دیوتے کہلاتے ہیں مگر قرآنی اصطلاح کے رو سے ان کا نام فرشتے بھی ہے اور وہ یہ ہیں۔ اکاش جس کا نام اندر بھی ہے۔ سورج دیوتا جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ چاند جس کو عربی میں قمر کہتے ہیں۔ دہرتی جس کو عربی میں ارض کہتے ہیں۔ یہ چاروں دیوتا جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں خدا کی چار صفتوں کو اس کے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے اٹھارہے ہیں یعنی عالم پر یہ ظاہر کررہے ہیں تصریح کی حاجت نہیں اس بیان کو ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور قرآن شریف میں تین قسم کے فرشتے لکھے ہیں۔ (۱) ذرات اجسام ارضی اور روحوں کی قوتیں (۲) اکاش۔ سورج چاند زمین کی قوتیں جو کام کررہی ہیں۔ (۳) ان سب پر اعلیٰ طاقتیں جو جبرئیل ومیکائیل وعزرائیل وغیرہ نام رکھتی ہیں جن کو وید میں جم لکھا ہے مگر اس جگہ فرشتوں سے یہ چار دیوتے مراد ہیں یعنی اکاش اور سورج وغیرہ جو خدا تعالیٰ کی چار صفتوں کو اٹھارہے ہیں۔ یہ وہی چار صفتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا گیا ہے۔ اس فلسفہ کا وید کو بھی اقرار ہے مگر یہ لوگ خوب ویددان ہیں جو اپنے گھر کے مسئلہ سے بھی انکار کررہے ہیں۔

اخیر میں سنو۔ بہولوگ۔ انترکش۔ برہم لوگ جس کا ذکر منو ۲۔ ۲۴۳ میں ہے اس کے اوپر کس کی حکومت ہے۔

سوال چہارم۔ جبرائیل ملک ہے۔ دیوتا ہے۔

ملائک اور دیوتا کے متعلق تمہارے گرو دیانند کا یہ مذہب تھا کہ وہ مظاہر قدرت ہیں۔ دیکھو وید بھومکا صفحہ ۴۳۔ اس کے علاوہ (خدا کے) اور جس قدر دیوتا بتائے گئے ہیں یا آگے بیان کئے جائیں گے وہ سب اسی ایک آتما کے (پرمیشور) پرتی انگ (مظاہر اجزاء قدرت) ہیں کیونکہ وہ اس کے ایک ایک انگ (قدرت کی جزو) کو ظاہر کرتے ہیں انتہیٰ ان دیوتا کا قیام (رتھ۔ رمن) ٹھہرنے کی

جگہ آتما یعنی پرمیشر ہے۔ جبرائیل کے اصل معنی جاوَ رایل ہیں یعنی خدا کا قریب جس طرح تمہاری یہاں آگ قاصد ہے اور ہوم کے ذریعہ تم لوگ (ہب) کستوری۔گھی۔شہد اور خوشبودار چیزیں وغیرہ اگنی دیوتا کے ذریعہ اور دیوتاؤں کو پہنچاتے ہو اور ان سے نفع حاصل کرتے ہو یا حصول منافع کا خیال کرتے ہو۔اس کے بالمقابل انبیاء و رسل اور ان کے اتباع اولیاء اللہ (یوگی جن) اپنی محنتوں عبادات و ذکر الٰہی توجہات اور مراقبوں سے سچے علوم حاصل کرتے ہیں۔اور جناب الٰہی ان مظاہر قدرت کو انبیاء و رسل و اولیاء کے لئے مفید بناتا ہے ان میں سے یہ جبرائیل ہے۔

تمہارے ہوم اور ہب سے مخلوق دیوتا اگر پرسن ہو سکتے ہیں یا نافع بن سکتے ہیں تو ذکر الٰہی اور عبادت سے خالق دیوتا پرسن ہو کر مکالمہ کا شرف بخشتا ہے اور جبرائیل آدی دیوتا وسائط ہوتے ہیں۔

سوال پنجم۔ عیسیٰ آسمان پر اڑ گئے۔

جواب۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں اڑے۔قرآن کریم اس کی تکذیب کرتا ہے۔قرآن ایک کلی قاعدہ ہر ایک ذی حیات کے لئے باندھتا ہے اور اس قاعدہ کلیہ سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتا۔اس کے خلاف اعتقاد رکھنے والا قرآن کریم میں بتائی ہوئی خدا کی سنت کا مکذب اور بے ایمان ہے۔وہ آیت یہ ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا (المرسلات:۲۶،۲۷)

ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں دونوں کو اپنی طرف جذب کرنے والی بنایا۔اس کی کشش ثقل کسی کو اپنے اندر اور اپنے اوپر لینے اور رکھنے کے سوا چھوڑتی ہی نہیں۔

پھر خدا تعالیٰ نے اسی اپنی سنت کو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ایک نمونہ سے اور بھی صاف کر دیا جب کفار مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ تو آسمان پر چڑھ جا تو خود خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو ارشاد کیا کہ یوں جواب دو قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل :۹۴) تو کہہ میرا رب ایسے ناجائز سوالوں کے جواب اور ایسی لغو حرکات سے پاک ہے کہ اپنی سنت کو توڑے۔ یہ اس کی مصلحت کے برخلاف ہے۔میں تو بشر رسول ہوں اور بشر

رسول کا آسمان پر بجسم عنصری جانا سنن الٰہیہ کے خلاف ہے۔

سوال ششم۔ ہمارے نبی کریم براق پر سوار ہوئے اور خدا سے بات چیت کی اور آسمانوں کی سیر کو گئے اس پر ہنسی اور تمسخر کیا ہے۔

الجواب۔ یہ سب امور حق ہیں ان کی معانی کے لئے اس علم کی لغت کو دیکھو جس کو علم الرؤیا کہتے ہیں۔علم الرؤیا کی معتبر کتاب تعطیر الانام میں لکھا ہے۔ جو کوئی دیکھے کہ براق پر سوار ہوا وہ مراتب عالیہ پر پہنچے گا اور اس کو سفر میں عزت ملے گی اور جہاں سے گیا وہاں باعزت واپس ہوگا۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوا کہ آپ مکہ سے نکلے اور پھر کس شان کے ساتھ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں بامراد اور منصور مکہ میں داخل ہوئے۔

پھر اسی میں لکھا ہے جو دیکھے کہ وہ پہلے آسمان پر گیا اس کی عمر بہت بڑی نہ ہوگی اور جو دوسرے پر جاوے وہ عالم وحکیم ہو اور جو تیسرے پر جاوے اس کی عزت واقبال زیادہ ہو اور جو چوتھے پر جاوے وہ بادشاہوں کی نظروں میں معزز ہو اور جو پانچویں پر جاوے اس کو جزع وفزع اور مشکلات پیش آویں اور جو چھٹے پر پہنچے اس کو سعادت وجاہ حاصل ہو اور جو جناب الٰہی کا درشن کرے اس کا انجام بخیر ہو۔ یہ ساری باتیں جو عزت اور جاہ اور علو اور انجام بخیر اور کامیابی کے متعلق ہیں وہ سب ہمارے نبی کریم ﷺ کے حق میں احسن وجہ سے پوری ہوئیں۔ یہ سیر آسمان ایک مکاشفہ ہے اس کی تاویل وتعبیر اسی علم کی کتابوں میں دیکھنی چاہیے۔افسوس تم پر! تم نے خواہ مخواہ اعتراض کا ٹھیکہ لے کر ثابت کر دیا ہے کہ کسی سچے علم سے تمہیں کوئی مناسبت نہیں اور التزام کر لیا ہے کہ ہر ایک حق اور حقیقت کا انکار کر دیا جاوے۔کون سی قوم ہے جو علم مکاشفہ سے انکار کر سکتی ہے اور اس مکاشفہ کا تو انکار ہو بھی نہیں سکتا کیوں کہ واقعات نفس الامریہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔

پھر یاد رکھو کہ معراج فقط ایک خواب ہی نہیں بلکہ حقیقی معراج تو حضور کی فطرت میں موجود تھا فداہ ابی و امی **صلی اللہ علیہ وسلم** اور یہ معراج اس حقیقت کا اظہار تھا اور اعلیٰ اظہار تھا اور واقعات نے اس پر مہر لگا دی۔

فائدہ۔معراج میں ایک لطیف جسم ہوتا ہے جو اس جسم کثیف سے الطف اورقویٰ میں قوی تر ہوتا ہے ہم نے کسی سوال کے جواب میں دکھایا ہے کہ نفس انسانی (روح) کے ساتھ جسم لطیف اورقویٰ قائم رہتے ہیں اور **ثم استیقظ** کا لفظ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ہے اس ہماری بات کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال نمبر۱۸۔''اللہ تعالیٰ نے شرک کرایا کہ آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا''

الجواب۔اول تو اللہ تعالیٰ احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں ہوسکتا کیا یک پویت کرتا ہے۔کیا برہمچر یہ ہے کیا سنیاسی ہے۔کیا وواہ یا نیوگ کرتا ہے۔نہیں ہرگز نہیں۔

دوم۔سجدہ کے معنے تو فرمانبرداری کے ہیں۔خود قرآن میں ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (الحج :۱۹)اوراللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں۔وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (النحل:۵۰)اور اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور زید الخیل قصیدہ میں ہے۔

بجمع تضل البلق فی حجراته ترى الاكم فيها سجد اللحوافر

پھر کیا اچھے لوگوں کی خصوصاً ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اللہ کی طرف سے خلیفہ، بادشاہ، حکام رسول ہوکر آتے ہیں شرک ہوسکتی ہے۔ہرگز نہیں۔

الٰہی خلفاء کی اطاعت وانقیاد وفرمانبرداری، سیاست وتمدن کا اعلیٰ اورضروری مسالہ ہے بلکہ ان کی فرمانبرداری **خود الٰہی فرمانبرداری** ہے قرآن میں ہے۔مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء :۸۱)اورفرمایا: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۶۰)

کیا تم نے نہیں سنا یا ستیارتھ میں نہیں پڑھا جہاں لکھا ہے کہ عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہیے

اگر کوئی معنی پوجا کے کئے جا سکتے ہیں تو سجدہ کے کیوں نہیں کئے جاتے۔آج ایسا اعتراض کرنا اور ایسے شخص کے منہ سے ایسا اعتراض نکلنا جو انگریزی پڑھا ہے کس قدر شرم کی بات ہے۔انگریزی زبان میں ورشپ کا لفظ کس قدر وسیع اور روزمرہ کی بول چال میں آتا ہے حتیٰ کہ ججوں کو ہزورشپ کہا جاتا ہے۔اس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہیں کہ وہ قابل اطاعت شخص ہیں۔قرآن میں آیا ہے کہ درخت اور چارپائے اور آسمان زمین کی ساری چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں اور امرءالقیس کے شعر میں ہے کہ تمام جنگل ان گھوڑوں کے سموں کو سجدہ کرتے تھے۔اب صاف ظاہر ہے کہ وہ سجدہ عرفی نہیں جو زمین پر گر کر پیشانی کو زمین سے ٹکرا دیتے ہیں۔

لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (النحل :۵۰)

اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (الحج :۱۹)

اور اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔تو کیا آسمان وآسمان کی چیزیں اور زمین کی زمین پر گرتی ہیں۔

تمہارے آریہ مسافر کے جواب میں اور تنقیہ والے کے دفاع میں ہم نے ایک مضمون لکھا تھا جب وہ مر گیا تو ہم نے اس مباحثہ سے اعراض کیا اور یہ مضمون پڑا رہا۔اب جو تم نے نئی چھیڑ کی تو اس مضمون کو مختصراً لکھ دیتے ہیں۔آریہ مسافر اور تنقیہ والے کا اعتراض حسب ذیل ہے۔''جس زمانہ میں کہ آنحضرت محمد صاحب ہوئے تھے اس وقت بت پرستی بہت پھیلی ہوئی تھی الی ان قال''

''مگر چونکہ ان کی سرشت میں بت پرستی بھری ہوئی تھی احکامات مندرجہ عین بت پرستی کے ظاہر وصادر ہوئے''۔

پہلا حکم۔وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (البقرة:۳۵) یہ آدم پرستی ہوئی۔

دوسرا حکم۔وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة:۱۲۶) یہ کعبہ پرستی ہوئی۔

تیسرا حکم۔ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (النمل:۸تا۱۰)

یہاں آگ کو خدا جانا۔

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (النساء:۱۳۷)

۲۔ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا (النساء:۱۵)

۳۔ وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبۃ:۶۱)

۴۔ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (التوبۃ:۶۲)

۵۔ اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ (التوبۃ:۶۳)

یہ سب رسول پرستی ہے۔

یہ خلاصہ تنقیہ دماغ کے صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ کا ہے۔

الجواب۔ قرآن مجید اور اہل القرآن جس قدر شرک و بت پرستی کے مخالف ہیں اتنا تو درکنار اس کے قریب قریب بھی کوئی مذہب دنیا میں بت پرستی کا مخالف نہیں۔ سوچو کس کتاب میں یہ کلمہ لکھا ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ (حم السجدۃ:۳۸) سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو۔

کیا وید میں ایسی باتیں ہیں کہ وایو۔ آگ۔ جل۔ سورج۔ چاند۔ زمین کی پرستش نہ کرو اگر ان مادیات کی پرستش کی مخالفت ہوتی تو جل پرست وغیرہ کہاں سے پیدا ہوتے اور کس کتاب میں ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء:۴۹)

اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس سے شرک کیا جائے اور اس کے نیچے درجے جسے چاہے معاف کرتا ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (النساء: ۱۱۷) اور جس نے اللہ سے شرک کیا وہ سخت بہک گیا۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدة: ۷۳) یہ پختہ بات ہے کہ جو اللہ سے شرک کرے اللہ جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا (النساء: ۴۹) اور جس نے اللہ سے شرک کیا اس نے بڑی بدی کی بات تراشی۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الاحقاف: ۶) اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتا ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (بنی اسرائیل: ۴۰) اور تو اللہ کے ساتھ اور معبود مت ٹھہرا ور نہ تو ذلیل اور راندہ ہو کر جہنم میں گرایا جائے گا۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (الجن: ۲۰) اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے اٹھا قریب تھا کہ اس پر ٹوٹ پڑتے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ءٰۤاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (النمل: ۶۰) کہہ حمد اللہ کے لئے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر بتاؤ اللہ خیر و برکت ہے یا وہ جنہیں شریک ٹھہراتے ہیں۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (النمل :۶۱) کس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا اورتمہارے لئے بادل سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے خوش نما باغ اگائے۔ تمہاری قدرت میں نہ تھا کہ تم درختوں کو اگاتے۔ بتاؤ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ مشرک ہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (النمل :۶۲) ترجمہ۔ کس نے زمین کو تمام چیزوں کے لئے قرارگاہ بنایا اوراس میں دریا رواں کئے اوراس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی بتاؤ کوئی اور معبود اللہ کے ساتھ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ نادان لوگ ہیں۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل:۶۳)

کون ہے جو بیچارہ کی آواز سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اوراس کے دکھوں کو دور کرتا ہے اورتمہیں زمین پر دوسروں کے جانشین بناتا ہے۔ بتاؤ کوئی اور معبود اللہ کے ساتھ ہے تم نصیحت کو بہت ہی کم قبول کرتے ہو۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (النمل:۶۴)

کون ہے جو برّ و بحر کی تاریکیوں میں تمہیں راہ دکھاتا ہے اورکون ہے جو اپنی رحمت (باران) کے آگے آگے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ بتاؤ کوئی اورمعبود اللہ کے ساتھ ہے۔ بلند اور پاک ہے اللہ ان کی تمام شرک کی باتوں اورشریکوں سے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النمل :۶۵،۶۶) کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے بتاؤ کوئی معبود اللہ کے ساتھ ہے کہہ کوئی دلیل تو لاؤ اگر سچے ہو۔ کہہ آسمانوں اور زمین میں جو ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے سوا اللہ کے انہیں کوئی پتا نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یہ نمونہ ہے ان کلمات طیبات کا جن میں شرک کا استیصال کیا گیا ہے اور قرآن میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں اختلاف اور تناقض نہیں۔ پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایسی صریح اور پُرشوکت تعلیم کے خلاف یہ الزام لگایا جائے کہ اس میں شرک کی تعلیم ہے۔ اگر آریہ میں غیرت ہے تو ہم انہیں بلاتے ہیں کہ ایسی پاک تعلیم شرک کے خلاف وید سے نکال کر دکھائیں۔ کاش وید میں کوئی صاف فقرہ ایسا ایک ہی ہوتا تو اتنی مخلوق ناپاک بت پرستی میں گرفتار نہ ہوتی۔ یہ وید کی بقول دیانند کے استعارہ آمیز تعلیم کا نتیجہ ہے کہ کل ہندوستان لامعلوم برسوں سے طرح طرح کی مخلوق پرستیوں کی نحوست میں مبتلا ہے۔ قرآن کریم اپنی نسبت دعویٰ کرتا ہے جیسے فرمایا۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

(النساء:۸۳) اگر قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

بلکہ قرآن مجید کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (النحل:۶۵)

قرآن اسی لئے اتارا ہے کہ لوگوں کی تمام اختلافی باتوں کا حکم بن کر فیصلہ کرے۔

اس صورت میں کیونکر ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم میں شرک کی تعلیم ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (الکھف:۶)

اب اس اعتراض کا جواب سنئے جس کو تنقیہ کے نہایت نافہم مگر تکذیب والے سے کسی قدر مہذب نے بیان کیا ہے۔ تنقیہ کا مؤلف کہتا ہے کہ قرآن مجید اور حضرت ہادی اسلام نے آدم پرستی۔

کعبہ پرستی۔آگ پرستی۔رسول پرستی سکھائی ہے۔**لاحول و لا قوۃ الا باللہ**۔میں نے تکذیب والے سے تنقیہ والے کومہذب اس لئے کہا ہے کہ اس نافہم نے تکذیب کے صفحہ ۲۱۰ میں پیر پرستی۔ سخی سرور پرستی۔شمس پرستی۔تابوت سکینہ پرستی۔کواسلام کی طرف منسوب کیا ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ یا جبرائیل کا وظیفہ کرتے ہیں۔مؤلف تنقیہ کوتو دلیل کا خیال بھی آیا ہے مگر مکذب نے سب کچھ بے دلیل ہانک دیا۔بہرحال سنو! پرستش کے معنے عبادت اور پوجا کے ہیں۔عبادت عربی زبان میں کس کو کہتے ہیں۔

قاموس اللغہ اوراس کی شرح تاج العروس میں لکھا ہے۔ **العبادۃ : فعل مایرضی به الرب. عبد عبادۃ وعبودۃ وعبودیۃ. اطاعه اعبدوا ربکم. اطیعوا ربکم.**

پھر سوچنا چاہیے علاوہ بریں آدم علیہ السلام کا قصہ ایک تاریخی واقعہ کا بیان ہے۔اس واقعہ کے بیان سے یہ کہاں سے نکلا کہ حضور علیہ السلام ہمارے نبی کریم نے ملائکہ کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا۔بت پرستی اور بتوں کوقرآن نے رجس فرمایا جیسے فرمایا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (الحج:۳۱)اور اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ :۱۲۶) کا مطلب یہ ہے کہ مکہ معظّمہ کو بت پرستی اور بتوں سے پاک کردو۔یہاں بت پرستی کا استیصال ہوا یا بت پرستی ہے؟

نیز ملائکہ کا آدم کوسجدہ کرنا اوراہل اسلام کا بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا یا مکہ معظّمہ میں اللہ تعالیٰ کوسجدہ کرنا اور پیغمبر صاحب کی بات کو ماننا کیا اپنے نفس وہوا کی فرمانبرداری ہے۔کیا آدم کا حکم ہے کیا کعبہ کا حکم۔کیا حضرت نبی عرب کا اپنا حکم ہے یا حسب اعتقاد اہل اسلام کے اللہ تعالیٰ کا حکم۔اگر باعتقاد اہل اسلام اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اللہ کی عبادت ہوئی نہ آدم اور کعبہ اوررسالت مآب کی۔ہاں بت پرست کی بت پرستی شرک ہوگی کیونکہ اس پر الٰہی فرمان نہیں۔

پھر حضرت سیدنا ابوالبشر آدم خلیفہ تھے۔الٰہی خلفاء کی فرمانبرداری اورالٰہی رسولوں کی فرمانبرداری

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہوا کرتی ہے۔کیا تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ رسول کے معنے ایلچی کے ہیں۔ ایلچی پیام رساں کی اس امر میں فرمانبرداری جس میں وہ پیامبر ہو کر کسی کے حکم کو پہنچاتا ہے حکم بھیجنے والے کی فرمانبرداری ہوا کرتی ہے اسی واسطے صحابہ کرام کو جب حضرت سرور عالم کوئی حکم فرماتے تو بعض وقت وہ پوچھ لیا کرتے کہ اَوَحْیاً اَمْ مَشْوَرَۃ ۔آگ پرستی کا تو قرآن میں کہیں ذکر ہی نہیں اور جس آیت سے استدلال کیا ہے اس آیت کی تفسیر بتفصیل میں نے تصدیق براہین احمدیہ کے صفحہ نمبر ۱۳۰،۱۳۵ میں کر دی ہے۔

علاوہ بریں کعبہ پرستی کے اتہام پر گزارش ہے کہ اہل اسلام کا کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کعبہ پرستی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اوّل۔تو اس لئے کہ استقبال کعبہ کے صرف اتنے معنے ہیں کہ کعبہ کی طرف منہ ہو اور بت پرستی کا حاصل یہ ہے کہ بت معبود ہوں۔

دوم۔نماز میں کعبہ کی طرف منہ ہونا چاہیے۔اس امر کی نیت بھی شرط نہیں کہ کعبہ کی طرف منہ ہو چہ جائیکہ کعبہ کی عبادت کی نیت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت ضرور ہے۔

سوم۔ابتدا نماز سے نماز کے آخر تک اسلامی نماز میں تعظیم کعبہ کا کوئی لفظ نہیں۔نماز اللہ اکبر کے لفظ سے شروع ہوتی ہے اور رحمۃ اللہ کے لفظ پر ختم ہو جاتی ہے اللہ ہی کے نام سے شروع اور اسی کے نام پر ختم ہوتی ہے۔

چہارم۔کعبہ کی دیواروں کا نمازی کے مقابل ہونا بالکل شرط نہیں اگر بالفرض کعبہ کی دیواریں منہدم ہو جاویں جیسے حضرت عبداللہ بن زبیر کے وقت نئے سرے کعبہ کی تعمیر کے وقت اتفاق ہوا تو بھی نماز ادا کی جاتی ہے۔اگر کعبہ کی دیوار معبود و مسجود ہوتی تو ضرور تھا کہ اتنے دنوں نماز موقوف رہتی۔غور کرو! اگر شیودوارے اور رگھناتھ جی کے مندر کے بت اٹھوا کر کہیں اور جگہ رکھوا دیں تو پھر بت پرست لوگ تمام بت پرستی کے فرائض اسی دوسری جگہ ادا کرتے ہیں اور پہلی جگہ کو کوئی نہیں پوچھتا۔

پنجم۔ خانہ کعبہ کو اسلام والے بیت اللہ کہتے ہیں اور بالکل ظاہر ہے کہ کوئی شخص کسی کے مکان کو جاتا ہے تو اس کا مطلب مکان والا ہوا کرتا ہے۔ کسی تخت نشین بادشاہ اور بزرگ کے آداب و نیاز اس کے تخت کے سامنے تخت کے آداب نہیں ہوا کرتے اور بت پرست بتوں کو خدا نہیں جانتے بلکہ جن کے بت ہوا کرتے ہیں ان کا مظہر جانتے ہیں۔

ششم۔ مستحق عبادت اسلام کے نزدیک صرف وہ ہے جو خود موجود کل کے نفع وضرر کا مالک و مختار ہو اور اس کا نفع وضرر کسی سے ممکن نہ ہو۔ وہی جس کا کمال جلال و جمال ذاتی ہو اور تمام اس کے سوا اپنے وجود و بقا میں اسی کے محتاج سب کے کمالات جمال وجلال اسی کے عطا ہوں اور ایسی چیز اللہ تعالیٰ کے ماسوا اہل اسلام کے نزدیک کوئی بھی نہیں۔

سب سے افضل، اکمل، اتم حضرت سید ولد آدم ﷺ کا وجود باجود ہے۔ ان کی پاک جناب کو بھی اسلامی اللہ کا بندہ اللہ کا رسول ہی اعتقاد کرتے ہیں۔ اسلام کا اعتقاد ہے کہ ایک ذرہ کے بنانے کا بھی اختیار انہیں نہیں۔ ایک رتی برابر کسی کے نقصان دینے کی قدرت نہیں۔ آپ خالق کائنات نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۔ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۔ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ (الجن: ۱۹تا۲۴)

اور مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے اوٹھا تو اس پر ٹوٹ پڑنے لگے۔ کہہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ کہہ میں تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ کوئی مجھے خدائی عذاب سے پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میرے لئے اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ ہے میرا کام تو

صرف خدا کے پیغام پہنچا دینا ہے۔

عبادت واطاعت اور فرمانبرداری کا اصل باعث امید وبیم ہے اسی واسطے بت پرست بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ ان سے ان کو نفع کی امید وضرر کا ڈر ہے اور اہل اسلام کو کعبہ کی نسبت یہ اعتقاد نہیں۔

ہندی بت پرست اور عیسائی قوموں کا یہ حال ہے کہ ہندو بت پرست تو پرمیشر کو اکرتا اور نرنکار شتر تا اور متر تا سے پوتر جان کر شیو اور بشنو وغیرہ ہزاروں دیوتا کی پرستش کیا کرتے ہیں جن سے ان کو امید وخوف ہوتا ہے اور عیسائی باری تعالیٰ کو ایسا عادل جو نجات نہ دے سکے یقین کر کے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کو منجی نجات دینے والا اعتقاد کر کے ان کی پرستش کرتے اور عبادت کر کے شرک میں گرفتار ہیں۔

ہفتم۔علم اگر معلوم کا تابع ہے تو حکم محکوم کا تابع نہیں۔حکم ہمیشہ حاکم کا تابع ہوا کرتا ہے کیا معنے؟ علم میں عالم کی رضا واختیار کو دخل نہیں جیسا معلوم ہوتا ہے ویسا ہی سچا علم ہوا کرتا ہے اور حکم میں حاکم کو اختیار ہوتا ہے اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے حکم کر دے۔محکوم کی مرضی کو اس میں دخل نہیں۔ محکوم کا فرض ہے کہ حاکم کا حکم سن کر اس میں چون وچرا نہ کرے بلکہ حاکم کی مرضی کا تابع رہے۔

مگر ہاں قابل لحاظ یہ امر ہے کہ اگر وہ حکم ایسے علم واعتقاد پر مبنی ہو جو خلاف واقعہ ہے تو پھر اس حکم کو بلا تامل اغواء شیطانی سمجھے نہ ارشاد ربانی کیونکہ لاجرم علم معلوم کے تابع ہوا کرتا ہے مثل حکم تابع حاکم نہیں۔اگر یہ بات ہے تو پھر استقبال کعبہ میں حکم الٰہی کی تعمیل لازم ہے۔اس لئے کہ اس حکم کا مدار کسی اعتقاد خلاف واقعہ امر پر نہیں بلکہ کسی واقعی اعتقاد کی بھی ضرورت نہیں فقط حکم کی ضرورت ہے۔ البتہ اگر اسلام میں استقبال کعبہ میں کعبہ پرستی ہوتی تو بے ریب مثل بت پرستی کے یہاں بھی اس اعتقاد کی ضرورت ہوتی کہ کعبہ عبادت کا مستحق ہے مگر اسلام میں استقبال کعبہ کا مطلب اتنا ہے کہ خدا کی عبادت اس طرف کرو کیونکہ اوّل تو انسان مقید فی الجہت ہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوتا کہ جہت سے علیحدہ ہو کر جسمانی عبادت کرے تو انسان پر تکلیف مالا یطاق کا بوجھ ڈالا جاتا

اس لئے جسم کے لئے چونکہ جہت لازمی تھی اس کے لئے جہت تجویز ہوئی۔قبلہ نما قاسم العلوم ۔ ہاں پورب کومنہ کر کے عبادت کرنا سورج پرستی معلوم ہوتی ہے۔منو۲۔۵۷اور ہوم کے وقت آگ کی طرف منہ کر کے اہوتی دیتے ہو جو آگ پرستی ہے۔

سوال نمبر۱۹۔''ظالم نہیں تو نوح کی خاطر تمام دنیا کو کیوں غرق کیا''

الجواب۔تمام دنیا کو غرق کر دینا قرآن کریم میں ہرگز نہیں۔اس کی عربی تو **اغرقنا الدنیا کلّها** ہے اور یہ لفظ قرآن میں ہرگز نہیں مگر بتاؤ جل سے سرشٹی کیونکر ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے۔ جل پر لے اوراس کے نیچے کی پر لے آپ کو معلوم نہ ہوں تو دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۹۰۔

''جب مہا پر لے ہوتا ہے تب اس کے بعد اکاش وغیرہ کی ترتیب ہے اور جب اکاش اور وایو کا پر لے نہیں ہوتا اور اگنی وغیرہ کا ہوتا ہے تو اگنی (حرارت) وغیرہ کی ترتیب سے اور جب ودیت اگنی (حرارت برق) کا بھی ناش نہیں ہوتا تب پانی کی ترتیب سے دنیا پیدا ہوتی ہے۔''

یہاں دیکھ لو کہ ایک وقت میں تمام دنیا پر جل آتا اور سب کچھ ہلاک ہوجاتا ہے گو ہم ایسی باتوں کے قائل نہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون کی سزا میں پہلے کیڑے مکوڑے پھر چوہے ہلاک ہوتے ہیں۔سنو! خالق کو جس طرح پیدا کرنے کا اختیار مارنے کا بھی ہے۔

سوال نمبر۲۰۔''خدا نے خود دلوں پر مہر لگا دی اور کانوں میں پردے ڈال دیئے تو انبیاء کا بھیجنا حماقت ہے خدا خود دوزخ میں جاوے''

الجواب۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (البقرة:۸)**هم** کا لفظ یہاں تین بار آیا ہے اور یہ ضمیر جمع مذکر غائب کی ہے جس کے معنے ہیں''وہ لوگ''پس معلوم ہوا کہ یہ ذکر ایسے لوگوں کا ہے جن کا پہلے کوئی ذکر آ چکا ہے۔اس لئے **هم** کے معنے سمجھنے کے لئے ضرور ہوا کہ ماقبل کو ہم دیکھ لیں۔تو جب ہم نے ماقبل کو دیکھا تو یہ آیت موجود ہے۔اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

لَا يُؤْمِنُوْنَ (البقرة:۷)اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ ایسے منکر لوگ ہیں جن کے لئے ختم اللہ کا ارشاد ہے۔عام نہیں۔

پھر قرآن کریم نے صاف صاف بیان فرمایا ہے جہاں ارشاد کیا ہے ۔ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (النساء:۱۵۶)یعنی ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔اس سے معلوم ہوا کہ مہر کا باعث کفر ہے۔انسان کفر کو چھوڑے تو مہر ٹوٹ جاتی ہے۔اسی طرح فرمایا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (المومن:۳۶)

پس تفصیل دونوں آیتوں کی یہ ہے(البقرة:۷)اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا) یاد رکھو کہ کفر کرنا کافر انسان کا اپنا فعل ہے۔جیسے قرآن کریم نے بتایا اور یہ پہلی بات ہے جو کافر سے سرزد ہوئی ہے اور یہ کفر خداداد روحانی قوتوں طاقتوں سے کام نہ لینے سے شروع ہوا جو دل کی خرابی کا نشان ہے۔سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (برابر ہو رہا ہے ان کے نزدیک خواہ ڈرایا تو نے یا نہ ڈرایا تو نے)یعنی تیرے ڈرانے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ۔ یہ دوسرا[۲] فعل کافر انسان کا ہے کہ اس نے اپنی عقل وفکر سے اتنا کام بھی نہیں لیا اگر اس میں یہ خوبی نہ تھی کہ ایمان کے لئے خود فکر کرتا سوچتا۔عقل سے اپنا کام لیتا تو کم سے کم رسول کریم کے بیانات کو ہی سنتا کہ کفر کا نتیجہ کیسا برا اور اس کفر کا انجام کیسا برا ہے۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ نہیں مانتے یہ تیسرا[۳] فعل کافر انسان کا ہے اول تو ضرور تھا کہ قلب سے کام لیتا جو روحانی قوت کا مرکز ہے۔اگر اس موقعہ کو ضائع کر چکا تھا تو مناسب یہ تھا کہ نبی کریم کی باتیں سنتا پس کان ہی اس کے لئے ذریعہ ہو جاتے کہ ایماندار بن جاتا اور یہ دوسرا موقع حصول ایمان کا تھا۔پھر اگر یہ بھی کھو بیٹھا تو مناسب تھا کہ پکے ایمانداروں کے چال چلن کو دیکھتا جو ایسے موقع پر اسی کے شہر میں موجود تھے اور یہ بات اس کافر کو آنکھ سے حاصل ہو سکتی تھی۔مگر اس نے یہ تیسرا موقع بھی ضائع کر دیا۔

غور کرو! اگر کوئی دانا حاکم کسی کو مختلف عہدے سپرد کرے لاکن وہ عہدہ دار کہیں بھی اپنی طاقت سے کام نہ لے تو کیا حاکم کو مناسب نہیں کہ ایسے نکمے شخص کو عہدہ سے اس وقت تک معزول کر دے جب تک وہ خاص تبدیلی نہ کرے۔

اب اسی ترتیب سے دوسری آیت پر غور کرو۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر۔اس لئے کہ انہوں نے پہلے دل کا ستیاناس خود کیا اور کفر کیا۔

وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اوران کے کانوں پر یہ دوسری سزا ہے۔کیونکہ انہوں نے اپنے کانوں سے کام نہ لیا۔وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۔یہ تیسری سزا ہے کہ ان کے آنکھوں پر پٹی ہے کیونکہ انہوں نے آنکھ سے بھی کام نہ لیا۔

ظاہری مثال۔آپ نے قرآن کریم کے فہم میں دل سے اب تک کچھ کام نہ لیا اور یہ بات مجھے تمہارے سوالوں سے ظاہر ہوئی ہے اور نہ یہ کوشش کی کہ پہلے ان سوالات کے جوابات کسی متکلم سے سنتے۔اب میں آپ کے آگے آپ کی آنکھ کے آگے یہ رسالہ رکھتا ہوں۔دیکھیے آپ روحانی آنکھ سے کام لیتے ہیں یا نہیں۔اگر توجہ کی اور کفر چھوڑا تو دیکھ لینا مہر ٹوٹ جائے گی۔بات یہ ہے کہ ایک عام قانون جناب الٰہی نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے جس سے یہ تمام سوال حل ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (الصّف :٦) جب وہ کج ہوئے خدا نے ان کے دلوں کو کج کر دیا۔

یہ بات انسانی فطرت کے دیکھنے سے عیاں ہوتی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کچھ قوتیں عطا فرما کر ان قوتوں کے دینے کے بعد ان قوتوں کے افعال کے متعلق انسان کو جواب دہ کیا ہے اور انہیں طاقتوں کے متعلق نافرمانی کے باعث انسان عذاب پاتا ہے۔مثلاً ایک ہوا دار روشن کمرہ کی کھڑکیاں عمدہ طور پر بند کی جاویں تو اس بند کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کمرہ کے اندر اندھیرا ہوا اور

کمرہ کی ہوا رک جاوے۔ یہ مثل ٹھیک ان اعمال پر صادق آتی ہے جن کا انسان جواب دہ ہے۔ اسی طرح آتشک اور خاص سوزاک ان لوگوں کو ہوگا جو بدی کے مرتکب ہوئے۔

پس جب کھڑکیاں کھول دی گئیں اور پورا اور صحیح علاج کر لیا گیا تو کمرہ پھر ہوادار روشن اور مریض اچھا ہو جائے گا۔ مہریں اسلام کے رو سے ٹوٹ بھی جاتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن کریم میں آیا ہے۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى (البقرۃ:۱۸۶) مہریں ہی ٹوٹیں تو نبی کریم سے لے کر کروڑ در کروڑ آج تک مسلمان ہوئے۔ ہاں! تمہارے مذہب کے رو سے مہر کا ٹوٹنا ضرور محال ہے کیونکہ اگر مہروں کا ٹوٹنا محال نہیں تو آپ کم سے کم اپنی گاؤ ماتا کو اس کے بہرشٹ جنم سے چھوڑاتے۔ ہمیں اسے پنڈ تانی بنا کر دکھاؤ تو سہی! اس بیچاری کا جنم صرف سزا ہی بھوگ رہا ہے۔ کاش اس کی مہر ٹوٹتی تو نہ انگریز اسے مارتے اور نہ ہم پر اتنے مقدمات قائم ہوتے۔

سوال نمبر ۲۱۔ ''خدا کے ہاں سفارش منظور نہیں پھر کہا بعض کی منظور ہے۔ سپارش اور گناہ کا کیا تعلق ہے۔''

''قرآنی خدا مطلق العنان ہے۔ قیدی لائے جاتے ہیں وزیر سپارش کر رہا ہے اور اورنگ زیبی دربار لگا ہے۔''

الجواب۔ میں اپنے فن طبابت میں دیکھتا ہوں کہ میری کوشش کی سپارش، میری دی ہوئی دواؤں کی سپارش کہیں منظور ہے اور کہیں نامنظور۔ اسی طرح سائنس دانوں کی سپارشیں کہیں منظور ہیں کہیں نامنظور۔ بادشاہوں کے وزراء امراء سپہ سالاروں کی سپارشیں کہیں منظور ہیں کہیں نامنظور۔ دعائیں کہیں کامیاب کر کے شکر کے انعامات کا موجب ہوتی ہیں اور کہیں ناکامی سے صبر کے انعامات دلاتی ہیں۔

پس اس قاعدہ کے مطابق بعضوں کے حق میں لکھا ہے کہ ان کے لئے سپارش نامنظور ہے اور بعض کے لئے سپارش منظور ہے۔ اسی طرح بعض کی سپارش منظور اور بعض کی نامنظور۔ سپارش

اور گناہ کا یہ تعلق ہے کہ گناہ اخذ کا موجب ہے اور سپارش کنندہ کی سپارش اس کے نیک اعمال کے باعث الٰہی عفو (کھما) کو حاصل کر کے ایک قسم کے گناہ گار کے لئے تو کھما کو موجب ہوتی ہے اور سپارش کنندہ کے واسطے باعث اعزاز وامتیاز۔

شفاعت ایک دعا بلکہ دعا سے بڑھ کر ایک درجہ کی پرارتھنا ہے۔ پس اس پر انکار کیا؟

سوال نمبر۲۲۔ ’’آدم کی پیدائش اوراس کی روح افسانہ ہے‘‘

الجواب۔ نادان !! انسان ! ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے صفحہ ۲۹۴۔۴۲ سوال کے جواب میں۔ سوال یہ ہے آغاز دنیامیں ایک یا کئی انسان پیدا کئے اور جواب یہ دیا ہے کہ کئی اور پھر دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے۔ ابتدا دنیا میں انسان وغیرہ کی پیدائش بچپن جوانی یا بڑھاپے کی عمر میں ہوئی۔ جواب جوانی کی عمر میں۔

تم کو ایک بابا آدم کی پیدائش سے یہ دکھ پہنچا کہ ترک اسلام کیا اور یہاں تم کو آریہ سماج بننے کے لئے کئی آدم ماننے پڑے۔ میں نے قرآن کریم کے مخالفوں اسلام کے مخالفوں کی نسبت یہ تجربہ کیا ہے کہ جو کوئی وہمی طور پر قرآن واسلام پر اعتراض کرتا ہے اس نادان کو بڑھ چڑھ کر اعتراضوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے جو وہمی طور پر کئے تھے۔

مثلاً مسیحی لوگوں نے اعتراض کیا کہ فلاں جزوی اور فروعی مسئلہ میں قرآن واسلام بائبل کا خلاف کرتا ہے اس لئے ہم اسے نہیں مان سکتے۔ اس کا نتیجہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام شریعت کو وہ لوگ لعنت اور پرانی چادر یقین کر کے ازسرتاپا چھوڑ بیٹھے اور مثلاً آریہ نے ہماری توحید پر اعتراض کئے تو ان کو ماننا پڑا ازلی ہستیاں تین ہیں، بلکہ پانچ بلکہ لاکھوں لاکھ۔

اللہ تعالیٰ ازلی ۔تمام روحیں ازلی غیر مخلوق تمام ذرات عالم روحوں کے صفات،افعال اور عادات۔ ذرات کے صفات اور افعال اور عادات بلکہ زمانہ اور اکاش بھی سب کچھ الٰہی مخلوق نہیں اورنگ زیب کو اپنے رسالہ میں بہت یاد کیا ہے مگر تمہاری قوم نے جہاں جہاں کچھ طاقت پائی ہے

کیا کیا؟ ماتحت مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکیاں کیں اور کررہے ہیں۔اس پر اگلا آنے والا جنم یاد کرو۔

سوال نمبر۲۳۔'' خدا نے آدم سے اس کی بی بی پیدا کی۔''

الجواب۔ دیکھو جواب سوال نمبر۲۲۔ جہاں ہزاروں ہزار لاکھوں لاکھ جوان جناب الٰہی نے پیدا کئے۔آپ کو کب صاف معلوم ہوا کہ کن بچہ دانوں اور رحموں سے پیدا ہوئے اور وہ لاکھوں لاکھ نطفے کہاں سے آئے اور وہ بچہ دان کیونکر گم ہو گئے۔ جہاں سے اگنی، وایو، انگرا وتیہ وغیرہ پیدا ہوئے اب وہاں سے کیوں نہیں ہوتے۔اب ہم ان وسائط کو مذکر کہیں یا مؤنث وغیرہ؟؟

پسلی کا لفظ بھی قرآن کریم میں نہیں۔ ہاں خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا (النساء :۲) کا لفظ ہے مگر اس مِن کے معنے سمجھنے کے لئے قرآن کریم میں جا بجا ہدایت نامے موجود ہیں۔غور کرو!

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ (الفاطر:۱۲)

خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا (الروم:۲۲)

کیا تم ہر روز دیکھتے ہو کہ لوگوں کی پسلیوں سے ان کی بی بیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور سنو! منو ۱/۳۲ میں لکھا ہے۔'' پھر برہما جی نے اپنے قالب کے دو حصے کئے۔نصف سے صورت مرد نصف سے صورت عورت پیدا ہوئی ان دونوں کے ملانے سے شخص وارث کو پیدا کیا اور ۳۳ شلوک میں لکھا ہے کہ وہ خود منو جی کے باپ تھے۔تماشا ئیست دیدنی!!

سوال نمبر۲۴۔'' آدم کو مع اس کی بی بی کے بہشت میں رکھا۔مگر ایک درخت سے منع کیا اس کا نام کیوں نہ بتایا۔ پھر بائبل دیکھنی پڑتی ہے۔''

الجواب۔اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسا ہلاک کیا۔غور کر! تو تو بائبل ڈھونڈنے لگا تھا پھر کہاں چلا گیا اور اصل اعتراض سے الگ ہو گیا۔کیا تم کو پہلے پرمیشر نے ملک تبت میں نہیں رکھا تھا پھر تم کیوں آریہ ورت میں آ گئے۔ستیارتھ صفحہ ۲۹۶ میں لکھا ہے۔اس کے پہلے اس ملک کا نام کچھ بھی نہ تھا اور نہ کوئی آریوں سے پہلے اس ملک میں بستے تھے۔کیونکہ آریہ لوگ ابتدائے عالم میں کچھ عرصہ کے بعد

تبت سے سیدھے اسی ملک میں آ کر بسے تھے۔ ہمارے سردار رحمۃ للعالمین ﷺ سے جن نابکاروں نے مکہ والوں سے چھیڑ کی تھی دیکھو کس طرح خائب وخاسر ہوکر دنیا کے پردہ سے نابود ہو گئے اور وہ فتح کا جھنڈا ہاتھ میں لئے کس طرح مکہ میں جا براجے؟ ہم اس کو انشاء اللہ تعالیٰ مقدمہ میں زیادہ واضح بیان کریں گے۔

سوال نمبر ۲۵۔ ’’آدم کا قصہ مسلسل نہیں حالانکہ بیسیوں دفعہ شروع ہوا۔‘‘

الجواب۔ قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں جس قدر روحانی تعلیم کے متعلق کسی قصہ کی ضرورت ہوتی ہے صرف اتنا ہی قرآن کریم میں بیان ہوتا ہے۔ مجھے پہلے خیال تھا کہ گریجوائٹ ہے۔ مگر اب یقین آ گیا کہ تجھے اکائی کی گنتی بھی نہیں آتی۔ تو لکھتا ہے کہ بیسیوں دفعہ (آدم کا قصہ شروع ہوا) میں تجھے سچ کہتا ہوں تو جھوٹا اور احمق ہے۔ ایک بیس دفعہ بھی نہیں نصف بیس دفعہ نہیں۔ اب قرآن مجید پر پھر نظر کر۔ البتہ یجر وید میں ہزاروں باریک کا بیان ہے۔ اور سام میں اندر، اگنی سوم کی ہزار بار تکرار سے شاعرانہ تعریف ہے۔ رگوید کی اگنی، وایو، جل کا تکرار بکثرت بے ترتیب پایا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۶۔ ’’ایک دن نرسنگھا پھونکا جاوے گا اور لوگ مر جائیں گے۔ سوالات کس جگہ کس طرح آواز پہنچے گی کیونکر مریں گے۔ یہ واقعات کب ہوں گے۔ کیا خدا معطل ہو جائے گا‘‘

الجواب۔ یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ پال مر جائے گا۔ تو آپ اس لئے انکار کر دیں کہ کس جگہ، کس طرح، کیونکر، کب اور کیا پھر خدا معطل ہو جائے گا۔ کیا یہ سوال مہا پرلے پر آپ کو پیش نہیں آیا۔ دیکھو جواب سوال نمبر ۲۲۔

سوال نمبر ۲۷۔ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (الفجر:۲۳)

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (الحاقة:۱۸)

الجواب۔ جَاءَ فعل ہے۔ افعال اور صفات کا طریق کیا ہے؟ یہ ہے کہ فاعل اور موصوف کے لحاظ سے افعال اور صفات کا رنگ اور حالت بدلتی رہتی ہے۔ غور کرو مثلاً بیٹھنا ایک فعل ہے۔

ایک آپ کا بیٹھنا ہے اور ایک کسی جانور کا بیٹھنا۔ دیکھو اس بیٹھنے میں ایک جسم خاص کی ضرورت ہے۔ مکان کی ضرورت ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا ساہوکار تھا مگر اب بیٹھ گیا ہے۔ دیکھو یہ بیٹھنا اور طرح کا ہے یا کہا جاتا ہے کہ آج کل ہندوانگلستان کے تخت پر ایڈورڈ ہفتم بیٹھا ہے۔ اس بیٹھنے میں ایڈورڈ سوتا ہو، چلتا ہو، کہیں کھڑا ہو، بہرحال بیٹھا ہے۔

اب اس سے بھی لطیف موصوف اور فاعل کا حال سنو۔ تمہارے دل میں اسلام کا بغض بیٹھ گیا ہے۔ تمہارے دل میں آریہ سماج کی محبت بیٹھ گئی ہے کیا محبت کوئی جسم ہے؟ نہیں۔ اسی طرح آنا اور حرکت کرنا ایک صفت اور فعل ہے۔ فلانا آدمی آیا۔ یہ آنا ایک طرف ایک مکان کے چھوڑنے کو چاہتا ہے اور دوسری طرف ایک مکان کی طرف آنے کو۔ سرور میرے دل میں آیا۔ علم میرے قلب میں آیا۔ مجھے سکھ ملا۔ اگر بولا جاوے تو یہ لازم نہیں آتا کہ سرور اور علم اور سکھ کوئی جسم ہے اور اس نے کوئی مکان ترک کیا اور سنو! تمہارے گرو نے تو اپنی دعاؤں میں الٰہی حرکت کو بھی مانا ہے دیکھو صفحہ نمبر ۴ ستیارتھ پرکاش۔

''اے پرمیشور جس جس مقام سے آپ دنیا کے بنانے اور پالنے کے لئے حرکت کریں اس اس مقام سے ہمارا خوف دور ہو۔''

سنو! پال اگر پرمیشر حرکت کر سکتا ہے تو ملائکہ (دیو) تو محدود ہوتے ہیں ان کا حرکت کرنا کیوں حیرت انگیز ہے؟ اگر حرکت کے کوئی معنی سماج کر سکتی ہے اور روپک النکار میں اس کو لے سکتی ہے تو قرآن کریم میں مسلمان کیوں مجاز نہیں کیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر قدرت میں جلوہ گری کرتا ہے وہ حلول و اتحاد سے منزہ وراء الوراء مظاہر قدرت میں اپنی قدرتوں، طاقتوں بلکہ ذات سے جیسے اس کی لیس کمثلہ ذات اور انوپیم کی شان ہے۔ آتا ہے اور کہیں سے جاتا ہے۔ کیا جیسے ودوان دہارمک کے ہردے میں آتا ہے۔ ویسا ہی دشٹ اناڑی کے ہردے میں بھی ہوتا ہے اور آتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ تمہارے ہاں تو پھاند کر

بھی جا تا ہے۔ پھرا تنا کیا مشکل ہے۔ یجروید اکتیسواں ادھیا کے پہلے اشلوک میں لکھا ہے وہ سب جگت کوالنگہہ کرٹھہرا ہے۔ پوراترجمہ ہم نے سوال نمبر ۱۷ میں لکھا ہے۔

عرش اور آٹھ فرشتوں کے متعلق بھی سوال نمبر ۱۷ میں جواب دیا ہے۔

سوال نمبر ۲۸۔ مردے جاگ اٹھیں گے جو جلا دیئے گئے جن کی راکھ اڑا دی گئی جن کو شیر بھی کھا گئے۔ کیوں کر اٹھیں گے؟

الجواب۔ تو کیا آپ لوگ سزا و جزا کے قائل نہیں اور کیا جب آپ مرجائیں گے تو کیا آریہ کا پرمیشر معطل ہو جائے گا یا تمہارے سرسوتی نام ہادی نے جھوٹ بولا ہے جہاں کہا ہے؟ دیکھو جواب نمبر ۲۲

''اور کیا مرکر جی اٹھنا غلط ہے اور جن کو آرین جلاتے ہیں وہ پھر نہیں اٹھیں گے اور کیا جب تم کو جلایا گیا تو تم بالکل فنا ہو جاؤ گے؟ مجھے معلوم نہیں ہوسکتا کہ تم کس مذہب کے آدمی ہو کیونکہ تمام ایسے مذاہب جو خدا کے قائل ہیں مردوں کے جی اٹھنے سے منکر نہیں۔''

سوال نمبر ۳۰۔ ''خدا ترازو لے کر بیٹھے گا۔ خدا کو تکڑی بٹے کی کیا ضرورت پڑی۔ اعمال کوئی مادی چیز ہیں۔''

الجواب۔ بٹے کا ذکر تو قرآن مجید میں نہیں اور نہ یہ کہ اعمال مادی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (الانبیاء :۴۸) اور ہم قیامت کے دن انصاف کی میزانیں رکھیں گے۔ تم کیسے نادان ہو کہ میزان کو مادیات میں منحصر سمجھتے ہو۔ میزان کو تم کیوں وسیع نہیں خیال کرتے۔ دیکھو! جب تم نے حساب پڑھا تھا اس وقت تم کو جمع کی میزان، تفریق کی میزان، ضرب کی میزان، تقسیم کی میزان علم حساب میں نہیں بتائی گئی۔ اس سے تم اندھے کیوں ہوئے اور کیوں میزان کی حقیقت میں غور نہیں کرتے کہ وہ بہت ہی وسیع ہوسکتی ہے؟ پھر تم نے مذہب اسلام اور آریہ مت پر میزان نہیں لگائی اور ترک اسلام ایک رسالہ نہیں لکھا جس میں

ان موازین کا تذکرہ کیا۔ پھر وزن اعمال میں تمہیں بٹوں کا خیال کیوں پیدا ہوا؟

اب فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ (الاعراف :۹) (یعنی جس کی میزانیں بھاری ہوں گی) اس کا بیان سن لو۔ تمہاری ستیارتھ میں لکھا ہے ''جب پاپ بڑھ جاتا ہے اور پُن کم تو انسان کا جیو حیوان وغیرہ نیچے درجہ کا جسم پاتا ہے اور جب دہرم زیادہ اور ادھرم کم ہوتا ہے تو دیو یعنی عالموں کا جسم ملتا ہے اور جب پن پاپ برابر ہوتا ہے تو معمولی انسانی جسم ملتا ہے''۔ صفحہ ۳۴۳

اب یہ بڑھنا اور گھٹنا پرمیشر کو کس طرح معلوم ہوا اور کیا یہ موازنہ نیکی اور بدی کا نہیں اور کیا پرمیشر نے ان اعمال کے لئے میزانیں قائم نہیں کی ہیں؟ اے نادان تارک اسلام! تجھ پر افسوس کس نے تجھے سکھایا کہ تو آنے والے غضب سے ان زبان کی چالاکیوں سے بچ جائے گا۔؟

سوال نمبر ۳۱ ''پہاڑ روئی کی طرح اڑیں گے۔ بھلا ہمالہ بھی اور یورپ امریکہ کے پہاڑ بھی''

الجواب۔ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۷۴۔ آٹھویں سملاس کے ابتداء میں ہے۔

''اے (انگ) انسان! جس سے یہ گونا گوں خلقت ظاہر ہوئی ہے جو اس کو قائم رکھتا اور فنا کرتا ہے اور جو اس دنیا کا مالک ہے۔ جس محیط کل میں یہ سب دنیا اتپتی (پیدائش) سہتتی (قیام) پرلے (فنا) پاتی ہے وہ پرمیشور ہے۔ اس کو تو جان اور دوسرے کو صانع کائنات نہ مان۔''

پھر کہا ہے۔ جس کے ہاتھ میں اس عالم کی پیدائش قیام اور فنا ہے وہی برہم جاننے کے لائق ہے۔ اور کہا ہے کہ سب سو عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا بشکل رات نا قابل تمیز اور اکاش کی مثل تھا اور تجھ غیر محدود پرمیشر کے مقابل میں محدود اور اس سے محاط تھان۔ پھر سوچو!!! اس قادر کے مقابل یہ ہمالہ اور کہستان یورپ و امریکہ کیا ہستی رکھتا ہے۔ آہ! تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پتہ ہی نہیں اور معلوم نہیں کہ تم کس مذہب میں تھے اور کس میں ہو؟ کیا تمہاری خیالی پرلے اور مہا پرلے میں سب فنا نہ ہوں گے؟

سوال نمبر۳۲۔ چاند سورج سے جا ملے گا۔

الجواب۔ جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس میں تو ہے جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (القیامۃ:۱۰) اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ چاند سورج سے جا ملے گا اس کے تو معنے ہیں کہ چاند اور سورج جمع کئے جائیں گے۔ اور جو تم نے ترجمہ کیا ہے اس کے خلاف قرآن مجید میں یہ لکھا ہے اور تمہاری تردید کی ہے۔ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰسٓ :۴۱) سورج کو طاقت نہیں کہ چاند کو دبوچ لے یا اس سے جا ملے اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے بلکہ یہ سب کے سب اپنے اپنے فلک میں تیرتے ہیں۔

اور فرمایا ہے۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (یٰسٓ :۴۰) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ آخر کار وہ چاند پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا ہے۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرّحمٰن :۶) اور سورج اور چاند اپنے اپنے محوروں پر چکر کھاتے ہیں۔

پس دونوں یوں تو جمع نہیں ہوتے جیسے تم نے غلطی سے وہم کیا ہے۔ بلکہ ان کا اجتماع بعض صفات میں ہوتا ہے مثلاً دونوں کا گرہن ایک مہینہ میں ہو جاوے جیسے چاند گرہن کے لئے تین تاریخیں جناب الٰہی نے مقرر کر دی ہیں۔ تیرہ چودہ اور پندرہ قمری مہینہ کی تاریخیں اور سورج گرہن کے لئے بھی سنن الٰہیہ میں تاریخیں مقرر ہیں۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹۔ ستائیس اٹھائیس اور انتیس چاند کی تاریخیں سنن الٰہیہ میں مقرر ہیں ان کے خلاف نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اب جمع کی صورتیں تو بہت ہیں۔ ان میں سے جو اس زمانہ میں آیات اللہ کی طرح جو صورت واقع ہوئی ہے وہ یہ صورت ہے کہ ہماری کتب میں لکھا ہوا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں چاند گرہن پہلی رمضان میں اور سورج گرہن

نصف رمضان میں ہوگا اور یہ مہدی کا نشان ہوگا۔ چنانچہ ۱۳۱۱ ہجری میں رمضان شریف کی ۱۳ تیرہ تاریخ کو جو چاند گرہن کے لحاظ سے پہلی تاریخ ہے اور اسی رمضان کی اٹھائیس تاریخ کو جو سورج گرہن کے لئے درمیانی وقت ہے اور تواریخ سورج گرہن کے لحاظ سے نصف ہے سورج گرہن ہوا اور یہ واقعہ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے لئے ظہور مہدی کا نشان ہوا اور پھر ۱۳۱۲ ہجری میں اسی طرح امریکہ میں گرہن ہوا اور یہ دوسرا آسمانی نشان مہدی کا تھا جو ظہور پذیر ہوا اور وہ مہدی جس کا یہ نشان ظاہر ہوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہیں۔ صلوات اللہ علیہ وعلیٰ مطاعہ محمد سید الرسل وخاتم الانبیاء۔

سوال نمبر ۳۳۔ ''ستارے گر پڑیں گے۔ گر کر کہاں جائیں گے۔ کیا زمین پر اگر ہاں''

الجواب۔ اگر ہاں کا مقابلہ آپ بھول گئے۔ سنو! انتشر کے معنے ہیں، جو انتشرت میں آیا ہے تفرق کے ہیں۔ کیا معنے؟ ان کا اجتماع اور نظام موجودہ متفرق ہو جائے گا۔ اب اس میں تو قیامت پر لے کا حال ہوا۔ پھر آپ کو کیونکر انکار ہوسکتا ہے؟ ہاں سائنس دان ہوکر، اسٹرانمر ہوکر اعتراض کرتے تو بجا تھا۔ میرا یقین کامل ہے کہ مذاہب میں ایک مذہب بھی نہیں جو اسلام پر کوئی اعتراض کرے اور خود اس کے گھر میں اس سے بڑھ چڑھ کر نشانہ اعتراض چیز موجود نہ ہو۔

سوال نمبر ۳۴۔ ''زمین باتیں کرے گی۔ سورج چاند کیوں نہ کریں گے، ستارے کیوں خاموش ہیں۔''

الجواب۔ ۱۔ اوّل تو سورج اور چاند کی خاموشی کا ذکر نہیں جو آپ کو اس پر تعجب ہوا۔

۲۔ دوم ستارے بھی تمہارے دیانند کے اعتقاد میں زمین ہی ہیں پس ان کی خاموشی بھی ثابت نہیں کیونکہ وہ بھی زمین ہیں یا زمین کی طرح ہیں۔ پس جیسے یہ زمین باتیں کرے گی وہ بھی باتیں کریں گے۔

۳۔ سوم۔ یہ تاتستھ او پادہی ہے اگر تم کو اس کی سمجھ نہیں تو پڑھو ستیارتھ پرکاش صفحہ نمبر ۲۵۴۔

اہم برہم اسی کے ارتھ میں لکھا ہے۔اس موقع پر تاتستھ اوپادہی استعارہ ظرف ومظروف کا استعمال ہے جیسے (منچا کری شرنتا) منچ پکارتے ہیں۔ چونکہ منچ جڑ ہیں ان میں پکارنے کی طاقت نہیں اس لئے منچ کے جاگزین آدمی پکارتے ہیں۔پس اسی طرح اس موقع پر بھی سمجھنا چاہیے۔

۴۔چہارم۔تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا کے ساتھ ہے بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (الزلزال:۵،۶) بیان کرے گی زمین اپنی خبریں اس لئے کہ تیرے رب نے اسے وحی کے ذریعہ حکم کیا ہے۔

پس ہمہ سامرتھ (القادر)۔سرب شکتی مان۔(الغنی۔القادر) جو دوسرے کا محتاج نہیں۔اگروہ زمین کو فرماوے کہ تو بیان کر تو کیا وجہ ہے کہ پھر بیان نہ کر سکے۔تم بھی تو قویٰ خداداد سے ہی بولتے ہو۔زمین بھی قوی خداداد سے بول سکتی یا بیان کر سکتی ہے۔

۵۔پنجم۔ تحدث میں یہ ضرور نہیں کہ ہماری تمہاری طرح پنجابی یا اردو بولے۔ ہرایک کا بولنا اس کے مناسب حال ہوا کرتا ہے۔پھر الفاظ کی ضرورت بھی نہیں۔ایک لسان الحال اور ایک لسان الافعال بھی ہوتی ہے۔اب تم خود سمجھ لو کہ زمین کی لسان کس نوع کی ہے جس سے وہ بولے گی اور ظرف ومظروف کے استعارہ پر کیوں تم خود سمجھ نہیں سکتے؟

سوال نمبر ۳۵۔شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ (حٰم السجدہ:۲۱) نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (یٰسٓ:۶۶) یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ زبان کا کام دیں گے۔یہ ڈھکونسلا ہے۔قرآنی بہشت خراب خانہ ہے۔

الجواب۔شہادت تحریری بھی ہوتی ہے اور تقریری بھی۔اور تقریر زبان سے اور ایماء وکنایہ سے بھی۔اسی طرح یاد رکھو کہ کلام بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ایسا ہی نطق بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ایسے ہی شہادت،تحدیث اور قول کے اقسام بھی ہوتے ہیں۔تم ایوروید تو پڑھے ہوئے نہیں **مگر سنو! ایک** آتشک کا مارا ہوا ہمارے سامنے آتا ہے تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کے نقش ونگار جو آتشک سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے آنکھ کان کی حالت صاف صاف گواہی دیتی ہے کہ یہ آتشک کا مبتلا ہے۔

ایک شخص مجلوق اور جریان کا مبتلا ہمارے سامنے آتا ہے اس کا آنکھ سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں اور اسی طرح ہزاروں بیماروں میں یہ امر مشہود ہے۔ پھر کیا علیم وخبیر ذات پاک کے سامنے ہی سمع وبصر گواہی نہیں دے سکتے۔ یہ کیا عجیب بات ہے اس میں ڈھکونسلا کیا ہوا! بہشت کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا جواب آگے آتا ہے دیکھو نمبر ۳۶۔

سوال نمبر ۳۶۔ بہشت میں رہو جہاں غم کا نشان نہیں۔ انسان ایک حالت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ مدامی خوشی وبال جان ہو جائے گی۔ انسان نعمتوں سے تھک جاتا ہے۔

الجواب۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فہم دے۔ اب تمہارے تبدیل مذہب کا باعث معلوم ہوا۔ جب تم ایک حالت پر نہیں رہ سکتے تو تمہارا آریہ سماج دہرم پر استقلال بھی معلوم ہو گیا۔ اگر مدامی خوشی وبال جان ہے تو جو سچد[1] انند ہے پس وہ ہمیشہ کی خوشی چھوڑ کر ضرور کسی نہ کسی دکھ دائک جسم میں جاتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ ضرور جنم دہاری ہے اور پرانے آریہ ورت والے اوتاروں کے ماننے میں وجہ رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر اگر قیاس ہے تو معلوم ہوا کہ چالیس برس کی خوشی پر بھی انسان کو رہنا محال ہے کہ کوئی پسند کرے تو اس حساب سے کئی ارب[2] کی مکتی ایک عذاب ہے جو روح پر کسی ظالم کا کام ہوگا۔ تعجب تعجب!!

اصل بات سنو! بنی اسرائیل مدت تک مصر میں فرعون کے تحت ذلت میں رہے تھے۔ اس لئے ان کے واسطے موسیٰ علیہ السلام کا منشا تھا کہ یہ قوم کسی طرح فاتح بنے۔ قوم نے رسول اللہ کی نافرمانی کی تو جنگل میں سزایابوں کی طرح چالیس برس رہنا پڑا۔ اس پر وہ تنگ ہو گئے تو زمیندار بننا چاہا نہ خوشی کے باعث۔ اس پر حضرت حق سبحانہ نے فرمایا۔ **اھبطوا مصراً**۔

---

[1] حقیقی ہستی، علیم اور ہمہ سرور۔ یہ خدا کے وہ صفات ہیں جن کو آریہ مانتے ہیں ۱۲ منہ

[2] اربوں برس خوشی وآزادی سے رہنا آریہ کی نجات ہے ۱۲

بہشت کے متعلق اور حور اور ولدان قصور اور غلمان کے متعلق بحث

اس بحث میں ایک طویل مضمون لکھنا چاہتا تھا مگر اصل رسالہ جس کا جواب دینا ہے چھوٹا ہے اور یہ مضمون بذات خود ایک بڑے رسالہ میں درج ہونے کے قابل ہے اس کے ایک ایک سوال پر اگر جواب لکھا جائے تو مجلد ضخیم چاہیے اس لئے ہم اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کر کے یہاں مختصراً لکھتے ہیں۔

اوّل۔صرف آریہ کو خطاب کرتے ہیں کہ جان جس کو عام لوگ روح کہتے ہیں اور سنسکرت میں جیوآتما ہے اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے اور رہے گا۔ یہ امر ہمارے اور آریہ کے مسلمات میں ہے اور یہ بات کہ یہ جان ہم سے پہلے تھی اور اس جسم سے سابق اس کا وجود تھا یہ امر ایسا ہے کہ اس کا یہاں بیان کرنا کچھ ضروری نہیں۔

ہاں جان ہے اور رہے گی کا ثبوت ستیارتھ پرکاش نویں سملاس کے پندرہویں سوال میں لکھا ہے۔ ’’مکتی میں جیو لے ہوجاتا ہے یا قائم رہتا ہے‘‘ اس کا جواب خود دیانند دیتا ہے کہ قائم رہتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ جیو ایک لطیف جسم بھی رکھتا ہے اور پھر بھی رکھے گا۔ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۱۴ میں لکھا ہے ’’جینمی اچارمکت پرش کے لطیف جسم حواس اور پران وغیرہ کا بھی بمثل من کے موجود رہنا مانتے ہیں نہ کہ معدوم ہوجانا‘‘

اور صفحہ ۳۱۳ میں سترہ سوال کے جواب میں کہا ہے۔ ’’کہ جیو میں مقدم تو ایک قسم کی طاقت ہے مگر[۱] چوبیس قسم کی طاقتیں جیو رکھتا ہے۔ اس وجہ سے مکتی میں بھی آنند کے حصول سے محظوظ ہوتا ہے۔ اگر مکتی میں جیو لے ہوجاتا تو مکتی کے سکھ کو کون بھوگتا اور جو جیو کے فنا ہونے کو مکتی سمجھتے ہیں وہ تو سخت جاہل ہیں‘‘ یاد رکھو!

اور پھر یہ بھی لکھا ہے چھتیس سوال صفحہ ۳۲۱ کہ ایک جیو عالم نیک نہاد صاحب حشمت راجہ کی رانی کے حمل میں جاگزین ہوتا ہے۔ پھر صفحہ ۳۴۲ میں لکھا ہے کہ جو متوسط درجہ کے رجوگنی ہوتے ہیں وہ

۱؎ دیکھو صفحہ نمبر ۳۷۔

را جہ وغیرہ کا جنم پاتے ہیں اور یہ باتیں مکت اور نجات سے بھی پیشتر حاصل ہوتی ہیں۔

اب ان اصول کو مدنظر رکھ کر کوئی شخص مسلمانوں کے ان عقائد پر جو وہ مابعد الموت بیان کرتے ہیں کیا اعتراض کرسکتا ہے؟

ان باتوں سے جو خود پنڈت دیانند نے تسلیم کی ہیں کیسی صفائی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جنت کی نعمتیں سچی اور حق ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ جب ارواح اپنی طاقتوں اور خواہشوں کے ساتھ موت کے بعد بھی قائم رہتے ہیں اور اگر وہ طاقتیں نہ ہوں تو بقول دیانند کے مکتی کے انند سے کیونکر محظوظ ہو سکیں تو از بس ضروری ہے کہ ان طاقتوں کے مظاہر بھی موجود ہوں۔جس قدر حواس روح اپنے ساتھ رکھتی ہے ضروری ہے کہ ان حواس کو مسرور و محظوظ کرنے کے سامان اور آلات اور جلوہ گاہیں بھی مہیا ہوں۔کان کے سرور اور آنند کے سامان اگر ضروری ہیں تو آنکھ کے سرور اور آنند کے آلات بھی از بس ضروری ہیں۔پھر قوت لامسہ اور قوت ذائقہ اور شامہ کو بھی اپنے مظاہر سے محروم نہیں ہونا چاہیے اور جب ان طاقتوں کے لئے اسباب سرور کا ہونا ضروری ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے جذبات اور قویٰ کے سامان نہ ہوں جنہیں اس عالم میں زندگی کے حظوظ میں اعلیٰ ترین مانا گیا ہے اور موت کے بعد بھی وہ طاقتیں اور جذبات روح میں مرکوز ہو کر اس کے ساتھ ہوں گی۔اب ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک بہشت نام ہے اس جگہ کا جہاں جیو (نفس) یا روح کو ہر طرح کی راحت اور آرام ملے وہ ایک اعلیٰ سرور کا مقام ہے جس میں انسانی حالت خدا تعالیٰ کے متعلق تو یہ ہوگی جس کا بیان قرآن میں یہ آیا ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس:۱۱) اور ان کی پکار اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ تو پاک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر ان کا قول سلام اور سلامتی ہوگا اور آخری پکار ان کی یہ

ہوگی کہ سب حمد اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے۔

اس آیت پر غور کرنے والا غور کرلے کہ کس طرح بہشت میں جناب الٰہی کی تسبیحیں اور تحمیدیں کی جائیں گی اور کس طرح روحانی مزہ اٹھایا جائے گا اور باہمی بہشت میں وہ تعلقات ہوں گے جن کا بیان آیت ذیل میں ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر :۴۶ تا ۴۸) تحقیق متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے انہیں کہا جائے گا کہ ان میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ اور امن میں رہو اور جو کینہ اور کپٹ دنیا میں ان کے دلوں میں تھا بہشت میں ہم ان کے دلوں سے نکال ڈالیں گے وہ بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

اور اسی پر غور کرو کہ جب غیروں کے ساتھ بہشت والوں کا یہ سلوک ہوگا جس کا ذکر آیت بالا میں ہے تو اپنوں کے ساتھ کیا ہوگا مگر مزید تشریح کے لئے ہم دو تین حوالے دیتے ہیں جو سعادت مند کے لئے کافی ہیں۔ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (الرحمٰن :۷۱) ان میں اعلیٰ درجہ کی نہایت خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ عُرُبًا اَتْرَابًا (الواقعة :۳۸) خاوند سے پیار کرنے والیاں ہم عمر۔ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (الرّحمٰن :۵۸) جن کی نگاہیں ہر بدی سے کوتاہ ہوتی ہیں۔ صرف خاوندوں تک محدود ہیں۔

جس جنت میں ایک نیک سیرت خدا پرست مخلوق سے کامل سلوک کرنے والا رکھا جاوے اور اس میں کئی قسم کے قویٰ موجود ہوں تو اسے کیا بیوی نہیں ملنی چاہیے۔ ہمارے نزدیک تو تمام فطری قویٰ جو اس وقت انسان کو دیئے گئے ہیں وہ نہایت اعلیٰ مدارج پر وہاں بھی عطا ہوں گے مگر سردست ہم ان قوتوں کا بیان کرتے ہیں جن کا مکتی کی حالت میں بھی روحوں کے ساتھ موجود ہونا تمہارے ہاں ثابت ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۳ جواب سوال ۱۷۔ مقدم تو ایک قسم کی طاقت ہے مگر

زور[1]، ہمت[2]، کشش[3]، تحریک[4]، حرکت[5]، جوف[6]، امتیاز[7]، فعل[8]، حوصلہ[9]، یاد[10]، یقین[11]، خواہش[12]، محبت[13]، نفرت[14]، ملاپ[15]، جدائی[16]، ملانا[17]، جدا کرنا[18]، سننا[19]، چھونا[20]، دیکھنا[21]، چکھنا[22]، سونگھنا[23] اور گیان[24] یہ چوبیس قسم کی طاقتیں جیو رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے مکتی میں بھی آنند کے حصول سے محظوظ ہوتا ہے۔ اب ان قویٰ کو چند بار مطالعہ کرو زور ہمت، کشش، تحریک، حرکت، جوف، خواہش، محبت، ملاپ، ملانا، جدا کرنا۔ ذرہ ان سب کو ملاؤ تو سہی پھر حوروں پر اعتراض کرو۔ یہ تو مانتا ہوں کہ لفظوں کے معانی ادنیٰ بھی ہوتے ہیں اور اوسط اور اعلیٰ بھی۔ مگر خدائی عبادت میں تو کسی جوف اور ملاپ چھونے اور ملانے اور جدا کرنے کا کچھ ذکر کم ہی آتا ہے اور اگر کھانے پینے کے تذکروں سے آپ کو ہمارے بہشت سے انکار ہے تو کیا چکھنا سونگھنا کچھ اور ہوتا ہے کھانے اور پینے کی چیزوں میں نہیں ہوتا۔

اور اگر بہشت میں خوبصورت آوازوں کا سننا آپ کے نزدیک معیوب ہے تو روح کو سننا وہاں کیوں لگایا گیا ہے اور ستیارتھ پرکاش میں تو اور ذریعہ بھی لکھا ہے دیکھو صفحہ ۳۲۵ اور اتنا سنئے جس طرح دنیوی سکھ جسم کے سہارے سے بھوگتا ہے اسی طرح پرمیشور کے سہارے جیوآتما مکتی کے آنند کو پاتا ہے وہ مکت جیو غیر متنا ہی محیط کل برہم کے اندر اپنی خوشی کے موافق گھومتا ہے۔ پاک علم سے تمام کائنات کو دیکھتا ہے۔ دوسرے مکتی پائے ہوؤں کے ساتھ ملتا ہے۔ علم پیدائش کو ترتیب وار دیکھتا ہوا تمام مختلف دنیاؤں میں یعنی جتنی یہ دنیائیں نظر آتی ہیں اور نظر نہیں آتیں ان سب میں گھومتا ہے۔ وہ تمام اشیاء کو جو اس کے علم کے آگے آتی ہیں دیکھتا ہے۔ جس قدر گیان بڑھتا ہے اس کو اتنا ہی زیادہ آنند ہوتا ہے۔ مکتی میں جیوآتما بے لوث ہونے کی وجہ سے پورا گیانی ہوتا ہے اور تمام اشیاء کو جو اس کے قریب ہوتی ہیں بخوبی معلوم کرتا ہے۔

اب مکش اور نجات کے ورے سے اس جنم کے بعد اگر کوئی شخص ان نیک اعمال کو کرتا ہوا مر جائے جن کے بدلے وہ ہندوستان کا راجہ بنے اور اس کی بہت سی بیبیاں جو نیک نہاد اور پاک سرشت ہوں اور ان بیبیوں کے ماورائے کچھ اور بیبیاں بھی جن کے اعمال نیک ہوں اور وہ نیکی کے باعث اپسرہ (حوریں) بنیں اور اس راجہ ہند کے کچھ عمل ایسے بھی ہوں جن کے باعث ان اپنی بیبیوں اور

چند غیر بیبیوں کے باہم تعلقات پیدا ہوں تو ایسی صورت میں آپ کسی وید کے بھاگ منتر سے یا برہمنوں اور سوتروں سے کیا ایسا جنم محال ثابت کر سکتے ہیں۔انصاف سے غور رہو!!

بہشت اور وہاں بیبیوں کے ہونے اور عمدہ کھانے پینے کا انکار وہ کرے جو موت کے بعد روحوں کے فنا ہونے کا قائل ہو۔پھر وہ کرے جو روح میں کسی لطیف جسم کے ہونے کا قائل نہیں کیونکہ جب اس کے نزدیک روح کے پاس کوئی آلہ خوشبوئی کے حاصل کرنے کا نہیں تو وہ حوروں کو کیا کرے گا کیونکہ روح بلاجسم ایسے کام کچھ نہیں کرسکتی۔

پھر بہشت کی ایسی نعمتوں سے وہ انکار کرے جس کو بیبیوں سے صدمات شدیدہ یا خفیفہ پہنچے ہوں۔پھر وہ کمزور انسان بہشتی بیبیوں سے انکار کرے جس کو جریان سرعت انزال اور اس خاص جسم کی خاص خاص کمزوریاں لاحق ہوں۔پھر اس نے ہزاروں ہزار روپیہ اشتہاریوں کو دے کر کچھ کامیابی حاصل نہیں کی۔پھر وہ جس کو یہ ابتلا آیا ہے کہ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے شادی کی اور اس سے لوگ ہی متمتع ہوئے ہوتے ہیں اور باایں کچھ بول نہیں سکتا! آخر اس کو نیوگ کرانا پڑا۔

پھر وہ جن کو تمام دن کی مزدوری سے اپنا پیٹ بھی بھرنا مشکل ہے وہ بی بی اور بچوں کو کس طرح اور کہاں سے پرورش کرے۔

پھر وہ بڈھا جس کو بچے ملے نہایت گندے شرابی بدنام کنندہ خاندان۔ممکن ہے اس کی فطرت نے اس کو بتایا ہو کہ یہ صاحبزادے تمہیں اپنی کوٹھیوں سے بھی نکال دیں گے اور اس پر کوئی ایسا وقت آئے گا کہ وہ پکار اٹھے گا۔کاش کہ کوئی پھوس کا ہی گھر ملتا، پر وہ اپنا ہوتا۔

پھر وہ کاہل و کاسل جن کو نشہ چنڈو مدک نے بیکار کر دیا اور وہ اور گھروں کے ٹکڑے مانگ کر لایا اور کھا کر سو رہا۔

پھر یورپ کے مزدوری پیشہ انکار کریں جن کو سارے دن کی ہلاکت کے بعد بھی رہنے کو عمدہ مکان نہیں ملتا۔پھر وہ انکار کریں جن کو صبح اٹھتے ہی اخباروں میں پڑھنا پڑھتا ہے کہ فلانا فوجی خدمات کے سبب سے لارڈ بنا، فلانا مسٹر ہو کر قومی خدمات سے گورنر بنا، فلانا ملکی نفع رسانی کی باعث

مارکونیس بنا، فلانا جدید ایجاد کے سبب سے آج ملک میں ممتاز ہے آہ !وہ ہمارا ہم مکتب تھا یا ہمارا غریب پڑوسی تھا اوران کی طبیعتیں ان اخباری حوالوں کے ساتھ سست و کاہل بھی نہیں تھیں ۔جوش میں اٹھے سیلف ہلپ کی خوبصورت جلد ہاتھ میں آئی تو وہ اور بھی تازیانہ ہوا۔ادھر دیکھا کہ بیوی بچے ان ترقیات کے حارج ہیں جب اس چندروزہ زندگی میں بیبیاں ترقیات کی حارج ہیں تو بہشت میں بھی غالباً وہ ہمیں حرج دیں۔

پھر وہ جن کو شادی کے اخراجات نے پھر بچوں کی شادیوں کے اخراجات نے حیران کر دیا ہے۔ہمارے سامنے اچھے ساہوکاروں نے ہاتھ باندھ باندھ کر درخواست کی ہے کہ کوئی انسداد اولاد کی راہ بتاؤ۔ہم شادیوں کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔

سر تقدم الانکلیز کتاب میں ایک فرانسیسی واویلا مچاتا ہے کہ شادیوں کے اخراجات نے ہماری نسل کو انگریزوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم تعداد اور کمزور کر دیا ہے۔

پھر وہ جنہوں نے دوسروں کی بیبیوں سے عیاشی کی اور یقین کرلیا کہ جس طرح ہم دوسرے کے غمگسار کو اپنے کاموں میں لاتے ہیں اسی طرح وہ دوسرے ہمارے غمگساروں کو اپنے کام میں لائیں گے۔

پھر وہ جن کی فطرتیں بہت ہی پاکیزہ ہیں مگر قومی رواجوں اور بے پردگیوں میں عورتوں کو خطرناک آزادیوں میں دیکھتے ہیں تو گھبرا کر بہشتی بیبیوں سے بھی نفرت کا اظہار کرتے ہیں مگر جن کو یقین ہے کہ اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور :۲۷)اور اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کا اعتقاد واقعی ہے کہ جنت پاکیزگی اور پاکبازوں کی جگہ ہے۔وہاں کے پڑوسی بھی طیب بیبیاں بھی طیبہ آپ بھی طیب اور ضعف و پیری کا نام نہیں نہ ان خطرات کا کوئی موقعہ ہے جو صدمات اور امراض سے پیدا ہوتے ہیں اور افکار اور افلاس کاہلی اور سستی ترقیات کے مشکلات اور حرجوں اور کسی قسم کے انفعالات نفسانیہ کا موقعہ وہاں نہ ہوگا۔

اور وہ لوگ بھی کیونکر انکار کریں جن کا اعتقاد ہے کہ پرمیشر سرب شکتی مان ہے اور وہ اپنے کاموں

میں کسی کا محتاج نہیں اگر ان کے دل میں آوے بھی کہ ان بیبیوں کے لئے ہم ریشمی کپڑے سلوائیں گے تو وہ کپڑے کہاں سے آئیں گے اور اتنی کلیں کہاں سے آئیں گی ان کا ایمان انہیں بہت جلد مطمئن کر دیتا ہے کہ ہمارا پرمیشر[۱] سرب شکتی مان ہے اور پرکرتی[۲] کی نہایت عظیم الشان سامگری[۳] اس کے پاس ہے اور اس کا وہ خالق ہے۔ اس کو کیا فکر ہے۔ اب بھی کس قدر ہاتھیوں وہیل مچھلیوں بجلیوں روشنیوں ایتھروں اور اربوں کیڑوں مکوڑوں کا اور جیون کا سامان کیا اس کے پاس نہیں۔ روح ہے اور رہے گی ہمارے آریہ مخالفوں کو یہ امر مسلم ہے دیکھو حوالاجات بالا پھر روحوں کو بقا اور آنند کی خواہش بھی ہے ہم سب یا کم سے کم میں تو اپنے اندر یہ شوق پاتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اسی طرح اوروں میں بھی یہ خواہش ہوگی پرم[۱] ایشر ست[۲] چت[۳] آنند کے پاس کچھ کمی نہیں اور ہماری خواہش بقا اور آنند[۴] کے علاوہ اس میں دیالتا کی صفت بھی ہے پھر اس دیالتا[۵] کے ساتھ انتر[۶] یامی بھی ہے اور بخیل نہیں اور نہ کنجوس پھر جس شخص کی نیک اعمال میں بدیاں حارج بھی نہ ہوں تو اس کو سرگ میں پہنچنے کے لئے مشکلات کیا ہیں۔ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ آریہ کے نزدیک بھی یہ چار صفات روح میں موجود ہیں روح کی طلب موجود[۱] روح طلب کنندہ موجود[۲] اس روح کے مطالب کے لئے نفع اٹھانے کے لئے قوتیں موجود[۳]۔ پھر پرمیشر جیسا داتا[۴] موجود۔ طالب بھگت[۵] ہے شریر نہیں۔ پس کیا ہے جو وہ چاہے اور وہ نہ ہو۔ ہم تو یقین کرتے ہیں کہ جہاں شیو ہیں وہاں پاربتی بھی ہیں۔

ہمارے نزدیک نہیں مگر روح ابتداء سے غیر متناہی زمانہ سے ہے اور یہ تمہارا مسلّم اصل ہے اور آئندہ کے لئے بھی غیر متناہی ہے۔ یہ بھی تمہارا ہمارا مسلم مسئلہ ہے اور ہر روزہ ترقی ہمارا مشاہدہ ہے پھر سوچو کہ ترقی کن ہستی کو ترقی پسند ہے یا تنزل۔ اور سوچو کہ بہشت کی نعمتیں قویٰ کی ترقی کے نتائج ہیں یا نہیں اور اس کے نہ مٹنے والے اور ساتھ جانے والے جذبات کے مظاہر ہیں یا نہیں؟

(ا) ۱۔ اللہ رب العالمین الحاکمین القادر ہے۔ ۲۔ مادہ ۱۲ ۳۔ سامان ۱۲

ب) ۱۔ ہی ۲۔ علیم ۳، ۴۔ سرور ۵۔ رحم ۱۲ ۶۔ علیم بالذات الصدور ۱۲

اور ہوں گے یا نہیں؟

ہم تمہیں ایک بات سناتے ہیں ۔دیانند نے لکھا ہے سرشٹی کی ابتدا سے لے کر ایک ارب چھیانوے کروڑ برس تک آریہ لوگ چکرورتی راجہ رہے ہیں صرف پانچ ہزار برس سے بدبختی اور شقاوت نے انہیں دبایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ لمبا سکھ بھی ایک مصیبت ہے۔ بنی اسرائیل کی پھر تم نے مثال بھی دی ہے وہ بیچارے تو صرف چالیس ہی برس جنگل میں رہے تھے تم دو ارب برس بھی مزہ اٹھا کر پھر بھی چین نہیں لیتے اور ہنوز مزہ اور آنند سے سیر نہیں ہوئے۔ ہمیں تو تمہارے آریہ ورت میں آنند بھوگتے ہوئے گیارہ سو برس بھی نہیں ہوئے ہیں اور ابھی گویا ہم تھوڑے دنوں سے یہاں مہمان ہو کر آئے اور تم لوگ دو ارب برس سے ہو۔ پھر بھی آریہ ورت کے پہلے سکھ تمہیں یاد آتے ہیں اور ان کے حاصل کرنے کی فکر لگی رہتی ہے اور آریہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ دوسروں کی جگہ چھین کر خود ہر قسم کے سامان کے مالک ہو جائیں۔ اگر میری بات میں شک ہو تو اپنے افسروں، مہارشیوں سے پوچھ لو یا اگر وہ علانیہ اعتراف نہ کر سکیں تو ان کے چال چلن اور برتاؤ سے خود پتا لگاؤ کہ وہ اپنے ماتحت مسلمانوں سے کیا سلوک کرتے ہیں اور تمہارے وکلاء اور جج اور افسر کن پسندیدہ اطوار سے مسلمانوں کے پاس آتے ہیں۔ **الانسان علی نفسه بصیره ولو القی معاذیره۔**

فقرہ نمبر ۲ میں ارادہ تھا کہ برہموں لوگوں سے بہشت کے بارے گفتگو کریں کیونکہ وہ صرف روحانی بہشت کے قائل ہیں۔ حالانکہ روح اور جان آدمیوں میں بلا جسم کوئی راحت اور رنج حاصل نہیں کر سکتی۔ اور فقرہ نمبر ۳ میں نیچریوں اور حکماء سے گفتگو کرتے جو برہموں کے قریب قریب ہیں مگر یہ آریہ کے بے جا اعتراضوں کا دماغ ہے۔ اس لئے انسب معلوم ہوا کہ ایک خاص رسالہ بہشت و دوزخ پر لکھا جاوے۔

سوال نمبر ۳۷۔ ”دنیا میں روح کو فنا کرنے والا سب سے بڑا گناہ یا مہاں پاپ گوشت خوری ہے۔“

الجواب۔اس مضمون پر میرے دل نے وچار کرنے اور غور و تامل سے کام لینے کے بعد جو راہ اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری رحم دلی اور نیکی اور سلوک بہر حال اللہ کے وسیع رحم اور اس کی نیکی اور اس کے سلوک کے مقابلہ میں ہیچ ہے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے قانون میں جس کو ہم دیکھ سکتے ہیں اور اس سے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں ذبح کرنے اور جان نکالنے میں کس طرح کا سلوک ہمیں تعلیماً دکھایا ہے اس میں غور کرنی چاہیے۔ہم اپنے قریب زمین کے اندر بلی اور چوہے کی حالت کو مطالعہ کرتے ہیں اور بچوں کی ابتدائی تعلیم میں پیارے بچے پڑھتے بھی ہیں بلکہ اس کی اس حالت کو جب وہ اپنے بچہ کو چوہے کا شکار کرنا سکھاتی ہے اس کا نظارہ کراتے ہیں کہ کس طرح ایک چوہے کو پکڑ کر اپنے بچہ کے آگے ڈالتی ہے اور وہ اس کے پیٹ کو مسلتا اور پھر وقفہ کے بعد اسے چھوڑتا ہے اور جب وہ آہستہ آہستہ اس سے جدا ہوتا ہے تو پھر کس طرح اپنے بچہ کے آگے لا کر ڈالتی ہے۔پھر کس طرح قتل کرتی ہے۔

اور بڑا سانپ جنگلی جانوروں اور دوسرے مرغوں کو پکڑ کر کس طرح اپنے پیچوں میں لا کر ان کی ہڈیاں توڑ کر انہیں لقمہ بناتا ہے۔پانی کے مگر مچھ اور بڑی مچھلیاں کس طرح اپنے سے چھوٹے جانوروں کو ہلاک کرتے ہیں۔جنگلوں میں چیتے اور شیر اور کتّے اپنے شکاروں کے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے ہیں؟

اور باز اور شکرہ پرند جانوروں سے کیا معاملہ کرتا ہے۔اس نظارہ اور اس نظارہ کے متعلق رحیم دیالو کی دیالتا کو دیکھ کر اور اس قانون بنانے والے کی مہربانیوں پر نظر کر کے خدا کے پرستار کے اندر کیا اثر پیدا ہوتا ہے۔اگر فرض کریں کہ یہ نیر جنم کی سزائیں ہیں تو اوّل تو نیر جنم خود گورکھ دھندا ہے۔ دوم دیالو نے ایسی خطرناک سزا کیوں تجویز کی اور اور راہ کیوں نہ نکالی؟ آریوں سے جینی الگ ہو کر اسی رحم کا مطالعہ کر کے غلطی میں پڑ گئے اور خدا کے منکر ہو گئے۔ہمیں ایک بڑے عالم جموں کے پنڈت کا یہ قول اب تک یاد ہے جس نے کہا تھا کہ گوشت خوری و شراب اور خدا کا ماننا لازم ملزوم ہے۔ دوسرا نظارہ وہ ہے جو مجھے خود علم طب میں ہر روز کرنا پڑتا ہے۔وہ یہ ہے ایک انسان کے کسی زخم

میں ہزاروں کیڑے پڑتے ہیں اور انتڑیوں میں صدہا قسم قسم کے،اس وقت ہمارا سچا رحم اقتضا کرتا ہے کہ اس شخص کی ہمدردی کی جاوے اور میں سچ کہتا ہوں کہ ان کیڑوں کی جان کا خیال تک بھی ہمیں پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس تو جینی اور آریہ سماج بہت سے ایسے امراض کے مبتلا آئے اور ہم نے خدا کی بنائی ہوئی وہ دوائیں جو ہمیں آیور[1] وید نے سکھائی ہیں استعمال کیں۔

جب ہم نے ایک جان کے بدلے ہزاروں کو قتل کیا تو اس جینی یا آریہ نے بڑی خوشی اور شکر سے بھر کر ہمیں یہی کہا کہ آپ نے بڑی کرپا کی اور آپ تو ہمارے پرمیشر ہو گئے اور آپ کی دیالتا سے ہمیں امن ملا۔

تیسرا نظارہ اس وقت ہمارے سامنے آیا جب ہم نے جہازوں کا سفر کیا اور بعض وقت مچھلی کے سوا کچھ بھی نہ مل سکا اور لاچار گوشت خوری سے کام لینا پڑا ورنہ ہلاکت کا مونہہ دیکھنا پڑتا۔

اور چوتھا نظارہ ہمیں ان تعلیمات سے حاصل ہوا ہے جن کو ہر ایک عقل مند مذہب نے سیاست اور راج نیتی دہرم کے اندر بیان کیا ہے۔ایک راجہ اور اس کی پرجا کے خاطر اور ان کے فتح مند کرنے کے لئے کس قدر فوجیں اور آگ اور بجلی اور اس سے بڑھ کر دشمن کش ہتھیار ایجاد کئے گئے اور ان کی تعریف کی گئی ہے اور خود منو جی اور ستیارتھ کے مصنف اور یورپ کے غریب دل برّے کے اتباع نے تجویز کئے ہیں اور رات دن ایک عالم سیاسیوں کا ان کے ایجاد میں مصروف ہے۔ یہ فطری تحریک بھی جو ہر زمانہ اور ہر قوم میں جاری رہی ہے گوشت خوری کی بڑی مؤید ہے۔اس کے خلاف ہمارے نبی کریم ﷺ نے یہ کہا ہے کہ **لایعذب بالنار الا رب النار** اور نہ آگ کے ہتھیار بنانے کی تاکید قرآن کریم نے کی ہے مگر منو جی اور وید نے بقول دیانند کے بڑے زور سے ایسے ہتھیاروں کے بنانے کی تاکید کی ہے۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۷۰۔ چنانچہ جیسے کوئی ایک لوہے کا بان یا گولا بنا کر اس میں ایسی اشیاء رکھے کہ جو آگ کے لگانے سے ہوا میں دھواں پھیلنے اور سورج کی کرن یا ہوا کے مس ہونے سے آگ روشن ہو جائے اسی کا نام اگنی آستر (آگ کا ہتھیار) ہے۔

---

[1] علم طب

جب دوسرا اس کا دفعیہ کرنا چاہے تو اسی پر واُرن آستر چھوڑ دے یعنی جیسے دشمن نے دشمن کی فوج پر اگنی آستر چھوڑ کر تباہ کرنا چاہا ویسے ہی اپنی فوج کی حفاظت کے لئے سنیا پتی (سردار فوج) واُرن آستر سے اگنی آستر کا دفعیہ کرے وہ ایسی اشیاء کے ملانے سے ہوتا ہے کہ جن کا دھواں ہوا کے مس ہوتے ہی بادل ہو کر جھٹ برسنے لگ جاوے اور آگ کو بجھا دیوے۔ ایسے ہی ناگ پھانس یعنی جو دشمن پر چھوڑنے سے اس کے اعضاء کو جکڑ کر باندھ لیتا ہے۔ ویسے ہی ایک موہن آستر یعنی ایسی نشیلی[۱] چیزیں ڈالنے سے (بنایا جاوے کہ) جس کے دھوئیں کے لگنے سے دشمن کی سب فوج سو جائے یعنی بے ہوش ہو جائے اسی طرح سب شستر آستر ہتھیار اوزار ہوتے تھے اور ایک تار سے یا شیشے سے یا کسی اور چیز سے بجلی پیدا کر کے دشمنوں کو ہلاک کرتے تھے۔ اس کو بھی اگنی آستر نیز پاشوپتاستر کہتے ہیں۔

توپ اور بندوق یہ نام غیر ملک کی زبان کے ہیں۔ سنسکرت اور آریہ ورت ملک کی بھاشہ کے نہیں۔ البتہ جس کو غیر ملک والے توپ کہتے ہیں سنسکرت اور بھاشہ میں اس کا نام شتگھنی اور جس کو بندوق کہتے ہیں اس کو سنسکرت اور آریہ بھاشہ میں بھشنڈی کہتے ہیں۔ جو سنسکرت ودیا نہیں پڑھے وے غلطی میں پڑ کر کچھ کا کچھ لکھتے اور کچھ کا کچھ بکتے ہیں اس کو دانا لوگ مان نہیں سکتے۔

پانچواں نظارہ موت ایک شدنی اور ضروری بات ہے جو ذی روح کے واسطے لازمی ہے کوئی دوسرا اسے قتل کرے یا نہ کرے کیونکہ اسے دیالو کر پالو نے آخر ضرور مارنا ہے۔ پس اگر جانور دوسرے کے قتل سے نہ مارا جاوے تو بھی اس کو ایک مدت کے بعد قسم قسم کے دکھوں میں مبتلا ہو کر آخر مرنا ہوگا اور اس کو جو بیماری میں کیڑے پڑیں گے وہ بھی آخر ہلاک ہو جائیں گے اور اس کے تعفن سے بہت سے ذی روحوں اور انسانوں کو شدید تکلیف پہنچے گی۔ پس کیا مناسب نہیں کہ جانوروں کو ان دکھوں سے بچانے کے لئے قتل کیا جائے اور پھر ان سے کوئی کام بھی لیا جائے قتل کا دکھ بہر حال عام بیماریوں

---

[۱] اس میں اقسام شرابوں کے بنانے کی ہدایت پائی جاتی ہے۔ ۱۲ منہ

سے بہت ہی تھوڑا ہے کیونکہ وہ آنی[1] ہے اور شدنی۔ مرض الموت کا آخر ایک زمانہ کے بعد اور زمانہ تک آنا ضروری ہے اگر کہا جاوے کہ آدمیوں کے لئے بھی کیوں ایسی موت تجویز نہ ہو تو اوّل تو یہ ظاہر ہے کہ ایسی اضطراری موت فوجی جوانوں کے لئے تجویز کی گئی ہے اور عام اس لئے نہیں کہ انسان کے ساتھ بہت سے حقوق متعلق ہوتے ہیں ان کا ضائع ہونا زیادہ دکھوں کا موجب ہے۔

چھٹا نظارہ دیانندی طرز پر یہ ہے کہ درخت بھی ان کے نزدیک وہی روحیں رکھتے ہیں جو انسان رکھتے ہیں دیکھو صفحہ ۳۴۲ ستیارتھ پرکاش جہاں لکھا ہے جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں وہ غیر متحرک درخت وغیرہ کیڑے مکوڑوں کا مچھلی، سانپ، کچھوے، مویشی اور مرگ (جنگلی چوپایہ) کا جنم پاتے ہیں۔ منو ۱۲/۴۲۔

اس قانون اور اعتقاد کی بناء پر ایک درخت کا کاٹنا اور مویشی اور مرگ کا قتل کرنا برابر ہو جاتا ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر آریوں پر فرض ہے کہ ایک درخت کے کاٹنے پر بھی وہی کائیں کائیں کریں جو گائے کے قتل پر حشر برپا کرتے ہیں۔ ورنہ دیانند کے بنائے ہوئے اصول کو وہ جوتیوں کے نیچے روندتے ہیں اور درختوں میں بے ہوشی کا دعویٰ بے دلیل ہے۔

سوال نمبر ۳۸۔ ریشمی کپڑے اتنا سامان کہاں سے آئے گا۔ کون بُنے گا۔ ریشم کیڑوں کا فضلہ اور لعاب ہے۔

الجواب۔ سرب شکتی مان کے خزانہ سے جہان سے تمام جگ کو ملتا ہے سورج کی تیزی قائم رکھنے کے لئے زمین کے لئے نباتات کو اگانے کے لئے اور حیوانات کے لئے کس قدر چیزوں کی ضرورت ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ الٰہی کارخانہ میں سب کے لئے پورا سامان موجود ہے۔ زمین۔ پانی۔ ہوا اور خلا میں جس قدر ذی حیات ہیں سب کے لئے کس قدر کثرت سے سامان مطلوب ہے مگر سرب شکتی مان ہمہ قدرت کے کارخانہ میں سب کچھ موجود ہے ذرہ کمی نہیں۔

---

[1] ایک آن اور زیادہ سے زیادہ تیرہ منٹ اور جسطرح ہم ذبح کرتے ہیں اس طرح ایک سیکنڈ۔ منہ

سرب شکتی مان اور قادر کسی کا محتاج نہیں ہوتا اس کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے اور **سنو!** یہ ریشمی کپڑے وغیرہ نعمتیں تو عظیم الشان پیشگوئی ہے۔عرب خشن یعنی کھردرے اور سادہ لباس کے عادی تھے۔خدا تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کی جزا میں ان کو بشارت دی گئی کہ عنقریب شام وایران کے شاہی ریشمی لباس تم کو دیئے جائیں گے یہ فتح مندی کا وعدہ ہے۔آخر ریشمی لباس اسی کو پہنایا جاتا ہے جس کے مناسب حال ہوتا ہے۔

ہم کو بعض وقت ریشمی لباس، ریشمی تھان، اور زیوراُمراء نے دیئے ہیں مگر کبھی ہمارے یا ان کے خیال میں نہیں آیا کہ وہ لباس یا زیور ہم پہنیں گے وہ جن کے مناسب حال تھا ان کو پہنا دیا گیا۔

اور سنو! یہ قبل از وقت ہمارے سرور کا مشاہدہ ہے اور قبل از وقت نظارہ کو عربی میں رؤیا کہتے ہیں اور ریشمی لباس کے متعلق علم رؤیا کا پرمان یہ ہے اس کو غور کرو اور دیکھو کہ ہمارے نبی کریمؐ کے مکاشفات آخر کار کس قدر صحیح اور صادق ثابت ہوئے اور جو باتیں اس جہان میں قبل از وقت بطور دعوے کے بتائی جا کر روز روشن کی طرح اپنا ثبوت آشکار کر دیں ان سے بڑھ کر اور کون شے صدق کی مہر اپنے اوپر رکھ سکتی ہے۔اب ان معانی کو رؤیا کی کتابوں میں دکھاتے ہیں۔

الثیاب الخضر. قوۃ و دین و زیادہ عبادۃ للاحیاء و للاموات حسن حال عند اللّٰہ تعالٰی ۔(منتخب الکلام صفحہ۱۱۰) لباس سبز سے مراد ہے زندوں کے لئے قوت اور دین اور عبادت میں ترقی اور مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوشحالی ہے۔

الدیباج و الحریر و جمیع ثیاب الابریسم ھی صالحۃ لغیر الفقھاء فانّھا تدلّ علٰی انھم یعملون اعمالا یستوجبون بھا الجنۃ و یصیبون مع ذٰلک ریاسۃ.

و الثیاب المنسوجۃ بالذھب و الفضّۃ صلاح فی الدین و الدنیا و بلوغ المنٰی.

ومن رای انہ یملک حللا من حریر او استبرق او یلبسھا علی انہ تاج او اکلیل من یاقوت فانہ رجل ورع متدین غازٍ و ینال مع ذٰلک ریاسۃ. (منتخب صفحہ۱۱۱)

دیباج اور ریشم اور ہر قسم کے ریشمی کپڑے فقہاء کے سوا اوروں کے لئے بہت اچھے ہیں ان کے

معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ لوگ ایسے عمل کریں گے کہ جن سے جنت کے حقدار بن جائیں گے اور اس کے علاوہ انہیں ریاست بھی ملے گی۔

اور سونے اور چاندی کے ساتھ بنُے ہوئے کپڑوں سے مراد ہے بہتری دین میں اور دنیا میں اور مقصد پر پہنچ جانا۔ جو شخص دیکھے کہ اس کی ملک میں ریشم اور استبرق کے لباس ہیں یا انہیں پہن رکھا ہے یا یاقوت کا تاج سر پر دیکھے ایسا شخص پرہیزگار دیانت دار، غازی ہوتا ہے اور علاوہ برآں اسے سلطنت بھی نصیب ہوتی ہے اور دیکھو سوال نمبر ۴۰ کا جواب۔

سوال نمبر ۳۹۔ بہشت میں نہریں ہوں گی۔ بعض کہتے ہیں کہ دودھ اور شہد کی نہریں۔

الجواب۔ او بدبخت! اسلامی نہروں سے محروم! دیکھ تیرے سام وید نے تجھے اب وید سے بھی متنفر کرانے کی تجویز کی ہے۔

جو کوئی کہ اُس خلاصی یعنی پومن (سوم) بھجن کو جسے خدا رسیدہ لوگوں نے جمع کیا پڑھتا ہے اس کے لئے سرسوتی، پانی، مکھن، دودھ اور مدہ برساتا ہے۔ دیکھو سام وید پر پاٹھک ۸ سوم پومن صفحہ ۱۲۹ (پر پاٹھک ۹، سرسوتی) ہاں اُس سات بہنوں والی پیاری نہروں میں نہایت پیاری سرسوتی نے ہماری تعریف حاصل کی ہے۔

وہ رس کی نہر کے ساتھ اپنے تئیں صاف کر کے زرد و سُرخ رنگ ہو کر چمکتا ہے۔ اس وقت جب کہ وہ مدح گویوں کے ساتھ سات مُونہہ رکھنے والا تعریف کرنے والوں کے ساتھ کل شکلوں کا احاطہ کرتا ہے۔ صفحہ ۵۱۔ وہ مضبوط پہاڑی ڈنٹھل مستانہ خوشی کے لئے نہروں میں نچوڑا گیا ہے باز کی طرح وہ اپنی جگہ قرار پذیر ہوتا ہے۔ صفحہ ۵۳۔

اے اندر! تیری نہر قوت کے ساتھ دیوتاؤں کی ضیافت کے لئے بہتی ہے۔ اے سوم مدہ سے مالا مال! ہمارے برتن میں نشست گاہ اختیار کر۔ صفحہ ۶۴۔

دودھ ان کی طرف اس طرح دوڑا ہے جس طرح طُغیانیاں کسی چٹان پر دھکیلتی آتی ہیں۔ وہ اِندر

کے پاس صاف ہو کر آتے ہیں۔ صفحہ ۹۷

نیز اگر نہروں والی بہشت ناپسند تھی تو تمہارے آریہ کو جو تبت میں آباد تھے جب اپنے ملکوں سے اپنے کرموں انسار سے (نتائج اعمال) جلاوطنی کا انعام ملا تھا تو چاہیئے تھا کہ افریقہ کے ریگستان میں جاتے انہوں نے انڈیا کو کیوں پسند کیا جس میں دُودھ اور شہد اور ہر قسم تعیش اور تنعم کی نہریں بہتی ہیں۔ تم کیسے شریر ہو مکہ معظّمہ کا تذکرہ ہو تو اُسے ریگستان سمجھتے ہو اور اگر نہروں کا تذکرہ ہو تو اس پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہو۔ تم اس پر راضی ہو کہ تمہیں نرگ میں بھیج دیا جاوے۔

حقیقی جواب

نَھَـر کے معنے کثرت کے ہیں اور نَھـر کے معنے ندی کے ہیں اور وہ آیات جن میں نہروں کے عطیہ کا تذکرہ ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کے حق میں ان کی محنتوں، مشقتوں اور تکالیف کے بدلہ جو انہوں نے اپنے پاک نبیؐ کی اتباع میں اُٹھائیں اللہ کی طرف سے وعدہ تھا کہ انہیں اِسی جنم میں ریگستان عرب کے بدلہ نہروں والے ملک عطا کروں گا۔ چنانچہ جیسے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور آپؐ کے سچّے اور مخلص اتباع ان بلاد کے مالک ہو گئے جن میں دجلہ، فرات، جیحون، سیحون، یردن اور نیل بہت تھے اور اسی پیروی کی برکت سے مسلمانوں نے آریہ ورت کو بھی لے لیا جس میں گنگا، جمنا اور سرسوتی بہتے ہیں۔

سوچو اور خوب غور کرو کیسے قبل از وقت بتایا ہوا وعدہ پورا ہوا اور مفصل بہشت کے مضمون میں آچکا ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ان الفاظ کے حقائق کے سمجھنے کے لئے ہمیں کتب تعبیر الرؤیا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے چنانچہ نھر کے حقائق کی نسبت ان میں ہم یہ پاتے ہیں۔

اَلنَّھْرُ یَدُلُّ عَلٰی اِقْلِیْمِہٖ کَسَیْحُوْنَ وَ جَیْحُوْنَ وَ الْفُرَاتِ وَ النِّیْلَ۔

نہر سے مراد یہ ہے کہ ایسی اقلیمیں جن میں نہریں بہتی ہیں جیسے سیحون اور جیحون اور فرات اور نیل اسلام کے قبضہ میں آجائیں گی اور آخر وہ آ گئیں۔

وَ النَّھْرُ فِی الْمَنَامِ عَمَلٌ صَالِحٌ اَوْرِزْقٌ وَ نَھْرُ اللَّبَنِ دَلِیْلٌ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَنَھْرُ

اَلْخَمْرِ دَلِیْلٌ عَلَی السُّکْرِ مِنْ حُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبُغْضِ عَنْ مَحَارِمِہٖ وَ نَھْرُ الْعَسْلِ دَلِیْلٌ عَلَی الْعِلْمِ وَ الْقُرْاٰنِ (تعطیر الانام صفحہ ۳۲٦)

اور خواب میں نہر کو دیکھنے سے مراد ہوتا ہے عملِ صالح اور دائمی رزق۔ یہ بھی مسلمانوں کو ملا۔ دُودھ کی نہر دیکھنے سے مراد ہے فطرتِ صحیحہ اور شراب کی نہر سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی محبّت کے نشہ سے سرشار ہونا اور اس کی حرام کردہ اشیاء سے بُغض رکھنا اور شہد کی نہر سے مراد ہے علم اور قرآن کا حاصل ہونا۔

نَھْرُ الْکَوْثَرِ فِی الْمَنَامِ نُصْرَۃٌ عَلَی الْاَعْدَاءِ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (تعطیر الانام صفحہ ۳۲۵)

نہر کوثر کا رؤیا میں دیکھنا دلیل ہوتا ہے اَعداء پر مظفّر و منصور ہونے پر جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام **اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ** سے مستنبط ہوتا ہے۔

چنانچہ بے چارگی اور بے سامانی کے زمانہ میں جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں دشمنوں کے ہاتھوں سے شکارِ لاغر کی طرح دُکھ اُٹھا رہے تھے۔ یہ وحی آپ کو عالم الغیب قادر خدا کی طرف سے ہوئی کہ ہم نے تجھ کو الکوثر عطا فرمایا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ مظلوم بیکس انسان جسے اپنے بیگانوں نے پاؤں کے نیچے مسلنا چاہا تھا کس طرح اپنے اَعداء پر منصور و مظفر ہوا اور اس کے قوی اور متکبر دشمن خاک میں مل گئے۔ سوچو اور غور کرو کہ یہ غیب کی باتیں کس طرح حرفاً حرفاً پوری ہوئیں اور خدا کے غضب سے ڈرو۔

من رای الملائکة یدخلون علیه و یسلّمون علیه فی الجنة فانه یصیر الی امر یصل به الی الجنة لقوله تعالیٰ و الملائکة یدخلون علیهم من کل باب الایة ویختم له بالخیر۔ (منتخب الکلام صفحہ ۵۵)

جو کوئی دیکھے کہ فرشتے جنت میں اس پر داخل ہوتے اور سلام کرتے ہیں وہ ایسے کام کرے گا جن کے باعث جنت میں پہنچے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر ہر ایک

دروازے سے اور ایسے آدمی کا انجام اچھا ہوگا۔

ومن رای غلمانها یطوفون حوله نال مملکة ونعیماً لقوله تعالیٰ ویطوف علیهم ولدان مخلدون[ا] (منتخب الکلام جلد اول صفحہ ۵۴)

اور جو کوئی جنت کے نوجوانوں کو دیکھے کہ اس کے اردگرد پھرتے ہیں وہ بادشاہ ہو جائے گا اور نعمتیں حاصل کرلے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خدمت کو پھرتے ہوں گے ولدان جن کے بالوں میں سفیدی آ گئی۔

سوال نمبر ۴۰۔ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (الدھر :۲۲) اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (الکھف :۳۲) بھلا کوئی شائستگی ہے کہ عورتوں کا گہنا آدمی پہننے لگ جاویں۔ کیا بی اے مولوی ہیجڑوں کی طرح کنگن پہن کر پھریں گے۔ پھر ہنسی کی ہے۔

الجواب۔ حُلُّوا کا ترجمہ زیور دیئے گئے۔ یحلون کا ترجمہ ہے زیور دیئے جائیں گے۔ یہ بھی غریب عرب کو ایک وعدہ تھا اور زبردست پیشگوئی ہے۔ چنانچہ ایک شخص سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی نامی کو حضرت نبی کریم نے اس کے خالی ہاتھ دیکھ کر (ان پر بال بہت تھے اور ہاتھ نہایت پتلے تھے) فرمایا: کانی بك قد لبست سواری کسریٰ. میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے۔

مدتوں کے بعد جب خدا تعالیٰ کے وعدہ کے دن آئے اور خدا کے برگزیدہ بندوں نے آریوں کے بھائی ایرانیوں کے ملک کو فتح کیا اور فتوحات ایران کا مال سونا، یاقوت، زبرجد اور لؤلؤ بکثرت آیا اور اس میں خاندان شاہی کے زیورات آئے تو حضرت عمرؓ نے خاص کسریٰ شہنشاہ کے کنگن اس عربی مدلجی کو پہنا دیئے اس لئے کہ وہ پیشگوئی پوری ہو جو نبی کریم ﷺ نے کی تھی اور جو قرآن کریم میں مفصل مذکور ہے۔ دیکھو امام شافعی کی روایت ازالۃ الخفا صفحہ ۱۳۰ جلد ۲

[ا] مخلد اسی کو کہتے ہیں جس کے بالوں میں سفیدی آ گئی۔ منہ

اب ہم اسے رؤیا کی کتابوں سے حل کرتے ہیں۔

سوار. ان کان اسورة من فضة فهو رجل صالح للسعی فی الخیرات لقوله تعالٰی وحلوا اساور من فضة فان سورت یدالسلطان فهو فتح یفتح علی یدیه مع ذکر وصوت وان کان له اعداء فان الله یعینه. (منتخب الکلام جلدا)

اگر کسی کو رؤیا میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں تو وہ شخص صالح آدمی اور اس قابل ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نیک کام اس کے ہاتھ سے نکلیں اور یہ معنی مستنبط کئے گئے ہیں خدا تعالٰی کے قول **حلوا اساور من فضه** سے۔ اگر سلطان کے ہاتھ پر کنگن پہنائے جائیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ اسے فتوحات نصیب ہوں گی اور اس کا آوازہ شہرت دنیا میں مشتہر اور شائع ہوگی اور اگر اس کے دشمن ہوں گے تو اللہ تعالٰی ان پر اسے فتح مند کرے گا۔

واقعات عالم اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی لائف پر نگاہ کر کے دیکھ لو کہ یہ ساری باتیں کس طرح احسن طریق سے پوری ہوئیں اور بعد الموت اس سے اتم اکمل طور پر پوری ہوں گی۔

سوال نمبر ۱۴۱۔ حوروں پر اعتراض۔ گوری۔ کنواری۔ ہم عمر، نوجوان۔ سیاہ آنکھوں والی دوشیزہ عورتیں ملیں گی۔ برہمچاری اس قسم کی شلیل باتوں کو مونہہ پر لانا بھی مہان پاپ سمجھتا ہے۔ قرآن کریم کے کلمہ طیبہ اَبۡکَاراً، عُرباً. اَتۡرَاباً پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب۔ کیا الٰہی کتب صرف برہمچریہ کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ نادان انسان! اگر خاص خاص مذاق کے لئے الٰہی کتابیں ہوں تو دوسرے مذاق والے کیا کریں وہ شتر بے مہار رہیں۔ بتا ان کی اصلاح کون کرے؟

نیز چاہیے کہ نہ تم نے ستیارتھ پرکاش پڑھنا اور نہ منو کا شاستر اور چاہیے کہ تم وید کو بھی نہ پڑھو کیونکہ ۱۰۴ اور ۱۰۵ صفحہ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔

اشونی۔ بھرنی وغیرہ ستاروں کے نام والی۔ تلسی گلابی وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا جمنا ندی کے

نام والی۔ پاربتی پہاڑ کے نام والی۔ پرندوں کے نام والی اوراس قسم کے نام والیوں سے نکاح نہ کرنا۔نمبر۹ میں کہا ہے نہ زرد رنگ والی۔ نہ بھوری آنکھ والی وغیرہ۔

نمبر۱۱ میں کہا ہے جس کا نام زیبا جیسے بشودہا۔سکھدا وغیرہ ہنس اور ہتھنی کے برابر جس کی چال ہو جس کے باریک بال۔سر کے بال اور چھوٹے دانت والی ہو اور جس کے سب اعضاء ملائم ہوں ایسی عورت کے ساتھ بیاہ کرنا۔اس قدر حوالے غالباً اگر تم شریف الطبع ہو تو کافی ہیں۔پس بڑا اور مہان پاپ کیا اس پاپی نے جس نے ست کے ارتھ میں ایسی شلیل باتوں کا ذکر کیا اور اس کے پڑھنے کو کہا۔

بدبخت! کامل کتاب ضروریات اور حقیقی راحت بخش بات کا بیان نہ کرے تو کیا چنڈالوں کی کتابیں سچائی بیان کریں۔کامل کتاب وہ نہیں ہوسکتی جس میں صرف برہمچر یہ زندگی کا ہی تذکرہ ہو، نہ وہ جس میں صرف چند اخلاقی باتوں کا ہی تذکرہ ہو، نہ وہ جس میں صرف سوشل امور کا بیان ہو، نہ وہ جس میں صرف سیاست وانتظام کا معاملہ بیان ہو، نہ وہ جو صرف امور آخرت کے متعلق بحث کرے، نہ وہ جس میں صرف عبادات کا ذکر ہو۔کامل کتاب تو وہ ہے جس میں انسانی اخلاق وعادات، معاملات، سیاست، تمدن، امور بعد الموت اور الٰہی تعظیمات کی تعلیم بوجہ اتم بیان ہو۔

یہ بھی ایک موقع اسلام پر اعتراض کا بعض احمقوں کو ملا ہے۔مثلاً کسی نے دیکھا کہ عورتوں کے متعلق قرآن شریف میں بحث ہے۔پولٹیکل بحثیں ہیں تو ایک نامرد و نامراد کس مپرس بول اٹھا کہ ان مباحث کی کتاب الٰہی میں کیا ضرورت ہے؟ صرف بھجن اور توصیف الٰہی کے گیت کافی تھے۔ چند لڑکے ان کو یاد کر لیتے اور وہ ڈھولکی پر گاتے اور نگر کیرتن کرتے۔ایک کنجوس اور غریب ومفلس بول اٹھتا ہے کہ زکوٰۃ اور اعطاء صدقات کا کیوں قرآن شریف میں ارشاد ہے؟

ہمیشہ کا مفتوح ملک اور جس نے کبھی ذرہ سر اٹھایا تو مونہہ کے بل گرا۔شریروں، بدمعاشوں سے جنگ کا تذکرہ سن کر کیا خوشی حاصل کرسکتا ہے؟ جس کو کبھی مکالمات الٰہیہ کا شرف حاصل نہیں ہوا وہ برہمومت کا آدمی یا عام طور کا غافل یا جس کو یقین ہے کہ الٰہی مکالمہ کا شرف دو ارب برس کے قریب

ملہمان وید کے بعد پھر کسی کو بھی نصیب نہیں۔وہ انبیاء کی وحی ومکالمہ کوڈھکونسلہ نہ سمجھے تو کیا کرے؟ یا جس قوم کو باہر نکلنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ان کو ضرورتیں پیش آئیں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ بعض جگہ گائے کا دودھ اور جَو کے ستّو اور ساگ نہیں مل سکتا۔ گو بے ہودہ لاف زنی سے کہتے ہوں کہ ہمارے بزرگ چکرورتی راجہ تھے۔وہ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ (المائدة :٦) کا سرکس طرح سمجھے؟ تجربہ کے سوا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

غرض جامع کتاب کو سب کچھ جو انسان کے لئے ضروری البیان ہے بیان کرنا پڑتا ہے اگر وہ کتاب بیان نہ کرے جو اپنے آپ کو کامل وجامع کہتی ہے تو کون بیان کرے۔اگر آپ نہ سمجھیں یا نہ چاہیں تو آپ کی خاطر کیوں ضرورتوں کے بیان کو ترک کیا جاوے۔کیا ساری دنیا برہمچر یہ مذہب رکھتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے دماغ، برین اوراعصاب میں مختلف خواص رکھے ہیں ان خواص کو مدنظر رکھنا کامل کتاب کا کام ہے۔شلیل کہنا تمہاری شریں کلامی کا ثبوت ہے اَبْكَارًا، عُرُبًا. اَتْرَابًا کے معنی کنواریاں اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والیاں،قریب العمر۔کیا نیکوں کوایسی نہ ملیں تو چڑیلیں ملیں؟

سوال نمبر۴۲۔ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (الدھر :۲۰) پر اعتراض۔کیا یہ لڑکے آدمیوں کو ملیں گے یا عورتوں کو۔ پھر آپ ہی جواب دیا ہے کہ تارک اسلام کے نزدیک انصاف ہے کہ عورتوں کو بہت نوجوان یکدم بطور خاوند و پتی کے ملیں کیونکہ جب ایک ایک آدمی کو بہت سی حوریں ملیں گی تو ایک ایک عورت کو بہت نوجوان لڑکے ملنے چاہئیں۔

الجواب۔ آپ کا انصاف ایک شریف الطبع انسان پسند نہیں کرسکتا۔نادان غور کر!ایک عورت ایک خاوند کے ایک بچہ کو یا اس کے دوتین بچوں کو ایک وقت میں بمشکل پیٹ میں رکھ سکتی ہے۔

ایک مرد آج کسی عورت کے بچہ دان کو اپنے نطفے سے مشغول کردے اور دوسرے دن دوسرے

کے تیسرے دن تیسرے کے۔علیٰ ہذا سال بھر تین سو ساٹھ بچہ مختلف رحموں میں پرورش کے لئے دے سکتا ہے۔ ہاں مرد قوی بہت عورتوں کے رحم میں بیج ڈال سکتا ہے۔اس لئے عورتوں کو بہت نو جوانوں کا ملنا بے انصافی ہے اور اس پر دکھ ہے۔

نیز مرد ایک گونہ عورتوں پر حکمران ہے پس ایک مرد کے لئے بہت عورتیں ہوں تو عورت کو آرام ہے کہ مرد کی حکومت اس کے سر سے کچھ ہٹ گئی یا ایک عورت کے لئے بہت خاوند ہوں تو کیا عورت کو آرام مل سکتا ہے۔کیا جس کے اوپر بہت سارے حکمران ہوں وہ آسودہ حال ہوسکتا ہے۔علاوہ اس کے خاوند کیا آپس میں جنگ نہ کریں گے کیونکہ اگر بہت سارے مرد ایک عورت کے خاوند ہوئے تو ایک وقت ایک چاہتا ہے کہ یہ عورت میرے پاس اور دوسرا چاہے کہ میرے پاس آوے اس لئے اول تو وہ آپس میں جوت پیزار کریں گے پھر وہ عورت بہرحال مصیبتوں میں مبتلا ہوگی۔نافہم انسان! سوچ اور غور کر! مگر تم کو غور کا مادہ کیونکر ملے گا تمہارا مذہب تو ایسے امور کی پروا نہیں کرتا۔کیونکہ نیوگ میں ایسے امور بہت پیش آتے ہیں۔

سُن! بہشتی نعمتوں میں اسلام بیان کرتا ہے کہ بڑی نعمت خدا کی رضا مندی ہے۔دیکھو قرآن کریم وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبة:۷۲) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس:۱۱) اور اللہ کی خوشنودی تمام نعمتوں سے بڑی ہے وہ اللہ کی پاکیزگی بیان کریں گے اور آپس میں سلامتی اور صلح سے رہیں گے اور آخری پکار ان کی یہ ہوگی کہ حمد ہے اللہ پروردگار کے لئے۔

پس سچے مسلمان الٰہی رضا مندی کے گرویدہ ہوکر اس کی عبادت کرتے ہیں نہ اس بات کے لئے جس کی نسبت تم نے فضول گوئی کی ہے۔ ہاں دنیا کی نعمتیں اور دنیوی عیش و آرام اور دولت مندی آریوں کے اعتقاد میں نیکیوں کا پھل ہے اور ظاہر ہے کہ غلمان بعض دولت مند ہندوؤں کے لوازمات میں داخل ہیں۔پس کیا یقیناً یہ الزام آپ لوگوں پر نہیں ہوسکتا؟ بلکہ جب دیانند کے

نزدیک بھی دنیاہی سورگ اور نیکی کے ثمرات لینے کی جگہ ہے گو چند اعمال کے بدلے ارواح چندے شواغل دنیا سے بھی آزادی اور انند میں رہیں گے تو اس صورت میں دیانندی پنتھ کے مطابق غلمان نیکی کے ثمرات نہیں تو اور کیا ہیں! بات یہ ہے کہ سخت عداوت کے سبب تمہیں غلمان کا قصہ سمجھ میں نہیں آیا۔ یا قرآن کریم کو نہ دیکھا ہے اور نہ سمجھا ہے۔ افسوس کہ اس ادعائی تہذیب کے زمانہ میں یہ درشت زبانی! تمام قرآن کریم کا اردو ترجمہ بھی تم دیکھ لیتے اور تھوڑا سا ماقبل سے پڑھ لیتے تو بشرط انصاف تم ایسے خلاف تہذیب امر کے مرتکب نہ ہوتے۔

سنئے! قرآن میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍ ۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (الطور :۲۲ تا ۲۵) ہم مومنوں کے ساتھ ان کی مومن اولاد کو ملادیں گے اور ان کے عملوں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے ہر شخص کو اپنی اپنی کمائی کا بدلہ ملے گا اور ہم انہیں میوے اور ان کے پسند کے گوشت دیں گے اور اس میں ایسے پیالے پئیں گے کہ ان کا نتیجہ بے ہودہ خیالات اور بدکاری نہیں اور ان کے اردگرد موتیوں کے دانہ جیسے بچے پھریں گے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ بہشتیوں کی اولاد ان کے پاس پھرے گی وہاں مومن اولاد کی جدائی کا غم نہ دیکھیں گے اور ان کے لئے نہ ترسیں گے۔ جب لفظ تاثیم صریح اس کی صفت میں موجود ہے جس کے معنی ہیں نہ گناہ میں ڈالنا۔ پھر آپ کو ایسا ناشان خیال کیوں گزرا؟ اس معنی کی تفسیر خود قرآن کریم نے سورہ دہر میں اور لفظوں کے ساتھ کی ہے اور وہاں غلمان کے بدلہ ولدان کا لفظ جو ولد یا ولید کی جمع ہے فرمایا ہے: وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (الدھر :۲۰) اور ان کے اردگرد عمر دراز بچے پھریں گے تم انہیں دیکھ کر یہی

سمجھو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (الواقعہ :۱۸،۱۹) اوران کے ارد گرد عمر دراز بچے کوزوں اور لوٹوں اور خالص نتھرے صاف پانی کو لئے پھریں گے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک بشارت ہے جو فتوحات ایران وروم میں اپنے جلال کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ جوان اور ادھیڑ شاہی خاندان کے شاہزادے اور شہزادیاں مسلمانوں کے خادم ہوئے۔ مخلد ادہیڑ کو بھی کہتے ہیں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

اور سن! حضرت زکریا فرماتے ہیں۔ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ (مریم :۹)۔ اے اللہ مجھے کب بچہ عطا ہووے اور ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۔ (الصّافات :۱۰۲) ہم نے ابراہیم کو خوشخبری دی ایک عقل مند بچہ کی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ (الکھف :۷۵) موسیٰ اور خضر کے سامنے ایک جوان آیا اور خضر نے اس کو قتل کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ میں دیکھو۔ اولاد اور جوانوں کو غلام کہا گیا ہے بلکہ قاموس میں لکھا ہے کہ غلام وہ ہوتا ہے جس کی موچھیں نکل چکیں۔

نیز تجھے خبر نہیں کہ عورت اور مرد میں جناب الٰہی نے قدرت میں مساوات رکھی ہی نہیں بچہ جننے میں جو تکالیف عورتوں کو ہوتی ہیں ان میں مردوں کا کتنا حصہ ہے کیا مساوات ہے؟ کیا قوٰے میں مساوات ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں ہمیشہ حیران کہ مرد وعورت میں مساوات کا خیال کس احمق نے نکالا؟

سوال نمبر ۴۳ ۔قربانی لغو حرکت ہے۔ جس کا گلا کاٹ دیا جاوے وہ باعث آرام کیونکر ہوسکتا ہے۔

الجواب۔ یہ کلمہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس کا گلا کاٹ دیا جاوے وہ باعث آرام کیونکر ہوسکتا ہے۔ قربانی کے مضمون کو ہم تین حصوں پر منقسم کرتے ہیں تو کہ سہولت ہو اور آسانی سے جواب سمجھا جاوے۔

حصہ اول

قربانی کا مسئلہ بھی عجیب وغریب مسئلہ ہے تمام دنیا میں بسائط عالم سے لے کر اعلیٰ مرکبات تک کی قربانی ہورہی ہے اور ایشیا کا مذہبی دارالعلوم مع یورپ وقدیم امریکہ افریقہ اور پولنشیا کے اس کا عامل ہے مگر آج کل کی دنیا انکار کی طرف مائل ہے۔ اوکسیجن ہر متنفس میں انسانی آرام کے لئے قربان ہوتی ہے۔ کاربن درختوں کے لئے قربان ہوتی ہے۔ کروڑوں من لکڑی اور کوئلہ اگنی دیوتا کے لئے اسٹیمروں۔ ریلوں اور ورک شاپوں میں قربان ہوتا ہے۔ تب انسان کے سامان اگنی جی کی پرستنا پر ہمیں ملتا ہے اور کہنے والے کہے جاتے ہیں قربانی لغو حرکت ہے اور ہمارے نزدیک تو ہر ایک چیز میں روح ہوتی ہے اور آریہ بھی درختوں میں روح مانتے ہیں۔ ستیارتھ میں بحوالہ منو جی لکھا ہے جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں وہ درخت کیڑے مکوڑے کا جنم پاتے ہیں۔ اس لئے درختوں کا کاٹنا اور اپنے کام میں لانا ایسا ہی ہوا جیسا حیوان کا مارنا۔ پس درخت کیوں قربان کئے جاتے ہیں اور انسان کی خاطر ان کی قربانی کیوں جائز ہے۔ عذر کیا جاسکتا ہے کہ ان کی روح بے ہوشی کی حالت میں ہے پس یہ قربانی اس لئے جائز ہے جیسے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۲ میں ہے۔ اپنے مطالب حل کرنے کو خوب عذر ہے بھلا اس دعویٰ کا ثبوت کیا ہے۔

کندمول وغیرہ چیزوں میں رہنے والے جیون کو سکھ دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ دیکھو صفحہ ۵۹۹ تو کیا پھر بے ہوش کر کے قربان کرلیں اور اسی طرح بے ہوشی کے بعد قربانی کا فتویٰ آریہ سماج کیا دے گی؟ پھر جب ہم غور کرتے ہیں تو حیوانی قربانی کا مسئلہ بھی وسیع نظر آتا ہے۔ ایک انسان کو ویدان کا مرض ہوتا ہے تو الٰہی کارخانہ میں ہزاروں ہزار ایسی دوائیں ہیں جن کو استعمال کر کے ان جانوروں کی قربانی اس مریض کے لئے کی جاتی ہے اور ہزاروں ہزار جانور اس ایک جان کی خاطر ہلاک کئے جاتے ہیں تب وہ جانور ہلاک ہو کر مریض انسان کو اور حکیم کو راحت بخش ہوتے ہیں۔ صرف تقریریں بنانا قوت رحم کو ضرور جوش دیتا ہے مگر عملی حالت بتاتی ہے کہ انسان اپنی ضرورت وآرام

کے لئے کس قدر جانوں کو قربان کرنا لابد سمجھتا ہے۔اس سے آگے چل کر دیکھیں تو سیاست مدن میں ادنیٰ آدمی اعلیٰ کے لئے ہمیشہ قربان ہوتا ہے۔سفر مینا اور دیسی ادنیٰ سپاہی پہلے مارے جاتے ہیں پھر ادنیٰ افیسر اور اسی طرح درجہ بدرجہ اور بادشاہ کی نوبت نہیں آتی۔

ہم نے ویدک احکام دکھائے ہیں ویدوں میں لکھا ہے کہ جس طرح بجلی بادلوں کو اور آگ بَن کے گھاس کو فنا کرتی ہے اسی طرح سپہ سالاروں کو چاہیے کہ مخالفوں کو ہلاک کر دیں۔دیکھو ہمارا صفحہ ۱۰ ارگوید ۶۱۶۔بلکہ دیانندی خیال کے مطابق تو جانوروں اور مویشی بلکہ گائیوں اور آدمیوں کو بھوکا مار کر اپنی فتح و اقبال کی خاطر قربان کرنا جائز ہے۔دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۱۱۔

اور نوح کے وقت جل تھل کرنے پر اعتراض کہ بہت جیو اس وقت مارے گئے ہوں گے اور یہ ظلم ہے۔ایسے واقعات بیان کرنے والی کتاب خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔کسی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف محاصرہ کر کے روک رکھے اور اس کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ،خوراک،پانی اور ہیزم کو تلف وخراب کر دے۔منو ۷۔۱۹۶۔دشمن کے تالاب شہر کی فصیل اور کھائی کو توڑ پھوڑ دیوے۔رات کے وقت ان کو خوف دیوے اور فتح پانے کی تجویز کرے۔منو صفحہ ۱۹۷

ذرہ ان الفاظ (ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ،خوراک،پانی،ہیزم کا تلف کرنا تالاب توڑ دینا) پر غور کرو۔کیا نرم دل کے مناسب حال قواعد ہیں۔جیسے پال کا دل ہے۔آہ! دوسرے مذہب کی تردید کے وقت کہنے کو انسان کو نرم دلی کا وعظ یاد آتا ہے مگر اپنے گھر کی ضرورتوں پر کیسے احکام جاری کئے جاتے ہیں اور جب اپنا نفع ونقصان ملحوظ ہو تو کن قویٰ سے کام لیا جاتا ہے۔دھرم پال کا نرم رحیم دل اور جنگوں سے متنفر دیکھئے کیا تاَ ویل گھڑتا ہے یا ویدک مت کو ترک کرتا ہے مگر اغراض کے سامنے ایسے لوگ میری کیونکر سنیں گے!!

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی جلد ۲۱ صفحہ ۱۳۳ اور انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد ۴ صفحہ ۴۱۸۷ تا ۴۲۴۰ میں ہے۔ایران۔انڈیا۔یونان۔روم۔عرب۔افریقہ۔قدیم امریکہ اور روما میں قربانی کا عام رواج

تھا اور قربانیاں رضائے الٰہی ۔ کفارہ معاصی ۔ ازالہ غضب اصنام کے لئے ۔ غریب کی غربت ۔ شاعر کی قوت بڑھانے ۔ بیمار کی شفا کے واسطے قربانی ہوا کرتی تھیں ۔

ایرانیوں میں شکریہ ۔ کفارہ اور حمد الٰہی کے لئے لڑکے کے تولد ۔ ختنہ ۔ شادی پر اور مہمان کے آنے پر ۔ فتح مندی ۔ زمین کے جوتنے ۔ کنوئیں کی بنا ۔ بنیاد عمارت ۔ باہمی معاہدہ ۔ مردہ کی سالانہ رسم ، شکار کے بعد اور جب کسی کا جانور پہلا بچہ دے تو قربانی ہوا کرتی تھی ۔

بابلی لوگ قیدیوں میں ایک انسان کی قربانی اور افریقہ میں حسین آدمی کی قربانی ہوتی تھی ۔ بابلیوں میں ہرن کی قربانی اور عبرانیوں میں بادشاہ اور رعایا کی طرف سے شاہی قربانی چھ لیلے اور ایک دنبہ ضروری تھا ۔ سوختنی قربانی بھی اگنی دیوتا کے لئے ہوتی تھی اور اس کو عولی کہتے تھے ۔ حضرت سلیمان نے جب ہیکل تیار کی تو قربانیوں کی نوبت لاکھوں تک پہنچی ۔

روما میں سور کی ۔ یونان میں شراب کی قربانی بھی معمول تھا ۔ میکسیکو میں تین منزلہ مندر میں سبز پتھر پر قربانی ہوتی تھی ۔ برٹانیکا جلد ۱۶ ۔ ۲۲۰ ضرور ملاحظہ ہو ۔ دعا اور قربانی لازم و ملزوم ۔ جلد ۲۴ ۔ ۳۰۰

ڈاہومی میں بادشاہ کی وفات پر دو ہزار آدمی کی قربانی ہوتی ہے ۔ جلد ۱ نمبر ۵۱

انگلستان میں دوروایڈسن قوم میں قربانی تھی ۔ انڈیا کی تمام اقوام میں جلد ۲۹ ۔ ۲۸۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانیاں ہوتی تھیں ۔ میں نے اپنی آنکھ سے جے پور کے پرانے محلات میں وہ مقام دیکھا ہے جس میں انسانی قربانی ہوتی تھی اور اب انگریزی امن کے باعث وہاں ہر روز ایک بکرے کی قربانی ہوتی ہے ۔ میں نے جب اس پیچ در پیچ مکان کو دیکھا تو مجھے انگریزی حکومت کی بعض برکتیں یاد آ گئیں ۔

مہاراج کشمیر کی بیماری میں جس قدر قربانیاں چرند اور پرند کی ہمارے سامنے پنڈت لوگوں نے کرائی ہیں ان کی تعداد کو میں گن بھی نہیں سکتا اور مذہبی ناٹکوں میں ہم نے بچوں کی قربانی اور اس پر والدین کا منگل گانا ہماری آنکھ کے سامنے کا نظارہ ہے اور وہ ناٹک والے بھی پنڈت دیانند کے ملک کے ہی تھے ۔

مسیحی دین میں مسیح نے قربانی کا بہت لحاظ رکھا ہے اور تمام انبیاء بنی اسرائیل قربانی کے موید رہے مگر مسیحی مذہب میں آپ کے ہم نام صاحب پال نے انکار کیا۔ پھر بھی ابتدا میں مسیحی لوگ قربانیاں کرتے رہے اور برے کی اتباع اور نر بلی میں خدا کی اقتداء ہوتی رہی۔ اور سچ پوچھو تو عیسائیوں کی نجات ہی ایک انسانی قربانی یا خودکشی پر موقوف ہے۔ جب دنیا طلبی غالب ہوگئی تو قربانیوں کا روپیہ قربانیوں کے قائم مقام ہوگیا اور اس بہار کے بدلہ اصل قربانی موقوف ہوگئی برائے نام یا حقیقت اب بھی مسیح کا لہو اور گوشت عشاء ربانی میں کھایا جاتا ہے۔

پر جیسے آپ نے حق کا خون کر کے ہزاروں ہزار مسلمانوں کا دل دکھایا ہے کیا تمہارے دل اور نرم دل نے اسے جائز کرلیا ہے دل سے پوچھو؟ اگر ستیارتھ کے مصنف کو کوئی حقارت سے یاد کرے تو کس طرح آریہ سماج آگ ببولا ہوتی ہے مگر کیسی بے انصافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور قرآن اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیر کرتے ہوئے آپ لوگ دل کی نرمی اور شیریں کلامی اختیار نہیں کر سکتے اور کروڑوں مسلمانوں کا اس سے زیادہ دل دکھاتے ہیں جتنا کہ مذبوح جانور اور اس کی ماں بہن کا دل دکھتا ہو کیا حیوانات کا دل دکھتا ہے۔

برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۵۵ میں لکھا ہے اسحاق کی قربانی کا باب اصلی نہیں اور نہ پرانا ہے اور سچ بھی ہے کیونکہ اسماعیل کے جیتے اس کی جوانی کے قریب زمانہ میں اسحاق کا ذبح کرنا کوئی عظیم الشان امر نہیں۔ ایک تیرہ برس کا بچہ موجود ہے اس وقت ایک سالہ کا قربان کرنا ایسا خطرناک نہیں جیسے تیرہ سالہ اکلوتے کا قربان کرنا۔ پھر اسی کے جلد نمبر ا صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ کنعانیوں میں جو قدیم استثناء فلسطین کے تھے ان میں انسانی قربانی کا رواج تھا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی رؤیا کے مطابق جب بجائے لڑکے کے مینڈھا ذبح فرمایا تو اس طریق سے انسانی قربانی کا ازالہ فرما کر حیوانی قربانی اس کے قائم مقام کر دی۔

ہاں پال! یہ تو بتاؤ کہ تمہارے یہاں اگنی کنڈ میں اگنی دیوتا کے لئے جو کچھ ڈالا جاتا ہے اور اسے تم لوگ ہب کہتے ہو اور ہب میں کیا ہوتا ہے دیکھو یجروید صفحہ ۴۶ تیسرا ادھیا منتر نمبر ا کی تفسیر۔

خوشبودار کیسر کستوری وغیرہ۔ میٹھا گوڑ۔ شکر وغیرہ پشت گھی دودھ وغیرہ روگ ناشک گورچ وغیرہ چار قسم کا ساکل۔ اس پر غور کرو۔

جب گھر گھر تمام دنیا میں ہر روز کستوری جلائی گئی تو اس قیمتی چیز کے طمع پر کس قدر کستوری کے ہرن مارے جائیں گے اور شکاری ان کے تباہ کرنے میں کس قدر کوشش کریں گے شہد کے لئے کس قدر مکھیوں کی خانہ ویرانی کرنی پڑے گی۔

اب ہم اسلامی قربانی اور اس کے مقابل آریہ ورتی قربانیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قوموں کے مصلح ہو کر آتے ہیں وہ کل رسومات سابقہ کا استیصال کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں جو رسم محض غلط اور توہم پر مبنی ہو اس کو تو باطل کر دیتے ہیں اور جس رسم کی اصل صحیح ہو مگر اس کے ساتھ کچھ غلطی مل گئی ہو اس میں صرف غلطی کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ اس نکتہ کو یاد رکھ کہ مضمون آئندہ پر نظر کرو۔

دوسرا مضمون قربانی پر

اسلام نے بعض قربانیوں کو قطعاً حرام اور نیست و نابود کر دیا ہے۔ اول وہ قربانیاں جن میں بت پرستی اور شرک ہو کیونکہ شرک میں مبتلا انسان بحیثیت مشرک ہونے کے حقیقی اسباب کو ترک کر کے اپنی دیوی دیوتا سے امیدوار کامیابی کا ہوتا ہے اس لئے حقیقی کامیابی سے محروم رہتا ہے اور دوسرے ان مشرکوں اور پجاریوں کو اپنی اپنی دکان گرم کرنے کے لئے صدہا جھوٹے قصے بنانے پڑتے ہیں اس لئے توحید کی حامی شریعت نے ایسی تمام قربانیوں کو باطل کر دیا اور محرمات میں اس کو رکھ دیا اور فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (المائدة :۴) حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ چیزیں جن پر اللہ کے سوا کا نام پکارا جاوے۔

اور ہمارے صوفیاء کرام نے تو یہاں تک احتیاط اور تاکید کو اختیار فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں مَا کا لفظ جو مَااُھِلَّ میں آیا ہے وہ عام اور وسیع ہے۔

پھر حضرت شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے دیکھو فتوحات مکیہ جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۶۲۱ باب ۳۹۸

وَالشِّعْرُ فِیْ غَیْرِ اللّٰہِ مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ فَاِنَّہٗ لِلنِّیَّۃِ بِہٖ اَثَر فی الاَشْیَاء و اللّٰہ یقول وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (البینۃ :۶)

غیر اللہ کے لئے شعر کہنا مَـااُھِـلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ سے ہے کیونکہ نیت کا اثر چیزوں میں ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں حکم کئے گئے وہ لوگ مگر اس بات کا کہ عبادت و پرستش کریں اللہ کی صرف اس لئے خالص کرنے والے ہوں اپنے آپ کو۔

ہم نے اپنی کتاب میں ایسے شعروں سے پرہیز کیا ہے جو کسی محبوب مجازی کے حق میں یا غیر اللہ کے لئے وہ شعر بولے گئے کیونکہ وہ مَااُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ ہیں اور وہ حرام ہیں۔

دوم ان تمام سوختنی قربانیوں سے روک دیا گیا ہے جو اشیاء آگ میں تباہ کی جاتی ہیں اور جن کا ذکر صدہا بلکہ ہزارہا بار یجر۔رگ۔سام ویدوں میں ہوا ہے تمہارے مشرک بھائیوں نے اس وقت بھی حضرت نبی کریم پر یہی اعتراض کیا جیسے ان کا قول خدا تعالیٰ نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ (آل عمران:۱۸۲)

اللہ نے سنی بات ان کی جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم دولت مند ہیں۔

اور پھر یہ تمہارا اعتراض نقل کیا اور کہا ہے اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ عَھِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (آل عمران :۱۸۴) وہ جنہوں نے کہا کہ ہم رسول کی بات نہیں مانیں گے جب تک ہمارے پاس

ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جاتی (سوختنی قربانی) تو کہہ مجھ سے پہلے رسول بینات لے کر اور تمہاری مانگی ہوئی چیز (سوختنی قربانی) کو بھی لے کر آئے پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا۔ اگر تم صادق ہو۔

تیسری وہ تمام قربانیاں موقوف کر دیں جن میں یہ خیال پیدا ہو سکے کہ وہ تراکیب ہمارے گناہوں۔ بدکاریوں۔ نافرمانیوں کا کفارہ ہوں گی ایسی ہی قربانیوں نے جوایک برّے کی ہوئی یانہ ہوئی تمام عیسائیوں کو دلیرو بے باک کر دیا ہے۔

ایسی ہی قربانیاں بعض جگہ منوجی نے ویدوں سے بیان کی ہیں چونکہ منوجی ایسی معتبر کتاب ہے جس کے ذریعہ سے تمام ستیارتھ بھراپڑا ہے۔ہمیں امید ہے کہ آریہ سماج اس کو تسلیم کرے گی والّا دکھائے گی کہ منوجی کے وہ اقوال کس ویدک منتر کے وردہ ہیں۔منوجی ادھیا تین شلوک نمبر ۶۸ میں لکھتے ہیں۔

گرستھ کے گھر میں چولہا[۱]۔سل بٹہ[۲]۔جھاڑو[۳]۔اوکھلی[۴]۔موسل۔پانی کا گھڑا ان سب سے کام لینے میں جیو مرتے ہیں۔

شلوک نمبر ۶۹۔ان پانچوں کے پرائشچت کے لئے پانچ مہان یگیہ کو گرستھ لوگ نتیہ ہی کریں۔

شلوک نمبر ۷۰۔پانچ مہا یگیہ یہ ہیں۔وید کا پڑھنا۔برہم یگیہ۔پترون کا ترپن۔پتر یگیہ۔ہون کرنا۔دیو یگیہ۔بل دینا۔اتتھ کا پوچن۔منشہ یگیہ۔

شلوک نمبر ۷۱۔جو کوئی سامرتھ کے موافق ان مہایگیہ کو کرتا ہے وہ روزمرہ کی ہنسا (جان کشی) کے پاپ سے چھوٹا رہتا ہے۔

قربانی کے مضمون کا آخری تیسرا بقیہ

ہم نے اس مضمون کے پہلے حصہ میں بتایا ہے کہ قربانیاں کرنا انسانی فطرتوں کا مقتضی ہے اور اس کو واضح کر کے دکھایا ہے کہ قربانی کرنے میں شامیوں۔یافث اور عامیوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔پھر دوسرے حصے میں یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام نے قربانی میں کیا اصلاح فرمائی ہے اور کن

قربانیوں سے روکا ہے۔اب ہم تیسرے حصہ کو جو اس مضمون کے متعلق ہے بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اسلام نے کن قربانیوں کو جائز رکھا ہے؟

سو اول انسانی قربانی کا ذکر کرتے ہیں مگر قبل اس کے کہ اس کا بیان کریں قربان کے لفظ کی جس سے قربانی کا لفظ نکلا ہے تشریح کرتے ہیں۔سنو!اس لفظ قربان کے لغت عرب میں کیا معنی ہیں۔

قرب الشی قرباناً۔خوب ہی نزدیک ہوئی یہ چیز۔

القربان بالضم ماقرب الی الله۔قربان پیش کے ساتھ جو اللہ کی طرف نزدیک کرے۔

و ما تقربت به۔اور قربان وہ ہے جس کے ذریعہ تو اللہ کے نزدیک ہو۔

و القربان جلیس الملك و خاصة۔قربان بادشاہ کا مجلسی اور اس کا ممتاز۔

و منه الصلوٰة قربان کل تقی۔اسی محاورہ پر ہے کہ نماز ہر ایک متقی کے لئے قربان ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے۔

ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته . فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده الذی یبطش بها و رجله التی یمشی بها۔(بخاری)

میرا بندہ نفلوں کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے چلتا ہے۔

پس قربان کے معنی ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں اپنے آپ کو محو کر دینا اور اس ذریعہ سے اپنے آپ کو اس کے نزدیک کرنا اور اس کے خاصوں میں ہو جانا۔جب کوئی انسان ایسا ہوتا ہے کہ نہ اس کو کسی کے ساتھ مخلوق میں ذاتی رنج و غضب ہوتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ مخلوق میں سے ذاتی محبت اور تعلق ہوتا ہے اس کی محبت خلق سے ہوتی ہے مگر **لله و بالله و فی الله** ہوتی ہے اور اس کا بغض بھی ہوتا ہے مگر **للّٰه و بالله و فی الله** ہوتا ہے وہ فانی باللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔

اس کا کھانا صرف اس لئے ہوا کرتا ہے کہ جناب الٰہی نے کُلُوا کا حکم دیا ہے اور ایسے آدمی کا پینا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کو پینے میں الٰہی ارشاد ہے وَاشْرَبُوْا اور اس کا بی بی سے محبت و پیار اسی واسطے ہوتا ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء :۲۰) کا حکم ہے۔

پس شہوت و غضب ۔ طمع و جزع ۔ عجز و کسل ۔ بے استقلالی وغیرہ رذائل اس میں نہیں رہتے ۔ وہ انعامات کے وقت اگر شکر کرتا ہے تو ارشاد الٰہی سے اگر مصائب پر صبر کرتا ہے تو رضا الٰہی کے لئے ۔ وہ اپنے اور دوسرے کے معاصی پر اس لئے ناراض ہوتا ہے کہ اس کا مولیٰ ان باتوں پر ناراض ہے ۔ وہ مشرکوں بے ایمانوں ۔ شریروں پر تلوار اٹھاتا ہے مگر الٰہی ہتھیار بن کر ۔ یہی قربانی ہے جس کے بارے ارشاد ہے ۔

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدة :۲۸) جب ان دونوں نے قربانی دی آخر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی رد ہوئی ۔ اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا ۔ اس نے کہا اللہ متقیوں کی قربانی قبول کیا کرتا ہے ۔

دوسری انسانی قربانی جس کو اسلام نے جائز رکھا ہے ۔ جوانان قوم اور مدبران ملک کی قربانی ہے مگر اس وقت کی بڑے بڑے سیاسی بلاد یورپ و امریکہ ہاں عام بلاد کا ذکر کیوں کریں خود انگلستان نے میری ذرہ سی شخصی زندگی میں جہاں انڈیا، کابل، پنجاب، دہلی کے غدر ۔ سوڈان ۔ خرطوم ۔ ٹرنسفال اور سمالی لینڈ وغیرہ جزائر میں صرف تجارت یا یوں کہو حکومت کے لئے لاکھوں نیئر اور ڈیر قربانی کئے ہیں تو وہاں ان تراشے گلوں نے اپنے ملک وقوم کو تو دنیا کے صراط پر سے کیا گزار ادنیا کی جنت میں پہنچا دیا ہے اور وید کی تعلیم نے تو ہزار ہا منتروں میں اس نرمیدہ انسانی قربانی کی تاکید لکھی ہے میں کہاں تک گن کر دکھاؤں مشتے بطور نمونہ یا دانہ از خروارے لکھتا ہوں ۔

اوّل دیکھو سوال نمبر ۴ کو جہاں میں نے مفصل حوالے دیئے ہیں ستیارتھ صفحہ ۳۵۵ رگوید بھاش

نمبر۱۶۶اورنمبر۷۰۷ونمبر۶۱۶اوراس کے علاوہ دیکھو یجر وید ادھیائے نمبرا منتر ۵حصول راج اور لکشمی کے لئے کیا شغل تجویز کیا ہے۔اوراسی ادھیاکے منتر نمبر ۶ ومنتر ۲۶ میں جہاں دشمن کے باندھنے اور نہ چھوڑنے کا حکم ہے قابل غور ہےاور منتر ۲۸ میں ہے بغیرلڑائی اور طاقت کے دشمن کبھی نہیں ڈرتے۔یجر وید ادھیاپانچ منتر۲۲ میں ہے جیسے میں ڈشٹ سبھاؤ شتروں کے شرکاٹتا ہوں تو بھی کاٹ۔یجر وید ادھیانمبر۶منترا جیسے میں بد اطواروں کی گلوتراشی کرتا ہوں ویسی ہی آپ بھی کیجئے۔

اسلام نے اس قربانی کوصرف دفاعی جنگوں میں منحصر اور محدود کر دیا ہے۔جب مخالف دشمن مسلمانوں کوقتل کریں اوراسلام کا استیصال کرنےلگیں تواس وقت کے لئے فرمایا۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ

(الحج :۴۰) اجازت دی گئی ان لوگوں کوجن سےلڑائی کی گئی اس لئے کہ وہ مظلوم ہیں اوراللہ انہیں دشمن پر غالب کر دینے پر قادر ہے۔

اورفرمایاہے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرة :۱۹۱) مقابلہ کرواعلاءکلمۃ اللہ میں ان سے جوتم سے مقابلہ کرتے ہیں اورحد سے نہ بڑھنا۔

اس کے معنی نبی کریم ﷺ اورآپ کے جانشین نے یہ کئے ہیں کہ لڑکے،عورتیں۔بڈھے۔فقیراور تمام صلح جونہ مارے جائیں۔اورفرمایا

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرۃ:۱۹۴) مقابلہ کرو یہاں تک کہ فتنہ اورشرارت نہ رہے۔

اسلام کا خدا تعالیٰ نے دونوں طرح کا غلبہ دکھانا چاہا ہے۔ایک وقت تھا جب دشمن نے اسلام کے استیصال کے لئے تلوار اٹھائی مسلمانوں کوقتل کرنا شروع کر دیا تو اسلام نے مسلمانوں کو

بغاوت سے روک دیا کہ غدر نہ کرنا۔اس ملک سے نکل جاؤ جہاں تکلیف ہے اس لئے مکہ معظّمہ کا ملک چھوڑ دیا گیا۔ جب دشمن کو اس پر صبر نہ آیا اور اس نے تعاقب کیا تو آخر اسلام نے تلوار اٹھائی اور کامیاب ہوگیا۔

پھر اس وقت چودہویں صدی میں صرف حجج کے اسلحہ سے اسلام سے جنگ شروع ہوگئی۔ اسلام کے باعث کوئی قوم کسی مسلمان پر ہتھیاروں سے اب کام نہیں لیتی تو اسلام نے بھی براہین نیرّہ اور حجج ساطعہ اور دلائل واضحہ (ترک رشی) سے مقابلہ شروع کیا۔

بت پرست قومیں اسلام کے مقابلہ سے ہار کر بت پرستی کے دعویٰ سے باز آرہی ہیں اور بالکل اس مسالہ میں صلح جو ہورہی ہیں کیونکہ انڈیا میں کچھ برہموں ہو گئے ہیں اور کچھ آریہ سماج۔ادھر یورپ وامریکہ میں یونی ٹیرین۔فری تھنکروں کا سمندر موج مار رہا ہے اور کیا خوب ہوا حضرت مسیح کی خدائی نیست ونابود ہورہی ہے۔ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ (الحشر :۳) مخلوق اسلام کے مقدس مذہب میں آرہی ہے۔ دھرم پال یا اور اس کے چند بھائی اس طرح اسلام سے نکل گئے جس طرح بال مکھن سے الگ ہوجاتا ہے تو کہ مقدس مذہب اس وقت خس وخاشاک سے پاک ہوجاوے۔

ہمارے مولوی علی العموم سمجھیں یا نہ سمجھیں اگر اس وقت وہ مہدی آنے والا ہوتا جس کو خونی جنگ کرنی ہے تو ایجاد اسلحہ اور اتحاد قومی وملکی اور عصبیت کا جلوہ مسلمانوں میں روز افزوں ہوتا نہ یورپ میں۔عصبیت کے سوائے جنگ کی وساطت سے دنیوی سلطنت کا ملنا خیالست ومحال ست وجنون۔ میرے دیکھتے ایک طرف سلطنت اودھ۔ دہلی۔ زنجبار۔ مراکش۔مسقط۔مصر اور دوسری طرف یارقند۔سمرقند۔ خیوا۔ بخارا۔سرویہ۔ مانٹی نیگرو۔ ہرزیگونیا وجزائر سائپرس۔کریٹ بلکہ اور حصص مملکت ترک بھی اور عرب کے حصہ ہائے کویت اور عدن ویمن بتدریج کچھ نکل گئے اور باقی نکل رہے ہیں اسی واسطے تو مہدی صادق علیہ السلام نے یہ نظم لکھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

ف کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم **یضع الحرب** کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰے
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سِلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بُھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آ گیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آ گیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دُنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حدّ و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ۔ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی ف

سب پر یہ اِک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اِک پُھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی ف

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنے کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفّاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے

ف

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے — تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں — وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا — وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے — آیت **علیکم انفسکم** یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدئ خونی بھی آئے گا — اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں — بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہؔا بھی صدی سے گذر گئے — تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں — کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

پر تم نے اُن سے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ — مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤگے یا نہیں — خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں — حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤگے یا نہیں — مخفی جو دل میں ہے وہ سُناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں — اُس وقت اُس کو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار — اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے اُستوار

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے — اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خُدا

تیسری قربانی جس کو اسلام نے بعض جانوروں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی یاد کر کے ذبح کرنے اور ان کا گوشت پکا کر استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اس قربانی کے منشاء بہت ہیں۔

اوّل تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اس سچی قربانی کی یادگار ہے جو ان دونوں نے اس فرمانبرداری میں کر دکھائی اور جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلۡجَبِیۡنِ وَنَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا (الصّٰفّٰت:۱۰۳تا۱۰۶) میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو غور کر کے بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تو وہ بات کر جس کا تجھے حکم دیا جاوے۔ تو مجھے انشاء اللہ صابر پائے گا اور جب وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر راضی ہوگئے اور اسے ماتھے کے بل لٹایا۔ ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔

اور فرمایا:

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الانعام :۱۶۳،۱۶۴) میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے ہاتھ ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

دوم۔ مشرکوں۔ بت پرستوں کو دکھایا ہے کہ تمہاری دیوی دیوتا کی قربانیاں سب لغو ہیں ان کی ذرہ ضرورت نہیں۔ اگر یہ ضروری ہیں تو دیکھو میں جانوروں کو ذبح کرتا ہوں مگر پھر بھی ان دیوی دیوتا کی نذر و نیاز میں نہیں چڑھاتا اور نہ ان کے نام سے ذبح کرتا ہوں اور نہ میں اگنی دیوتا میں ان کو ڈالتا ہوں مگر میرا ذرا نقصان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی خونخوار دیوی اور دیوتا ہے اور میں اس کی مخالفت میں اس کے نام کی قربانی نہیں کرتا تو چاہیے کہ میرا کوئی بال تو بیکا کر کے دکھائے۔ جب نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ یہ قربانیاں لغو ہیں۔

پس جیسے ہمارے سب کام الٰہی رضامندی کے لئے ہونے چاہئیں اسی طرح قربانیاں بھی اسی کے نام کی ہونی چاہئیں۔ سجدہ ہو تو اسی کا۔ تعظیم ہو تو اسی کی۔ ذبح ہو تو اسی کے نام کا وغیرہ وغیرہ۔

سوم۔ چونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اس لئے یہ ظاہری نظارہ کہ ہم نے کس طرح ایک جانور کو جو ہمارے ماتحت ہے ذبح کر دیا ہے جناب الٰہی کی کبریائی کو یاد دلاتا ہے کہ ہم اور ہمارے اطباء اور ہمارے مدبر و محافظ اور دعائیں اور شفاعت کرنے والوں کی تمام کوششیں اس محدود زندگی کے لئے ان کی محنتیں بے سود ہو جائیں گی اور بے سود ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے جب حقیقی طور پر وفات و موت کا وقت آتا آ گیا جو ہمارے لئے مقدر ہے ہزار ہاتھ پاؤں ہلائیں گے کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس قربانی کے اس نظارہ سے انشاء اللہ امید ہے کہ آخر انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاوے اگر سلیم الفطرت ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند مجھے کامل فرمانبرداری حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی چاہیے۔

چہارم۔ جہاں تک نظام کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ عناصر بسیط سے لے کر حیوانات تک بلکہ ادنیٰ انسانوں سے لے کر متوسطین تک اعلیٰ درجہ کے انسان کے لئے نیابت کرتے ہیں۔ اور نظارے جانے دو۔ بیل جی زمین کے پھاڑنے۔ پانی کے دینے۔ باربرداری کے لئے ہر وقت انسان کی محنتوں کے بدلہ اپنے آپ کو لگائے ہوئے ہیں اور کوئی عقل مند یا رحیم مذہب اس سے مضائقہ نہیں کرتا۔ خود گاؤ تمہاری ماتا جی چرواہے کے قبضہ میں تمام دن کاٹتی ہے اور اس کا بچہ اس سے الگ ''بلبلاتا ہے'' اور تڑپتا ہے''۔ پرمہاتما لوگ اپنے لئے اور اپنے ہب اور ہون کے لئے کوئی آریہ سماجی رحم نہیں کھاتا۔

اسی طرح فوجیں اور اس کے متوسط افسر اعلیٰ انسان کے لئے کٹوائے جاتے ہیں اور مارے جاتے ہیں تو کیا اس سے یہ چوتھی وجہ قربانی کی نہیں نکل سکتی کہ ہم بیماروں کی جان کے بدلہ بھی ان کو قربان کریں۔

سوال نمبر۴۴۔مردار۔سؤراور خون حرام ہے‘‘۔(۱) مردار کی تعریف کہ جس کی روح الگ ہوگئی ہو گو ذبح ہو(۲) خون حرام ہے تو گوشت کیوں حلال ہے تمام جسم کی بالیدگی خون سے ہوتی ہے۔(۳) مادہ کے رحم میں نطفہ مادہ کے خون سے بنتا ہے اوراسی سے پرورش پاتا ہے۔ (۴) سؤر کیوں حرام ہے‘‘۔

الجواب۔(۱) جوتعریف آپ نے مردار کی ہے وہ غلط ہےاور بالکل غلط ہے۔اسلام میں مردار اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح اور نحر اور شکار کے سوا خود بخود مرگیا ہو۔مردار سے علی العموم خون نہیں نکلتا۔(۲) خون میں تیس[۳۰] سے زائد قسم کی زہریں ہوتی ہیں۔خون کھانے والے لوگوں میں ان زہروں کے استعمال سے بہت سے قویٰ تباہ ہوجاتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ مردار خوار اور خونخوار قوموں کی عقل اور ذہنی قویٰ نہایت کثیف اور کودن ہوتے ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ شدید تغیرات سے احکام بدل جاتے ہیں چنانچہ تمہارے نزدیک بھی یہ امر مسلّم ہے کہ ہر ایک جزو حیوان کا خون سے بنتا ہے مگر تم لوگ دودھ کو جو خون سے بنتا ہے پیتے ہو اور ذرہ تامل نہیں کرتے گوشت اگر خون سے بنتا ہے تو دودھ۔دہی۔مکھن۔بالائی بھی خون سے ہی بنتی ہے۔غور کرو اور نکتہ چینی کے وقت عقل اور انصاف کی حد سے باہر نہ نکل جاؤ۔

اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ غذا کا اثر غذا خور پر پڑتا ہے اسی واسطے لکھا ہے کہ برہمن، کھشتری۔ ویشون کو ناپاک یعنی بول وبراز وغیرہ کی میل سے پیدا ہوئے ساگ۔پھل۔مول وغیرہ نہ کھانا چاہیے اور جو جو چیزیں عقل کو کھونے والی ہیں ان کا استعمال کبھی نہ کریں دیکھو صفحہ ۳۵۷،۳۵۸ ستیارتھ پرکاش۔

(۱) سؤر نر سے میل کرتا ہے اس واسطے اکثر سؤر خور ساڈومی کے مرتکب ہوتے ہیں۔(۲) جماع کا بڑا خواہش مند ہے اس واسطے وہ لوگ زیادہ تر زانی ہوتے ہیں۔(۳) گند سے اسے محبت ہے۔ اسی واسطے کل جلالہ گندخور جانور اسلام میں حرام ہیں۔(۴) ہاگ کالرا کی جڑ ہے۔(۵) سؤر

اپنے بچوں اور سانپ کو بھی کھاتا ہے۔(۶) بڑا حریص ہے۔

سؤر میں نقصانات ذیل اور بھی ہیں۔

(۱) ٹی نیا سولیم۔یعنی کدو دانے (۲) ٹی نیا سپائی ریلس۔یہ بھی ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو سؤر کے گوشت کے ساتھ پیٹ میں چلا جاتا ہے اور انتڑیوں میں انڈے بچے دے کر اس کی نسل پھیل جاتی ہے بچے اور خود کیڑے بھی امعاء کی دیواروں میں سوراخ کر کے شریانوں میں گھس جاتے ہیں اور خون کے ساتھ عضلات میں چلے جاتے ہیں اور وہاں بڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے اوپر تھیلی بنا لیتے ہیں اس سبب سے عضلات خراب اور کمزور ہو جاتے ہیں اور امعاء میں جریان خون اور جگر میں چربی پیدا ہو جاتی ہے۔عضلات میں درد اور تکلیف رہتی ہے اور اگرچہ امعاء کے کیڑے جلاب سے دور بھی ہو سکتے ہیں مگر جو عضلات میں پہنچ چکے ان کا کچھ علاج نہیں۔سوائے اس کے کہ خود ہی مر جائیں۔ (۳) ہائی ڈے ٹڈ آف دی لور۔جگر کی رسولی جس میں ٹی نیائی کائی نو کاکس کا کیڑا جگر میں گھر بنا لیتا ہے اس کیڑے کا اصل تخم بھیڑ یا سؤر میں پایا جاتا ہے اور پھر وہاں سے منتقل ہو کر کتے میں آتا ہے اور کتے میں سے نکل کر اگر انسان میں داخل ہو جائے تو یہ جگری رسولی پیدا کرتا ہے انتہیٰ۔

سوال نمبر ۴۵۔خون حرام ہے۔گوشت بھی منجمد خون ہے وہ کیوں حلال ہوا۔

الجواب۔قرآن مجید میں جس خون کو حرام فرمایا ہے اس کی تفصیل بھی کر دی ہے جیسے فرمایا ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا (الانعام:۱۴۶) تو کہہ میں اپنی وحی میں کسی کھانے والے پر کوئی شئے حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ مردار ہو یا گرا ہوا خون ہو۔

آیروید کو پڑھو اس میں بھی تو لکھا ہے کہ خون میں اقسام اقسام کی زہریں ہوتی ہیں جو پیشاب کے ذریعہ خارج ہوتی ہیں منجملہ ان کے کاربانک ایسڈ اور ٹومین تو عام مشہور ہیں جن سے فالج یا استرخاء اور تشنج پیدا ہوتے ہیں۔

پیشاب کے اجزاء

۱۔یوریا۔

اس کا اچھی طرح خارج نہ ہونا مرض یوریمیا پیدا کرتا ہے اور اکثر گردوں کی بیماری میں جب پیشاب خارج نہیں ہوتا یہی بیماری ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔

۲۔یورک ایسڈ۔

(۱۔ایسڈ سوڈیم یوریٹ۔۲۔سودیم یوریٹ)ان کی زیادتی سے مرض گوٹ پیدا ہوتی ہے خاص کرایسڈ سوڈیم یوریٹ سے

۳۔کری ایٹے نین۔

اس پر مصنوعی طور سے تجربہ کیا گیا ہے کہ جب یہ دماغ پر لگائی جاوے تو تشنج شروع ہوجاتا ہے۔

۴۔ہپ یورک ایسڈ۔

۵۔کیلسیم اکسیلیٹ

۶۔سلفیٹس۔

(۱۔ایتھیریل مثلاً پوٹاشیم فی نل سلفیٹ۔۲۔دھاتی۔مثلاً پوٹاشیم اورسوڈیم کے۔)

۷۔کلورائڈز۔

ان میں سے سب سے زیادہ نمک ہوتا ہے۔

۸۔فاسفیٹس

(۱۔سوڈیم اور پوٹاسیم کے۔۲۔کیلسیم اورمکنیزیم کے)یہ خاص کر اعصاب کا فضلہ ہوتے ہیں۔

۹۔رنگ وغیرہ مثلاً (۱)یوروکرم(۲)یوروبائی لین(۳)انڈی کین۔

پوٹاسیم کے جتنے نمک ہیں ان پر تجربہ کیا گیا ہے اگر وہ دماغ کی سطح پر لگائے جائیں تو تشنج پیدا کرتے ہیں اور اگر خون میں زیادہ ہوجاویں یا دوا کے طور پر استعمال کئے جائیں تو دل کو کمزور

کرتے اور دماغ کو صدمہ پہنچاتے ہیں اسی واسطے ان دواؤں کو جن میں پوٹاسیم ہو دماغ اور دل کی بیماری میں نہیں دیتے علاوہ اس کے یہ عام طور پر عضلات کو بھی ضعیف کرتے ہیں۔

زیادہ تر یہی چیزیں پیشاب کے راستہ خارج ہوتی ہیں اوران کا نقصان اسی وقت بہت جلد اور بہت سخت ہوتا ہے جب یہ خون میں رہیں اور پیشاب کے راستہ صاف نہ کر لئے جائیں۔

خون۔خون میں سے جو فضلات نکلتے ہیں وہ اکثر وہی ہیں جو پیشاب کے راستے نکل جاتے ہیں البتہ کاربونک ایسڈ گاس پھیپھڑوں کے ذریعہ سے نکلتی ہے۔

چنداور بھی ہیں مثلاً لیوسین۔ٹاٹروسین۔کولیسٹرین اور لیک ٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ اور ایمونیا کے نمک یہ آخرسب تغیر پا کر یوریا میں تبدیل ہوکر پیشاب کی راہ سے خارج ہوجاتے ہیں۔ان میں سے لیک ٹک ایسڈ ایسی چیز ہے جو عضلات کا فضلہ ہے اور جب آدمی بہت کام کرتا ہے تو یہ چیز عضلات میں جمع ہوجاتی ہے اور آدمی تھک جاتا ہے۔دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ تھکان کا باعث یہ چیز ہے جب یہ دور ہوجاوے تو پھر عضلات کام کرنے کے لائق ہوجاتے ہیں اور تکان دور ہوجاتی ہے اور قرآن کریم نے تو اصول محرمات کے چار بتائے ہیں۔

اوّل۔وہ چیزیں جن سے صرف جسمانی قویٰ پر برا اثر ہوتا ہے جیسے مردار خوار حیوانوں اور انسانوں میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔مثال کے طور پر مردار خور چوہڑوں۔بھنگیوں۔سانسیوں اور بعض اگھوریوں کے بدنون۔چمڑوں اور زبان کی کرختی کو غور سے دیکھواوران سے اتر کر باز کی شکل چیل۔کرگس اور مردار خور سیاہ کوّے کو دیکھو کیسے بدشکل۔دون ہمت۔سست اور کاہل ہوتے ہیں۔

دوم۔وہ چیزیں جن سے دقیق فطری قویٰ پر بداثر پڑتا ہے جیسے خون کو کھانے والی قومیں موٹے موٹے مسائل سے بھی ناواقف ہیں۔مثال کے طور۔چوہڑوں۔بھنگیوں۔سانسیوں۔اگھوریوں اور کانگڑہ ویلی اور جموں کے پہاڑوں میں خون کھانے والے لوگوں کو دیکھو کیا ممکن ہے کہ کوئی باریک مسئلہ الٰہیات کا یا سوشیل اور مارل کے دقائق ان کو کوئی سمجھا سکے۔میں نے تجربتاً بارہا ان لوگوں کو سمجھانا چاہا ہے مگر حیرت زدہ رہ کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ باتیں داناؤں اور پنڈتوں کے

سمجھنے کی ہیں۔

سوم۔ وہ جن سے اخلاقی قویٰ تباہ ہوتے ہیں جیسے سُؤرا اور شراب۔

چہارم۔ وہ اشیاء حرام ہیں جو روحانی اور اعتقادی قوتوں کو تباہ اور ہلاک کرتی ہیں جیسے خدا کے نام کے سوا بتوں کے نام اور غیر اللہ سے تقرب کے لئے ذبح کئے جانور بلکہ تمام وہ چیزیں جو بت پرست بتوں پر چڑھاتے ہیں۔

گوشت تو منجمد خون نہیں یہ تشریح شاید آپ نے من گھڑت تجویز کی ہے جس طرح گوشت خون سے بنتا ہے اسی طرح دودھ۔ دہی۔ مکھن۔ گھی اور بہت ساری چیزیں جن سے تمہاری پرورش ہوتی ہے خون سے بنی ہیں۔ کیوں تم استعمال میں لاتے ہو۔ ہاں بیدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جَل آگ سے بنا ہے جل تو پیتے ہو آگ کیوں نہیں کھاتے۔

سوال نمبر ۴۶۔ بیت اللہ میں خون مت گراؤ۔ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چاردیواری میں محدود ہے باقی دنیا شیطان کا گھر ہے۔ کب ہوگا کہ بے کس اور معصوم لیلے اور بکری کے بچہ کی دردناک آواز ہمیں ایسی بے چین اور بے قرار کردے گی جیسے ان کے عزیز بچہ کی بلبلاہٹ۔ ثبوت کے لئے پیش کیا ہے۔

۱۔ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ (البقرۃ:۱۹۲)

۲۔ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (المائدۃ:۹۷)

۳۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (المائدۃ:۳)

الجواب۔ قربانیوں میں ہمارے نبی کریم ﷺ اور ان کے اتباع تو نر دنبہ (گوسپند) سینگوں والا قربانی فرمایا کرتے تھے اور دودھ والی بکریاں جن کے نیچے بچے ہوں اور دودھ والی گوسپند مادہ قربانیوں میں ذبح نہیں کی جاتی تھیں مگر تم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو تم رحیم۔ کریم۔ دَیالو۔ کرپالو مانتے

ہو یا نہیں؟ پھر یہ بھی مانتے ہو کہ نہیں کہ وہی موت دیتا ہے۔ اگر مانتے ہو تو بتاؤ مخلوقات میں ہزاروں عورتیں بچے والیاں بیمار ہوتی ہیں ہزاروں مرتی ہیں اوران کے بچے بلبلاتے ہیں ان کی دردناک آوازیں آپ کو بے چین و بے قرار کرتی ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کو بے قرار کرتی ہیں تو خدا کو کہو کہ ایسا انتظام تو نے کیوں کر رکھا ہے؟

نیز تمہاری گائیں اور بکریاں باہر چرنے کو جاتی ہیں اور تم لوگ اپنے دودھ کے طمع سے ان کے بچوں کو مادہ سے الگ کر دیتے ہو اور وہ بے قرار بلبلاتے اور چلاتے ہیں مگر تم لوگ ذرا پروا اپنی طمع کے لئے نہیں کرتے اور ہر روز یہی معاملہ درپیش ہے۔ نیز گاؤ ماتا کے خاوند صاحب کو صبح سے اپنے اقسام اقسام کاموں اور ہل میں لگاتے ہو اور دوپہر تک چابک مارتے اور اس پر کیسے کیسے آوازے کستے ہو کہ الامان! تم کو رحم نہیں آتا کہ کھیتی باڑی چھوڑا دو اور بچوں اور ان کی ماؤں کو آزاد کرو۔ تمہاری گاؤ ماتا کے خاوند اور ٹٹو جن عذابوں میں گرفتار ہیں کیا وہ ذبح سے کم ہے؟

آیات کا مطلب تو صاف ہے۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ عزت والی مسجد کے پاس ان سے (مکہ والوں سے) جنگ مت کرو۔ جب تک وہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں۔ اس آیت کا منشاء صرف یہ ہے کہ عبادت گاہ مقام جنگ نہیں اور دوسری آیت کا منشاء یہ ہے کہ حالت احرام میں شکار مت کرو۔ احرام کی حالت حج کی عبادت میں داخل ہونے کا نشان ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت کے وقت شکار کا وقت نہیں۔ بیت اللہ کو خدا کا گھر کہنے پر اعتراض بھی عجیب ہے۔

اوّل۔ تو اس لئے کہ تمہارے منو کے پہلے ادّھیا نمبر ۱۰۔ اشلوک میں ہے۔ سنسکرت میں پانی کو نارا کہتے ہیں وہ پہلے پرماتما کا گھر تھا اس وجہ سے پرماتما کو ناراین کہتے ہیں۔

دویم۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں لکھا ہے ہمیشہ سرشٹی کے پہلے چار آدمیوں کے ہردے پر میشور کا گیان وید جلوہ گر ہوا تو کیا دوسرے تمہارے بزرگ لوگوں کے ہردوں میں شیطانی گیان تھا۔

سوم۔ نسبت تو دوسرے تعلق سے پیدا ہو جاتی جیسے تم اب سماجی ہو یا ہم عربی ہیں۔ اس طرح

مکہ معظّمہ کی مسجد چونکہ ابوالحنفاء شرک سے پورے بیزار ابراہیم سے بلکہ اس سے بھی پہلے الٰہی عبادت کے لئے بنائی گئی اس واسطے وہ بیت اللہ کہلائی جیسے فرمایا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (آل عمران:۹۷) پہلا گھر جو (خدا کی عبادت کے لئے) قوموں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے مبارک اور ہدایت ہے لوگوں کے لئے۔

سوال نمبر ۴۷۔ احرام کے دنوں میں شکار نہ کرو۔

الجواب۔ احرام سے عبادت حج شروع ہوتی ہے تو کیا عبادت کے وقت اور اشغال مناسب ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ ایک شغل دوسرے شغلوں کا مانع ہوتا ہے۔ تمہارے یہاں سینت کے وقت گرہ آشرم کب جائز ہے اور شکار تو بڑے اشغال کا موجب ہے۔

سوال نمبر ۴۸۔ (۱) موسیٰ کی لاٹھی کو خدا نے سانپ بنا دیا۔ (۲) ساحروں کے ڈنڈوں کو جو سانپ بن گئے تھے کھا گئی۔ (۳) وہ ڈنڈے ساحروں کے چالیس گدھوں کا بوجھ تھا۔ (۴) کئی سو من وزن موسیٰ کی لاٹھی سب کو کھا گئی۔ (۵) ڈکار بھی نہ لیا۔ جگالی بھی نہ کی۔ (۶) لوگ جو ڈر کر بھاگے چالیس ہزار آدمی اس گھمسان میں مر گئے۔ (۷) موسیٰ کو اس کثرت سے لوگوں کے مرنے پر رحم آیا۔ (۸) اس اپنے سانپ کو جو پکڑا پھر لاٹھی کی لاٹھی۔ (۹) ایک ریفارمر نے اس قصہ پر ملمع چڑھانا چاہا مگر سب بے سود۔

الجواب۔ تمہارے اصل نمبر ۴ میں ہے سَت کو لینا اور اسَت کو چھوڑنا چاہیے پس کیا اس سوال نمبر ۴۸ کے نمبر ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ میں ذرہ بھی تم نے صداقت۔ راست بازی اور شرم وحیا سے کام لیا ہے اور نمبر ۹ میں جس ریفارمر کا ذکر کیا ہے اس نے تو بقدر اپنے فہم وفراست کے نیک نیتی سے کام لیا ہے اور یہی ہمارا اس کی نسبت اعتقاد اور یقین ہے مگر دیانند نے جس ملمع سازی اور روبہ بازی سے کام لیا ہے اور وید کے چہرہ پر تہ بر تہ برقعے چڑھائے ہیں اس سے ایک جہاں واقف ہے اس کی یہ چالاکی

۱؎ ترک اشغال دینا اور شغل عبادت ۱۲ ۲؎ رشتہ داری اور عیال کا تعلق ۱۲

کیا چشم پوشی کے لائق ہے کہ طبع اول کی ستیارتھ کو جو اس کے شاگرد اور ایک راجہ کے اہتمام سے تیار ہوا تھا رد کر دیا اور وید بھاش کے متعلق آخر آریہ مسافر نے یہ پردہ براندازی کی کہ اس کا ناگری ترجمہ اور بھاوٗارتھ غلط ہے اور پوپون کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا۔غور کرو دیانند نے وید کا بھاش لکھا اس خیال سے کہ پرانے بھاش غلط ہیں مگر بدقسمتی اور خذلان کو دیکھئے کہ اول تو اپنا بھاش تمام نہ کر سکا۔پھر اس میں اس کی مرضی کے خلاف پوپون کا وار چل گیا۔دانشمند خداترس اس کارروائی سے صاف سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ سے ویدوں کے ابطال واعدام کے درپئے ہے ان کی اشاعت اس کا مقصود کبھی نہیں ہوا۔

اب رہا نمبر ۱، ۲، ۸ اس میں نمبر ۲ کے بیان میں تم نے حماقت اور جھوٹ سے کام لیا ہے اور بے ہودہ فقرہ بازی کی ہے۔قرآن کریم میں تو یوں آیا ہے۔

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ:۶۷) ان کی رسیاں اور سونٹے قوت متخیلہ کو چلتے معلوم ہوتے تھے۔

اور ایک فرمایا ہے

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (الاعراف:۱۱۷)

اور ان ہتکنڈے بازوں نے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکا دیا اور انہیں ڈرانے کی کوشش کی اور بڑا دھوکا کیا۔

اب ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ ساحروں کے ڈنڈے اور رسّے واقعی سانپ بن گئے تھے۔خدا کی کتاب صرف یہ کہتی ہے کہ ان کے رسّے اور ڈنڈے ان کے واہموں اور تخیلوں کو چلتے نظر آئے اور ساحروں نے عام لوگوں کی آنکھوں کو دھوکے میں ڈالا اور ڈرانا چاہا اور بڑا دھوکہ کیا یہ نظارہ قانون قدرت اور سائنس کے نزدیک ایسا واقعی اور صاف ہے کہ بڑی تشریح کی بھی ضرورت نہیں۔

اور نمبر ۲ میں جس لفظ کا ترجمہ تم نے ''سانپ بن گئی تھی اور کھا گئی'' کیا ہے۔وہ لفظ ہے فَاِذَا هِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِكُوۡنَ (الاعراف:۱۱۸)اس میں تَلۡقَف اور یَاۡفِكُوۡن کے معنوں پر غور کرنی چاہیے۔

تلقف مجرد ہے قاموس اللغۃ میں ہے **لقفه كسمع لقفا ولقفا نامحركة تناوله بسرعة** ۔اس کا ترجمہ ہوا کسی چیز کو جلدی سے پکڑ لینا۔**یَاۡفِكُون** بھی مجرد ہے اس کے معنی قاموس اللغۃ میں لکھے ہیں **افك كضرب وعلم افكا وافوكا كذب**۔ترجمہ۔جھوٹ بولا۔جھوٹی کارروائی کی اور سارے جملہ کا ترجمہ ہے کہ وہ ان کی جھوٹی کارروائی کو جلدی سے پکڑ لیتا یعنی ان کا تانا بانا ادھیڑ دیتا ہے۔

اب رہا نمبر ۱ و نمبر ۸ اس کے جواب کے لئے پہلے میں تم کو ملزم کرتا ہوں۔منو کے ۱۲۔۵۰ اور ستیارتھ کے ۴۴۲ میں ہے۔''جو اعلیٰ درجہ کے ستوگنی ہو کر عمدہ ترین کام کرتے ہیں وہ برہما یعنی سب ویدوں کے جاننے والے وشوسرج یعنی علم قانون کو جان کر قسم قسم کے وبان۔غبارہ وغیرہ سواریاں بنانے والے دھارمک اور سب سے اعلیٰ عقل والے ہوتے ہیں اور اویکت یعنی لطیف ترین مادہ کو شکل میں لانے اور پرکرتی (یعنی علت مادی) پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

پھر تم کو بتاتے ہیں پاتنجل سوتر نمبر ا پاد چہارم میں لکھا ہے اور پاتنجل کو دیانند نے تسلیم کیا ہے یوگی جب ریاضت کرتا ہے تو اس کو اشٹ سدھیاں نصیب ہوتی ہیں۔

۱۔انما۔ لطیف صورت بن جانا۔

۲۔مہما۔ بڑا جسم بن جانا۔

۳۔گرما۔ وزن دار ہو جانا۔

۴۔لگھما۔ ہلکا ہو کر اڑ جانا۔

۵۔پراپتی۔ سورج چاند کو ہاتھ سے چھو لینا۔

۶۔ پرا کابھ۔ ناکام نہ ہونا۔کامیاب ہونا۔
۷۔انشنوم۔ الٰہی طاقتیں حاصل کرنا۔
۸۔بشتوم۔ ہرایک شئے اپنے قابو میں کرلینا۔

ان اشٹ سدھیوں کو مدنظر رکھ کرتم اپنے اعتراض نمبر ۴۸ کے تمام نونمبروں کو سیدھا کرلواور شرم کرو یا ویدک دھرم چھوڑ کر سائنس دانوں اور فلاسفران یورپ کا مذہب اختیار کرومگر یاد رکھوتمہیں وہاں سے بھی دھتکار ہی ملے گی۔کیونکہ وہاں بھی پہلے مسمریزم نے ان معجزات کی حقانیت کی طرف توجہ دلائی اوراس کے بعد اسپریچولزم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمام صداقتیں ہیں جن کا ذکر انبیاء ورسل کی پاک کتابوں میں ہے اور جس کے دکھانے والے انبیاء ورسل کے صادق اتباع ہمیشہ اوراب بھی موجود ہیں۔

ساحروں کے سحر یعنی دھوکے بازوں کے ڈھکوسلے جہاں غیر واقعی طور پر اپنا جلوہ دکھاتے ہیں وہاں بڑے مرتاض یوگی جن اوران سب سے برتر جناب الٰہی سے مؤید ومنصور قوم انبیاء ورسل اوران کے مخلص اتباع کی حقیقت بھرے آیات ومعجزات دھوکے بازوں کے جھوٹ اورافترا کو تباہ کرکے واقعات کا اظہار دنیا پر کر دیتے ہیں مگرتم لوگ جودنیا پرست ہواورجن کو کھانے پینے، پہننے اور دیگر اغراض حسیسہ کے سوااور کوئی مطلوب ومقصود نہیں اس صداقت تک کیونکر پہنچ سکتے ہو۔

ایک نہایت لطیف اور ضروری نکتہ

میں نے اس مضمون کو قبل از نماز عشاء حضرت امام خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات اور خوارق کا انکار۔لوگ اسے ایک مدّ میں ان تمام ہزاروں معجزات کو شامل کرتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ سے ظہور میں آئے اور یہ لوگ اوران کے دل ودماغ کے نیچری بھی بدقسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں یا وسوسوں میں مبتلا ہیں اور جہاں کسی معجزہ کا ذکر ہوا اسے ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیا۔اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام

سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تحدی سے دیا جاوے کہ جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء علیھم السلام کے اور ہمارے نبی ﷺ کے قرآن میں مذکور ہیں ان سب کے صدق اور حقیت کے ثابت کرنے کے لئے آج اس زمانہ میں ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ اسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء علیھم السلام کو ملی تھیں۔ جو عجائبات خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیھما السلام کے ہاتھ پر منکروں کو دکھائے وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے۔ کوئی ہے جو آزمائش کے لئے قدم اٹھائے۔ غلام کے ہاتھ سے آقا کی صداقت کو دیکھے۔

سوال نمبر ۴۹۔ موسیٰ نے لاٹھی مار کر سمندر کو پھاڑ دیا اور فرعون معہ لشکر کے غرق ہوا اور موسیٰ کی قوم بچ گئی۔

الجواب۔ دیکھو جواب نمبر ۴۸ نیز پھر منو کے ۱۲۔۵۰ اور ستیارتھ ۴۴۳ میں جو لکھا ہے وہ جھوٹ ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کے ستوگنی ہو کر عمدہ ترین کام کرتے ہیں وہ برہما یعنی ست ویدوں کے جاننے وشو سرج یعنی علم قانون قدرت کو جان کر قسم قسم کے دبان غبارہ وغیرہ سواریاں بنانے والے دہارمک اور سب سے اعلیٰ عقل والے ہوتے ہیں اور آویکت یعنی لطیف ترین مادہ کو شکل میں لانے اور پرکرتی (یعنی علّت مادی) پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

اگر تم یوگا ابھیاس۔ اسپریچولیزم وغیرہ اور اشٹ سدھیان اور اہل کمال کے علوم مصدقہ آیات ومعجزات کو جانتے تو ایسے بے ہودہ اعتراض نہ کرتے۔ ایسے اعتراض کرنا اہل مذاہب اور ارباب نقل کا کام نہیں۔ بہرحال اگر تم وہ راہ راست نہیں جانتے تو آپ کو ایک راہ دکھاتے ہیں اصل آیت یہ ہے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

(البقرۃ:۵۱) اور جب الگ کر دیا ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھر بچا لیا تمہیں اور غرق کر دیا ہم نے

فرعونیوں کواور تم دیکھتے رہے۔

اورسورہ طٰهٰ میں ہے۔

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی (طٰـهٰ:۷۸) یہ کہ رات کو لے چل میرے بندوں کو پھر چل ان کے لئے ایک خشک راہ جو دریا میں ہے۔ مت ڈر یو کسی کے احاطہ سے اور نہ کسی قسم کا خوف کرنا۔

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ (الشعراء:۶۴) چل اپنی فرمانبردار جماعت کے ساتھ اس بحر میں پس وہ کھلا تھا اور ہر ایک ٹکڑا تھا جیسے بڑے ریتے کا ٹیلا۔

اضرب بعصاك کے بدلہ سورہ طٰهٰ میں **اسر بعبادی** اور **فاضرب لهم طریقا**۔پس معنی ہوئے لے جا جماعت فرمانبردار کو یا جا ساتھ جماعت اسلام کے بحر میں جو خشک پڑا ہے پھر بچایا تم کو اور غرق کر دیا فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے۔

سوال نمبر۵۰۔موسیٰ نے ڈنڈا مارا بارہ چشمے نکال دیئے۔

الجواب۔دیکھو جواب نمبر ۴۸، ۴۹۔اچھے لوگ مادہ اور پرکرتی پر قابو رکھتے ہیں دیکھو منو ۱۲۔۵۰ اور ستیارتھ صفحہ ۴۴۳۔پھر اشٹ سدھی اور اسپریچولیزم۔مسمریزم وغیرہ فنون کے عجائبات سے تو تم آگاہ نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات کے منوانے کے لئے دنیا میں بہت سامان رکھے ہیں ان کے لئے یوگا ابھ‌یاس[۱] والوں سے پوچھو اگر شک رہے تو پھر دیکھو ہمارا صفحہ نمبر ۱۵۲،۱۵۳،۱۵۴،۱۵۰ معجزات پر۔اگر تم ایسی ہی محرومی میں ہو تو تم کو ایک آسان راہ بتاتے ہیں سنو! لکھا ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے پانی طلب کیا اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (البقرۃ:۶۱)

---

[۱] مجاہدات اور ریاضات کرنے والے لوگ۔

اپنی جماعت کو لے کر پہاڑ پر چلا جا پس بارہ چشمے ایسے جاری ہیں۔

اس آیت میں تین لفظ ہیں ان کے معنے سنو!

ا۔الضرب. ایقاع شیء علٰی شئی منه ضرب الرقاب ثم ضرب الخیمة وضرب الذلة.

ضرب کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری پر مارنا۔گردن کا مارنا۔خیمہ کا لگانا اور ذلت کی مار مارنا۔ اسی سے نکلا ہے۔

۲۔ والضرب فی الارض الذهاب فیه ومنه اذا ضربتم فی الارض واضربوا مشارق الارض ومغاربها .ومنه ضرب یعسوب الدین ای اسرع الذهاب فی الارض فواراً من الفتن .لسان .تاج.مجمع البحرین.

اورضرب کے معنی ہیں زمین پر جانا اوراسی سے ہے جب تم زمین میں جاؤ اور زمین کی مشرق ومغرب میں جاؤ۔اوراسی محاورہ سے ہے یعسوب دین چلا یعنی فتنوں سے بھاگ کر جلدی کہیں کو نکل گیا۔(یعسوب الدین مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام کا لقب ہے)

۳۔ والضرب الاقامة حتی ضرب النّاس بعطن ای رویت ابلهم حتی برکت واقامت یقال ضرب بنفسه الارض ای اقام.والضرب یقع علی کل فعل وعلیٰ جمیع الاعمال الا قلیلا.تاج.لسان

اورضرب کے معنی ہیں اقامت کرنا۔محاورہ ہے لوگوں نے اپنے اپنے ڈیروں میں آرام کیا۔کیا معنی اونٹ پانی پی کر بیٹھ گئے اور ٹھہرے۔اپنے آپ کو زمین میں ٹھہرایا۔

ضرب کا لفظ ہر فعل پر اور تمام اعمال پر بجز اندک کے اطلاق پاتا ہے۔

خلاصہ۔ضرب کے معنے ہوئے کسی چیز کا کسی پر ڈالنا۔کہیں جانا۔کہیں اقامت کرنا یا کوئی کام کرنا۔

۲۔العصا۔جماعۃ الاسلام۔قاموس اور صحاح میں ہے۔

شقوا عصاالمسلمین.ای اجتماعهم وایتلافهم.

مسلمان لوگوں کے اتفاق اور باہمی محبت والفت کو توڑ دیا انہوں نے اور لاٹھی کو اس لئے عصا کہتے ہیں کہ اس پر انگلیاں اور ہاتھ جمع ہوتے ہیں۔

۳۔ حَجَر کے معنی بادیہ۔ وادی۔ ویلی۔ پتھر۔ حدیث جساسہ ودجال میں ہے یتبعہ اھل الحجر. ای اھل البادیة ۔ پس آیت کا ترجمہ ہوا پس کہا ہم نے لے جا اپنی فرمانبردار جماعت کو یا جا ساتھ اپنی فرمانبردار جماعت کے فلاں بادیہ یا وادی میں پس چل رہے تھے وہاں بارہ چشمے۔ تاؤ اس ترجمہ پر اعتراض کیا ہوسکتا ہے؟

اعتراض نمبر ۱۵۔ پہاڑ بنی اسرائیل کے سر پر کھڑا کر دیا۔

الجواب۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ :۶۴) اور جب لیا ہم نے مضبوط وعدہ تمہارا اور اوپر رکھا ہم نے تم پر طور کو۔ لو جو دیا ہم نے تمہیں قوت سے اور عمل کرو جو اس میں ہے تو کہ تم متقی بن جاؤ۔

دوسرے مقام پر رفعنا کے بدلہ آیا ہے۔ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (الاعراف:۱۷۲)

مجاہد جو قرآن کے معانی بیان کرنے میں عظیم الشان تابعی ہیں اس نے کہا ہے نَتَقْنَا کے معنی زَعْزَعْنَا کے کئے ہیں۔ زعزعنا کے معنی ہوئے ہلا دیا ہم نے۔ اور فرّا نے کہا ہے نتقنا کے معنی رفعنا کے ہیں اور رفعنا کے معنی ہیں اوپر رکھا ہم نے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ راوی لاہور کے نیچے بہتی ہے اور لاہور راوی کے اوپر آباد ہے۔ ٹیمس لنڈن کے نیچے بہتا ہے۔ پہاڑوں میں ایسے نظارے عام ہیں کہ پہاڑ سر پر ہوتا ہے اور اگر زلزلہ پہاڑ میں آرہا ہو اور پہاڑ آتش فشاں ہو تو اور بھی وہ نظارہ بھیانک ہوجاتا ہے۔

سنو! اگر تمہیں فہم وفراست ہوتی اور تمہاری فطرت سلیم ہوتی تو تم کو تمہارے مذہب کے رو سے

اور بھی اس کے فہم میں سہولت ہوتی ستیارتھ کے صفحہ ۲۵۴۔ اہم۔ برہم۔ اسی کے ارتھ میں لکھا ہے کہ یہاں تاتستھ اپادھی ہے۔ کیا معنی۔ یہاں استعارہ ظرف ومظروف کا ہے۔ پس معنی آیت کے اس صورت میں یوں ہوئے۔ جب بلند کیا تم پر اس چیز کو جو طور میں نازل ہوئی۔ آگے کا فقرہ اس معنی کی طرف راہ نمائی بھی کرتا ہے۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ (البقرۃ:۶۴) لو جو دیا ہم نے تم کو بڑی قوت سے اور عمل در آمد میں لاؤ جو اس میں ہے۔

سوال نمبر۵۲۔ سلیمان سے چیونٹے نے بات کی۔

الجواب۔ اوّل دیکھو سوال نمبر ۵۳ کا جواب اور پھر سنو! اگر سلیمان نملہ سے بات نہیں کر سکے اور نہ اس کی بات سن سکے ہیں تو یقین پڑتا ہے کہ اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرہ کے ذریعہ وید کا پہنچنا بھی غلط ہے۔ سنو! نملہ کیڑے تو آخر حیوان ہے۔ آگ۔ ہوا۔ ادت۔ سورج۔ انگرہ تو بسائط وعناصر ہیں۔ جب ایک حیوان بات نہیں کر سکتا تو عناصر کیونکر بات کر سکتے تھے۔ پھر مادری اور کنتی کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے سورج۔ وایو۔ چندرمان سے بیٹے لئے کیونکر صحیح ہوگا۔ عناصر کیونکر جماع کر سکتے تھے اور ان کا نطفہ کیوں کر رہ سکتا تھا۔ پھر ارجن نے ناگنی (ساپنی) سے شادی کس طرح کی۔ سملاس نمبر ۸ صفحہ ۲۹۸۔

دیانند نے ستیارتھ میں پاربتی۔ ناگی۔ تلسی۔ گلابی۔ گیندا۔ گنگا۔ کوکلا سے شادی کرنے کی کیوں ممانعت کر دی۔ بتاؤ تو سہی کیا کوئی ان نباتات وحیوان سے شادی کر سکتا ہے؟ اور سنو! تمہارے آریہ ورتی اعتقاد رکھتے تھے کہ زمین بیل کے سہارے قائم ہے مگر آج کل کی نکتہ چینی سے بچنے کے لئے تمہارے مہارشی نے اکھشا کے معنی میں جس کی سنسکرت میں بیل کے معنے بھی ہیں کہہ دیا کہ یہاں یہ معنی مناسب نہیں کیونکہ یہاں سورج کو زمین کے سیراب کرنے کی وجہ سے سورج کو اکھشا کہا گیا ہے۔

اب ہم اصل حقیقت کا اظہار کرتے ہیں قاموس اللغہ میں برقہ لغت کے نیچے لکھا ہے **البرقة من میاہ نملة** یعنی برقہ نملہ قوم کے پانیوں (چشموں) سے ایک چشمہ ہے۔طائف عرب کا ایک مشہور شہر ہے اس کے اور یمن کے درمیان یہ وادی نملہ واقع ہے اس وادی میں سے سونا نکلتا ہے۔سونے کے باریک ذروں کو جو قوم چنتی اور اکٹھا کرتی ہے اس کو نمل کہتے ہیں کیونکہ چھوٹے چھوٹے ذرات کا جمع کرنا کیڑوں کا کام ہے۔ہمارے ملک میں بھی تھوڑا تھوڑا طعام جمع کرنے والوں کو کیرا کہتے ہیں اور ایسی عورتیں اپنے آپ کو اور لوگ ان کو کیری کہتے ہیں اور کیری کا ٹھیک ترجمہ نملہ ہے۔

گوندل کی بار میں ڈڈ۔چوہے اور مالیر کوٹلہ میں مور کٹا نے قومیں اب بھی موجود ہیں۔اکھشا کا ترجمہ بیل کی جگہ سورج بنانے والو! تمہیں سمجھ پیدا ہو۔بیل کے بدلہ سورج تو بنا لیتے ہو اور دوسری قوموں پر اعتراض کرنے کو تیار ہو جاتے ہو اگر چہ ان کے ہاں قرائن قویہ مرجحہ موجود ہوں اس بیدادگری اور ناحق کی دل آزاری سے تم کس برومندی اور بہبود کی توقع رکھتے ہو!!!

سوال نمبر ۵۳۔سلیمان جانوروں کی باتیں سنتے تھے جیسے ہدہد کی۔

الجواب۔اس کا جواب سننے کے لئے ہمارے سوال نمبر ۵۲ پر نظر کرو اور سنو! کیا تم مانتے ہو کہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جانوروں کی باتیں سنتا اور سمجھتا ہے۔اگر سنتا ہے اور سمجھتا ہے کیونکہ وہ گیانمے[1] چت سروپ ہے تو پھر اس کے مقرب اور اس میں لے ہونے والے پاک بندے ان جانوروں کی باتیں کیوں نہیں سن سکتے۔

ہم نے پرتیکش[2] تجربہ کیا ہے کہ ایک دنیا کے جاہ وحشم والے کے ساتھ جس قدر کسی کا تعلق بڑھتا جاتا ہے اسی قدر جاہ وحشم والے کی طاقتیں اس مقرب پر اپنا عکس (پرتے بمب) ڈالتی ہیں اور وہ مقرب بھی صاحب گونہ جاہ وحشم ہو جاتا ہے۔تو سرب[3] شکتی مان عالم کل۔ہمہ طاقت جناب الٰہی کے

---

[1] علیم ۱۲ [2] محسوس [3] القادر

قرب سے مقرب کو ان طاقتوں سے ذرا اثر نہ ہو یہ کیونکر خیال میں آ سکتا ہے؟ ہم نے تو جانوروں سے بدتر کلام کرنے والے پال کی بات کو سمجھ لیا۔سلیمان جانوروں کی باتیں کیوں نہ سمجھے ہوں اور سنو! اگر ہدہد سے بات نہیں ہو سکتی تو اگنی سے رگوید کو تمہارے بڑوں نے کس طرح اور کیونکر سنا؟ کیا آگ بات کر سکتی ہے کہ وید جیسی بانی تم کو سنا گئی اور آئندہ بھی سنائے گی؟

سنو اور غور کرو! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ انڈیا میں مشہور نیک بخت والدین کے فرمانبردار فرزند راجہ رامچندر جی گزرے ہیں جب ان کو بن باس کے وقت لنکا کے شریر راجہ نے دکھ دیا تو ہنومان جی ان کے بیر اور داس نے ان کی کیسی خدمت کی۔ ہنومان کو تم خوب جانتے ہو کہ وہ بانر (بندر) تھے اور رات دن رامچندر جی سے باتیں کرتے اور رام جی اس بندر سے باتیں کرتے۔ اسی بندر کی وجہ سے آریہ ورت کے بندر آج تک مکرم و معظم ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ ہنومان جی بندر تھے اور رامچندر سے ان کا مکالمہ ہوتا تھا تو ہدہد اور سلیمان کے مکالمہ پر تمہیں تعجب کیوں ہے؟ **سنو!** جو حقیقت ہنومان کے لفظ کے نیچے ہے وہی ہدہد کے نیچے ہے کاش تم سمجھو۔

سوال نمبر ۵۴۔ ہوا سلیمان کے حکم سے چلتی تھی۔کوئی بیلون اور ریل پیش نہ کری۔

الجواب۔ کیوں پیش نہ کری۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے دیانند نے لکھا ہے دیکھو ستیارتھ ۴۲۷۔ جب رامچندر جی سیتا جی کو لے کر ہنومان وغیرہ کے ساتھ لنکا سے چلے۔ اکاش کے راستہ غبارہ پر بیٹھ ایودھیا کو آ رہے تھے تب سیتا جی کو کہا تھا کہ یہاں آہ۔ **او ظالم!** رام چندر لنکا سے ایودھیا کو بیلون میں آسکیں اور سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں کوئی بیلون کو پیش نہ کر سکے۔ کیا یہ عقل و انصاف ہے۔ **او ظالم!** انصاف بابرکت چیز ہے۔

اور یہاں قرآن کریم میں تو صاف صاف بتایا گیا ہے کہ بادی جہازوں کے ذریعہ حضرت سلیمان سفر کیا کرتے تھے اور پھر وہاں تو بحر قلزم بحیرہ روم اور خلیج فارس تھے۔ یہاں سیلون۔ لنکا۔ ایودھیا کے درمیان خشکی ہی خشکی ہے۔ تم کیا عذر تراش سکتے ہو؟

قرآن کریم میں حضرت سلیمان کے قصہ میں یہ الفاظ کس قدر وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کا سفر بادی جہازوں کے ذریعہ ہوتا تھا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ (صٓ :۳۷) ہم نے ہوا کو اس کے کام میں لگایا وہ اس کے حالات اور مقاصد کے موافق چلتی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جہازوں کے سفر میں باد موافق چلا کرتی تھی اور اس کے سفر کامیابی اور شادکامی کو ہمراہ لئے ہوتی تھی اور جیسا کہ آج کل یورپ کے سٹیمر باوجود قسم قسم کے بچاؤ کی تدابیر کے آئے دن سمندر کی خونخوار موجوں کے لقمہ تر بنتے ہیں حضرت سلیمان کو اس کے خلاف کبھی تباہی پیش نہیں آئی۔ ایسے صاف واقعہ پر اعتراض کرنا اور لنکا سے ایودھیا تک بیلون کے سفر کو تسلیم کرنا کوئی رشید ہے کہ اس قوم کے ظلم عظیم کی داد دے! اپنی مطلب براری کے وقت دعاوی بے دلیل اور توجیہات رکیکہ اور النکار اور اپادہیان صنائع بدائع اور استعارات میں پناہ ڈھونڈنی اور دوسروں پر اعتراض اور ظلم کرتے وقت جو مونہہ میں آئے کہتے چلے جاویں خدا تم کو راہ نمائی کرے۔

سوال نمبر ۵۵۔ شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوئی۔

الجواب۔ کلما القیتہ الی غیرک فھو وحی۔ جو بات کسی کو پہنچائی جاوے وہ وحی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ عام ہے حتیٰ کہ زمین کی نسبت بھی فرمایا ہے کہ اسے وحی ہوتی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا (الزلزال :۵،۶) اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی اس لئے کہ تیرے رب نے اسے وحی کی۔

ہاں انبیاء اور رسل کی وحی اور چیز ہے اس وحی کے ذریعہ الٰہی علوم اور سچے حقائق اور پاک تعلیمات کا فیضان جہان کو ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک شئے کو اس کی استطاعت اور قویٰ کے موافق خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے اور یہ بات قانون قدرت کے مشاہدہ سے عیاں ہے۔ آفرین اے نکتہ چین تیری عقل و دانش پر! ایسی صاف اور موٹی باتیں اور ان پر اعتراض۔ ارتداد کی خلعت

آپ نے انہی وجوہ سے زیب تن فرمائی ہے۔!!!

سوال نمبر۵۶۔ ’’طیراً ابابیل۔کجاہاتھی اور کجا کرم خور جانور‘‘۔

الجواب۔ قبل اس کے کہ ہم آپ کو اس سوال کا جواب دیں ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوال میں جو الفاظ آئے ہیں ان کے معانی بتلائیں۔ پہلا لفظ کَیْد ہے **کید** کے معنی مفصل ہم نے سوال نمبر۲ میں لکھ دیئے ہیں مگر یہاں یاد رہے کہ کید کے معنے لڑائی کے ہیں۔ دوسرا لفظ **تضلیل** ہے۔ **تضلیل** کے معنی باطل کرنے اور اہلاک کے ہیں۔ تیسرا لفظ **ابابیل** ہے ابابیل جمع ہے ابّیل اور ابوّل کی۔ ابّیل اور ابوّل کے معنی جماعت کے ہیں **ابابیل** کے معنی ہوئے بہت سی جماعتیں۔ ہماری زبان میں ترجمہ ہوا ڈاروں کی ڈار۔ چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے **قال الزجاج فی قوله تعالٰی طیرا ابابیل جماعات من ھٰھنا جماعات من ھٰھنا . و قیل یتبع بعضها بعضاً ابّیلا ابّیلا ای قطیعا خلف قطیع .**

دوسرا سوال اس کے بعد یہ پیش آتا ہے کہ دشمن کی فوج کی ہلاکت کو جانوروں سے کیا تعلق ہے۔ سو اس کے واسطے سام وید فصل نمبر۳ پر پاٹیک نمبر۱ کی عبارت دیکھو۔اس میں لکھا ہے(۱) کوّوں اور مضبوط بازو والوں پرندوں کو ان کے تعاقب میں بھیج۔ ہاں تو اس فوج کو کرگسوں کی غذا بنا۔ اے اندر! ایسا کر کہ کوئی ان میں سے نہ بچے کوئی نیک[۱] بھی نہ بچے ان کے پیچھے تو تعاقب کرنے والے پرندوں کو جمع کر دے۔

پھر سام وید فصل دوم پر پاٹیک نمبر۳ میں یوں ہے۔اے روشن اشاس جب تیرے وقت رجوع کرتے ہیں تو کل چوپائے اور دریاؤں والے حرکت کرتے ہیں اور تیرے گرد بازو والے پرندے آسمان کی تمام حدود سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ عربی میں بھی ایسے محاورات بکثرت ہیں اور انہی معنوں اور استعاروں میں پرندوں کے الفاظ وہاں مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ **النابغة الذبیانی** کا شعر ہے۔

---

[۱] لطیفہ۔نیکوں کے لئے بھی بد دعا ہے۔

اذا ما غزا بالجیش حلق فوقھم عصائب طیر تھتذی بعصائب

جب وہ لشکر لے کر دشمنوں پر چڑھتا تو پرندوں کے غولوں کے غول دشمنوں کے لاشوں کے کھانے کو جمع ہو جاتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے اس موقعہ پر ایک شعر لطیف لکھا ہے وہ ہمارے جواب کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے گو مولوی صاحب نے اس کے معنی کچھ ہی کئے ہوں مگر وہ ہماری وہ ذکر کردہ دلیل کا ہی مثبت ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

این المفر لمن عاداہ من یدہ والوحش والطیر اتباع تسائرہ

یہاں طیر سے مراد وہی مردار خور پرندے ہیں اور سباع بھی وہی مردار خور ہیں جو فتح مندی کا نشان ہیں۔اسی قسم کے انداز بیان میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اشارہ کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دشمن ہلاک کئے جاویں گے جیسے فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (النحل :۸۰) کیا وہ ان پرندوں کے حالات پر غور نہیں کرتے جنہیں ہم نے آسمان کے جوّ میں قابو کر رکھا ہے ہم ہی نے تو انہیں تھام رکھا ہے (اور ایک وقت آنے والا ہے کہ انہیں نبی کریم کے دشمنوں کی لاشوں پر چھوڑ دیں گے۔) مومنوں کے لئے ان باتوں میں نشان ہیں۔

یہاں بھی پہلے ایک شریر قوم کا بیان کیا ہے جو بڑی نکتہ چینی کی عادی اور موذی تھی اور اسلام کو عیب لگاتی تھی اور بہت سے اموال جمع کر کے فتح کے گھمنڈ میں مکہ پر انہوں نے چڑھائی کی۔ یہ ایک حبشیوں کا بادشاہ تھا جس نے اسی سال مکہ معظّمہ پر چڑھائی کی جب کہ حضرت رحمۃ للعالمین نبی کریمؐ پیدا ہوئے۔ جب یہ شخص وادی محصّر میں پہنچا اس نے عمائد مکہ کو کہلا بھیجا کہ کسی معزز آدمی کو بھیجو۔ تب اہل مکہ نے عبدالمطلب نامی ایک شخص کو بھیجا جو ہمارے نبی کریم ﷺ کے دادا تھے

جب عبدالمطلب اس ابرہ نام بادشاہ کے پاس پہنچے وہ مدارات سے پیش آیا۔ جب عبدالمطلب چلنے لگے اس نے کہا کہ آپ کچھ مانگ لیں۔ انہوں نے کہا کہ میری سو اونٹنیاں تمہارے آدمیوں نے پکڑی ہیں وہ واپس بھیج دو۔ تب اس بادشاہ نے حقارت کی نظر سے عبدالمطلب کو کہا۔ کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ تمہیں اپنی اونٹنیوں کی فکر لگ رہی ہے اور ہم تمہارے اس معبد کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا۔ کیا ہمارا مولیٰ جو ذرہ ذرہ کا مالک ہے جب یہ معبد اسی کے نام کا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے وہ اس کی حفاظت نہیں کرے گا؟ اگر وہ اپنے معبد کی خود حفاظت نہیں کرنا چاہتا تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔ آخر اس بادشاہ کے لشکر میں خطرناک وبا پڑی اور چیچک کا مرض جو حبشیوں میں عام طور پر پھیل جاتا ہے ان پر حملہ آور ہوا اور اوپر سے بارش ہوئی اور اس وادی میں سیلاب آیا۔ بہت سارے لشکری ہلاک ہوگئے اور جیسے عام قاعدہ ہے کہ جب کثرت سے مردے ہوجاتے ہیں اور ان کو کوئی جلانے والا اور گاڑنے والا نہیں رہتا تو ان کو پرندے کھاتے ہیں۔ ان موذیوں کو بھی اسی طرح جانوروں نے کھایا۔ یہ کوئی پہیلی اور معمانہیں۔ تاریخی واقعہ ہے۔ پر افسوس تمہاری عقلوں پر!!!

مکہ معظّمہ کی حفاظت ہمیشہ ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔ کوئی تاریخ دنیا میں ایسی نہیں جو یہ بتاسکے کہ اسلام کے مدعیوں یا ابراہیمؑ کے تعظیم کرنے والوں کے سوا کوئی اور بھی اس کا مالک ہوا ہو۔ یونانی سکندر بگولے کی طرح یونان سے اٹھ کر تمہارے ملک میں پہنچا اور اسے پامال کیا۔ اور رچرڈ سارے یورپ کے ساتھ اسلام کی بربادی کو اٹھا اور نپولین مصر تک پہنچ گیا مگر عرب کی فتح سے یہ سب ناکام اور نامراد رہے۔ اس میں خداترسوں کے لئے بڑے نشان ہیں۔ پہلا بابل میں ہلاک ہوا اور دوسرا ملک شام سے نامراد واپس ہوا اور تیسرا سینٹ ہلینا کے قلعہ میں بے انتہا حسرتوں کو دل میں لے کر مرا۔

تمہارے آریہ ورت کو ہم دیکھتے ہیں اہل اسلام اس کے مالک ہوئے یا ان کے ساتھی اب اہل کتاب ہیں۔ تمہارے ہری دوار اور کاشی وغیرہ کی حکومت دوسروں کے قبضہ میں ہے۔ تمہارا کوئی معبد غیر مفتوح نہیں رہا۔ غیر قوموں کے گھوڑوں کے سموں نے سدا انہیں پامال کیا یہ عجائبات اور معجزات ہیں!!

سوال نمبر ۵۷۔ معتقد بنانے کو خاص اونٹنی پیدا کی۔

الجواب۔ قرآن کریم میں تو کہیں نہیں لکھا کہ خاص اونٹنی اس وقت پیدا کر دی۔ صرف اتنی بات قرآن میں ہے۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (الاعراف:۷۴) یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشان ہے اسے خدا کی زمین میں چرنے چگنے دو اور دکھ نہ دو ورنہ سخت عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

اس بات کے حل کرنے کے لئے خود تمہارے ملک کی رسوم اور عادات بڑی چابی ہیں۔ اس ملک میں جہاں جہاں سکھ مالک و نمبردار ہیں وہاں کیا ہوتا ہے؟ کون نہیں جانتا ایک بیل اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جاوے تو انسانی جسم کی اس ایک حیوان کے بدلہ میں کیا گت بنتی ہے۔ تمہارے بازاروں میں بیکار۔ نکمے۔ مال مردم خور بیل پھرتے ہیں بتاؤ؟ کوئی مسلم ان کو چھیڑ سکتا ہے اگر اتفاق بھی چھیڑے تو تم کیسے اس کے گرد ہوتے ہو۔ تم مفتوح۔ دبیل۔ نرم دلوں کا تو حال یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے جو بادشاہوں کا بادشاہ۔ حاکموں کا حاکم ہے کہہ دیا کہ میرے رسول صالح کی سچائی کا یہ نشان ہے کہ اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے اور اس اونٹنی کو جو اَب خصوصیت رکھنے والی اونٹنی ہے ستاؤ گے تو ہلاک ہو گے۔ عرب کے ملکوں میں دشمنوں پر رعب ڈالنے اور اپنی شوکت کے اظہار کے لئے نہ صرف اونٹ چھوڑے جاتے تھے بلکہ گھوڑے اور دنبے بھی اور قوم کلیب کے جنگوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کے بچوں کو بھی اس طرح آزاد کرتے تھے۔

ناقہ صالح کی مثال رسومات عرب میں

میدانی نے امثال میں لکھا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ کسریٰ نے اپنی قوت، سلطنت اور بطش کے باعث عربوں میں بڑا رعب جمایا تھا اس کو مضرط الحجر کہتے تھے اس نے شدید قحط کے زمانہ میں ایک دنبہ کو خوب پالا اور پوسا۔ پھر اس کے گلے میں چھری اور چقماق ڈال دیا اور اسے جنگل میں چھوڑ دیا

اور کہا کون ہے جو اسے ذبح کرسکتا ہے۔عربوں میں کوئی بھی اس سے تعرض نہیں کرسکتا تھا آخر بنو یشکر قوم تک پہنچا اور علیاء بن ارقم کی نظر پڑا۔تب وہ بول اٹھا میں اس دنبہ کو کھالوں گا۔تب قوم کے لوگوں نے اسے روکا اور ملامت کی لیکن علیاء اپنے ارادہ پر قائم رہا۔تب انہوں نے اس بات کو اپنے سردار تک پہنچایا۔اس نے یہ فقرہ کہا جواب کہاوت کے طور پر مشہور ہے۔ **انک لا تعدم الضان ولکن تعدم النفع** ۔لوگوں نے ملامت تو بہت کی مگر علیاء نہ ٹلا اور دنبہ کو ذبح کر کے کھا گیا اور بادشاہ کے پاس چلا گیا اور کہا کہ میں نے ایک بدی کی ہے اور بہت بڑی بدی کی ہے لیکن آپ کا عفو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اپنا سارا ماجرا سنایا تب بادشاہ نے کہا اب میں تجھے قتل کردوں گا تب علیاء نے وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر ہم نقل کرتے ہیں۔

وان ید الجبار لیست بصعقة ولکن سماء تمطر الوبل والدیم

سوال نمبر ۵۸ ۔بنی اسرائیل کو بجلی سے ہلاک کیا۔

الجواب ۔انتشاری بجلی سے ہلاکت اور نقصان اگر تم نے نہیں سنا تو کسی سائنس دان سے دریافت کرو اور کچھ ہم بھی بتا دیتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ جس وقت جناب موسٰی علیہ السلام چند منتخب لوگوں کو طور کے قریب لے گئے اس وقت پہاڑ پر آتش افشانی ہو رہی تھی اور بجلیاں اپنی چمک دمک دکھلا رہی تھیں۔جناب موسیٰؑ نے حسب ارشاد الٰہی قوم کو روک دیا تھا کہ پہاڑ کے اوپر کوئی نہ جاوے اور ہم نے ظاہر کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ بائبل کو قرآن پر پال نے ترجیح دی ہے پس اس نے بائبل کو پڑھا ہوگا۔کتاب خروج میں مفصل موجود ہے۔اور قرآن کریم کے ان کلمات طیبات پر اعتراض کیا ہے۔

۱۔فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

۲۔ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرۃ:۵۶،۵۷)

پکڑ لیا تم کو کڑک نے اور حال یہ ہے کہ تم دیکھتے تھے۔پھر اٹھایا تم کو تمہاری موت کے بعد

تو کہ تم قدردانی کرو۔

صاعقه صعق سے نکلا ہے۔ صعق کے معنی میں لکھا ہے۔

الصعق ان یغشی علیه من صوت شدید یسمعه و ربما مات منه۔ (مجمع البحار)

صعق یہ ہے کہ بے ہوشی پڑ جاوے کسی پر کسی سخت آواز سے جس کو اس بے ہوش ہونے والے شخص نے سنا اور کبھی اس سے موت بھی ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم میں آیا ہے۔ وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ (الاعراف:۱۴۴)

موسٰی بے ہوش ہو کر گر پڑے پس جب افاقہ آیا۔

پھر مجمع البحار میں لکھا ہے

ینتظر بالمعصوق ثلاثا مالم یخافوا علیه نتناوهو المغشی علیه او من یموت فجاء ة و لا یعجل دفنه.

جس پر صاعقہ گرے اور اس کو تین دن تک دفن نہ کیا جاوے۔ جب تک سڑ جانے کا ڈر نہ ہو اور یہ وہ ہے جس پر غشی ہو یا اچانک مر جاوے دفن میں جلد بازی نہ کی جاوے۔

مفردات راغب میں لکھا ہے **الصاعقه** تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ موت: فرمایا ہے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (الزمر:۶۹)

۲۔ عذاب: فرمایا ہے۔ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (حٰمٓ السجدة:۱۴)

۳۔ آگ: فرمایا ہے۔ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (الرعد:۱۴)

اس بیان سے اتنا معلوم ہو گیا کہ صاعقہ۔ بے ہوشی۔ موت۔ عذاب اور نار کو کہتے ہیں۔

دوسرا لفظ قابل غور موت کا لفظ ہے۔ موت کے معنی مجمع البحار میں جو لغت قرآن و حدیث کی جامع کتاب ہے یہ ہیں۔

۱۔ موت کے معنی سو جانا۔ حدیث میں آیا ہے۔ **احیانا بعد ما اماتنا۔**

۲۔موت کے معنی سکون۔کیا معنی؟ حرکت نہ کرنا۔ **ماتت الریح**۔ ہوا ٹھہر گئی۔

۳۔موت ،حیات کے مقابلہ ہوا کرتی ہے اور حیات کے معنی میں آیا ہے قوت نامیہ کا بڑھنا قرآن کریم میں آیا ہے۔یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا (الحدید :۱۸) زمین کو اللہ تعالیٰ اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔

۴۔قوت حسیہ کے زوال پر موت بولتے ہیں۔قرآن کریم میں آیا ہے۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا (مریم :۲۴) کیا معنی؟ بچہ جننے سے پہلے میری قوت حسیہ نہ رہتی کہ درد تکلیف دہ ہوتا۔

۵۔جہل و نادانی کو موت کہتے ہیں۔قرآن میں یہ معنے آئے ہیں۔ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ (الانعام:۱۲۳)

۶۔حزن۔

۷۔خوف مکدر کو موت کہتے ہیں۔قرآن میں یہ محاورہ آیا ہے۔یَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ (ابراھیم :۱۸) ہرطرف سے اس پر خوف اور غم آتے تھے۔

۸۔احوال شاقہ۔فقر۔ذلت۔سوال کرنا۔بڑھاپا

۹۔اور معصیت وغیرہ کو موت کہتے ہیں حدیث میں آیا ہے **اوّل من مات ابلیس**۔

۱۰۔اور آیا ہے **اللبن لایموت** زندہ سے جو جزوا لگ ہو وہ مردہ ہے مگر دودھ۔بال۔اون۔ مردہ نہیں ہوتے۔ یہ موت کے معنے ہوئے اور اسی طرح مفردات راغب میں موت کے بہت معنی بتائے ہیں۔

اور تیسرا لفظ **بعث** کا ہے۔

۱۔بعث کے معنے بھیجنا۔قرآن میں ہے۔وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا (النحل :۳۷)

۲۔اٹھانا۔قرآن میں ہے۔ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ (الکھف:۱۳)۔حدیث میں ہے **فَبَعَثنَا البَعِیرَ**۔

۳۔متوجہ کرنا۔قرآن میں ہے۔وَّلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْۢبِعَاثَھُمْ (التوبۃ :۴۶) لیکن

خدا نے انہیں متوجہ کرنا نہ چاہا۔

۴۔ جگادینا۔ اتانی اٰتیان فبعثانی ای ایقظانی من النوم۔ انہوں نے مجھے نیند سے جگایا۔

۵۔ بھڑک اٹھنا۔ قرآن میں ہے۔ اِذِ انۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا (الشمس :۱۳) جب کہ انہیں کا بڑا ابد بخت بھڑک اٹھا۔

اور بعث بمقابلہ موت کے بھی ہوتا ہے اس لئے جس قدر موت کے معنی ہیں ان کے مقابلہ میں بعث ہوگا۔ قرآن میں ہے۔ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ (البقرۃ:۵۷)

صاعقہ۔ موت اور بعث کے معنی جب معلوم ہوئے اور سمجھے گئے تو معلوم رہے کہ صاعقہ کے دو طریق ہیں اس کا آنا اور گرنا۔ اس میں تو نقصان کم پڑتا ہے اور ایک دو تین سے زیادہ آدمی اس میں نہیں مرتے۔

دوسرا واپس ہونا اور اس کا انتشار کرنا۔ واپسی کے وقت بجلی یا صاعقہ بہت لوگوں کو دکھ دیتی ہے۔ غشی ہوتی۔ ہڈیاں ٹوٹتی۔ نفاطات نکلتے ہیں۔ اب ہر دو آیہ کریمہ کے معنی بتاتے ہیں مگر اتنا اور یاد رہے کہ یہاں جناب الٰہی نے فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ (البقرۃ:۵۶) فرمایا ہے اَهۡلَكَكُمُ الصَّاعِقَة نہیں فرمایا۔ پھر اس کے ساتھ بتایا ہے کہ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ اس کے کیا معنے کہ جنہیں بجلی یا صاعقہ نے پکڑا وہ دیکھ رہے تھے۔ لہٰذا اس آیت شریفہ فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ (البقرۃ:۵۶) کے یہ معنی ہوئے کہ تم کو خاص صاعقہ نے پکڑلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ خاص کا ترجمہ ہم نے لفظ اَلۡ سے لیا ہے جو الصاعقه کے پہلے ہے اور اس صاعقہ سے مراد وہ صاعقہ ہے جو رجعت کے وقت انتشار کرتی ہے اور دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ (البقرۃ:۵۷) پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد۔ چونکہ موت کے معنی ہیں دکھ اور تکلیف بھی آیا ہے اس لئے یہاں تکلیف ہی لیں گے کیونکہ معانی مختلفہ میں حسب قرینہ وامکان معنی لئے جاتے ہیں۔

آریہ سماج کا بانی اس بات کو تسلیم کرتا ہے وہ صفحہ ۲۴ وید بہاش بہومکا کے دیباچہ مترجم میں لکھا ہے ۳۸ شپتتھ براہمن میں لفظ سوم کے سولہ معنی لکھے ہیں پھر اس کا نقشہ دیا ہے۔ پس ویدوں میں لفظ سوم کے معنی محل وموقع کے مناسب ان سولہ میں سے کوئی ایک لئے جاویں گے۔ جائے غور ہے کہ ویدوں کی قدیم تفسیروں میں سوم کے معنی ایشور۔ عالم۔ چانداور نباتات وغیرہ کے لکھے ہیں۔ اسی طرح ستیارتھ میں ویدوں کی پیدائش پر کہا ہے جہاں معنی میں غیر امکان پایا جاتا ہے وہاں لکھشنا ہوتا ہے (لکھشنا کے معنی استعارہ کے ہیں) پر جلد بازی سے کام لینا اور ذرا غور وفکر نہ کرنا کیا شریف عاقبت اندیش، خداترس اور سعادت مند انسان کا کام ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم صاعقہ میں سخت مبتلا ہوئی اور امید زیست نہ رہی اور ایک قسم کی موت ان پر طاری ہوگئی تو جناب موسیٰ کی اس قوم پر الٰہی رحم ہوا اور آخر وہ بچ گئی۔

سوال نمبر ۵۹۔ من وسلویٰ بنی اسرائیل کے لئے نازل کیا۔

الجواب۔ سخت محنت کے بغیر جو رزق ملتا ہے اسکو عربی میں منّ کہتے ہیں اس لئے لکھا کہ **الکمأة من المن** یعنی کھمبی بھی مَنّ سے ہے اور ترنجبین اور اسی کے معنی میں شیر خشت اور تمام جنگل کی اشیاء ان سب کو مـن میں داخل کیا گیا ہے ایک دفعہ پنجاب میں قحط پڑا تھا بہت بڈھے ابھی تک اس کو جاننے والے موجود ہیں۔ اس میں مرکن نام ایک بوٹی بہت پیدا ہوئی تھی اسی پر لوگوں کا گذارہ تھا اسی واسطے اس سال کو مرکن کہتے ہیں اسی طرح خداتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جنگل کے درمیان مصیبت کے ایام میں جنگلی اشیاء سے سہارا بخشا اور بھوک کے عذاب سے ہلاک نہ ہونے دیا۔

سوال نمبر ۶۰:۔ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (البقرۃ:۵۸) پر اعتراض کیا ہے بنی اسرائیل کو دھوپ نے ستایا تو خدا نے ان پر بادل بھیج دیا اور بطور سائبان کام دینے لگا۔

الجواب:۔ بات تو صرف یہ ہے کہ بنی اسرائیل چالیس برس اس ملک میں رہے جو ملک فلسطین اور بحیرہ قلزم کے درمیان ہے انسانی ضرورتیں بغیر پانی کے پوری نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان

دنوں ضروری وقتوں پر مینہ برسائے یہ ان پر خاص فضل تھااور کرم کی نگاہ تھی والّا خشک سالیوں میں ہلاک ہوجاتے۔

جب موسٰیؑ کے قصہ میں مشکلات پیش آویں تو ہماری نبی کریم ﷺ کے معاملات سے وہ مشکل بخوبی حل ہوسکتی ہے۔موسٰیؑ کا قصہ بسط کے ساتھ قرآن کریم میں صرف اسی واسطے ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کوموسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیاہے چنانچہ آپ کے لئے ضرورت کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بادل کا سایہ کردیا جیسے کہ غزوہ بدراور احزاب میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بارش کی سخت ضرورت پیش آئی تو اس وقت خدا تعالیٰ نے بارش کے ذریعہ مومنوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھا۔استسقاء کی نماز ایسے ہی وقتوں کے لیے مسنون ہوئی ۔تعجب اور پھر تعجب ہے کہ ایسے واقعات پر انسانی زندگیوں میں قانون قدرت کے موافق ہمیشہ واقع ہوتے رہے ہیں ۔ اعتراض کرنا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ ہم لوگ سچ کو لینے والے ہیں ۔اے عقل مندو!غور کرواوران تیز ذہن نکتہ چینیوں کی خردہ گیری کی داد دو۔

سوال نمبر ۱۶۱:۔گاؤ کا ذبح کرنا بنی اسرائیل میں۔

الجواب:۔گائے اور پھر وہ ذبح ہوتمہارا دل تو بہت دکھا ہوگا۔مگر جس طرح نند جواور آریہ مسافر نے اور پھر تم نے راستبازوں کو گالیاں دے کر مومنوں کا دل دکھایا اتنا تو نہیں دکھا ہوگا سنو!انبیاء بنی اسرائیل شرک اور بت پرستی کے دشمن تھے بعض نادان فرقوں میں ایک گائے کی پرستش ہوتی تھی اور وہ ان میں درشنی گائے تھی چنانچہ تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ اور تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا (البقرۃ :۷۲)اس کا صاف پتہ لگتا ہےاسکا ذبح کرنا بت پرستی کی جڑ کاٹنی تھی تم لوگوں نے بھی اپنے زعم میں بت پرستی کی بیخ کنی میں بڑی کوشش کی ہے مگر اس جانور کی عظمت کچھ ایسی دل میں جاگزیں ہے کہ باوجود اس قدر دعوے کے جو تم توحید کی نسبت کرتے ہو اس جانور کی تعظیم تمہارے نزدیک بت پرستی اور دیوتا پرستی سے کم نہیں ۔ زبانوں سے کچھ

کھو یا نہ کھو بت پرستوں کے افعال میں اور تمہارے اعمال میں اس لحاظ اور خصوص میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ عملی طور وہی رویہ ہے جو تھا ہاں اب ظلم زیادہ کرتے ہو۔

سوال نمبر ۶۲:۔ٹڈی۔مینڈک۔چیچڑی وغیرہ کا عذاب نازل کیا۔

الجواب:۔ایسے عذاب ہمیشہ نازل ہوا کرتے ہیں ہماری عمر میں بارہا ٹڈی دَل آیا اور کھیت والوں کے لیے عذاب کا باعث ہوا۔ جب کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں اور نشیب زمین نمناک ہو جاتی ہیں وہاں مینڈک علی العموم پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح جب عفونت زیادہ ہو جاتی ہے وہاں قسم قسم کے ہوام۔حشرات الارض چیچڑیاں بہت پیدا ہو جاتی ہیں او یہ سب عذاب ہیں کیونکہ دکھ دائک امور ہیں ان صریح نظاروں کا انکار کرنا کیا عقل مندی ہے۔

سوال نمبر ۶۳۔بچھڑے کی پرستش سامری نے کرائی۔جبرائیل کے گھوڑے کے سم کی مٹی سے ایک بچھڑا بنایا۔۲۔دھات سے بنا ہوا بچھڑا کس طرح بولا۔بالکل گپ ہے۔

الجواب۔جبرائیل کے گھوڑے کا ذکر تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبی رؤف رحیم ﷺ میں ہرگز ہرگز نہیں۔دھات سے بنے ہوئے کھلونے ہر روز یورپ سے آتے ہیں کیا وہ نہیں بولتے۔ہم نے چہچہاتی چڑیاں اور اور مصنوعی جانور ایسے دیکھے ہیں کہ بعض عامی ان کو اصلی یقین کرتے ہیں تمہارے سرسوتی نے ستیارتھ کے ۴۲۵، ۴۲۶ صفحہ میں لکھا ہے کالیا کنت کا بت سیوکون کو حقہ پلاتا ہے اور شعر بھی لکھا ہے

رنگ سے کالیا کنت کو　　　　جس نے حقہ پلایا سنت کو

جگن ناتھ، جوالامکھی، ہنگ لاج کے عجائبات اور امرناتھ کے کبوتروں کے بارے میں جو لکھا ہے اگر تم پڑھتے تو سامری کے کرشمہ پر تعجب نہ کرتے۔اب ہم آپ کو ان آیات کا پتہ دیتے ہیں جن میں بچھڑے کا ذکر ہے۔

اوّل:۔وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِیِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

(الاعراف:۱۴۹)

دوم: قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ (طٰہٰ:۹۶،۹۷)

پہلی آیت شریفہ کا مطلب اتنا ہے کہ موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں اپنے زیور سے ایک بچھڑا بنایا جو صرف جسم تھا اس میں روح نہ تھی ہاں اسکی آواز تھی اور ایک جگہ قرآن کریم میں لکھا ہے اور اس مہمل آواز کی حالت بتائی ہے۔

[1] اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (طٰہٰ :۹۰) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محض بے جان چیز تھی اس میں نفع رسانی یا ایذاء دینے کی کوئی طاقت نہ تھی۔ دوسری آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا: اے سامری! تیری یہ بڑی بھاری کارروائی کیوں ہوئی؟ بولا کہ میں بصیرت حاصل کر چکا ہوں۔ساتھ ایسے کام کے کہ اس کام کے ساتھ ان لوگوں کو بصیرت نہیں پھر قبض کر لیا تھا میں نے ایک قبضہ اس رسول کے اثر میں سے پھر پھینک دیا اسے اور اسی طرح یہ کام میری جان نے مجھے بہلا کر دکھایا۔

اس مقام پر تسویل کا لفظ قابل غور و تامل ہے۔

التسويل تزئين النفس لما يحرص عليه و تصوير القبح منه بصورة الحسن قال اللّٰه تعالٰى بل سولّت لكم انفسكم امرا ۔تسویل کے معنی ہیں نفس کا اپنی پسندیدہ چیز کو خوبصورت کر دکھانا چنانچہ اس کی گواہی قرآن شریف کی اس آیت سے ملتی ہے جو حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے بات کی بلکہ تمہارے نفسوں نے بری بات کو خوبصورت کر دکھایا۔پس اس آیت کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس بت پرستی کے بانی سامری سے

---

[1] کیا پس نہیں دیکھتے کہ وہ لوٹ کر ان کو جواب نہیں دیتا اور ان کے نفع وضرر کا مالک نہیں۔

دریافت فرمایا کہ تو نے یہ کیا کام کیا تو اس نے بتایا کہ میں ایک بصیرت پر ہوں جس بصیرت سے یہ لوگ نا آشنا ہیں ۔ میں نے موسیٰ رسول کے احکام سے کچھ مانا ہوا تھا سواب میں اس موسوی مذہب کے مانے ہوئے حصہ کو ترک کر بیٹھا ہوں۔

سوال نمبر۶۴:۔ابراہیم کو کہا بیٹا ذبح کر۔ چھری نے کاٹ نہ کی ۔ایک دنبہ بدست جبرائیل بہشت سے بھیج دیا اسمٰعیل کی گردن تانبہ کی بن گئی۔ یا کٹ جاتی تو پھر مل جاتی ۔ یہ دنبہ ہابیل والا تھا جو دوبارہ زندہ ہوا۔

الجواب:قرآن کریم میں صرف اس قدر آیا ہے۔باقی محض جھوٹ اور قرآن کریم پر افتراء ہے۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۔فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۔وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۔اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۔وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۔سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (الصّافات :۱۰۳تا۱۱۲)

میرے پیارے بیٹے ! مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو سوچ کر بتا تیری کیا رائے ہے ۔اس نے کہا میرے پیارے باپ ! تو اپنی ماموریت پر عمل کر۔ مجھے تو انشاءاللہ صابر پائے گا۔ جب وہ دونوں خدا تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو گئے اور ابراہیم نے اسے منہ کے بل زمین پر لٹایا۔ ہم نے آواز دی۔ اے ابراہیم ! تو نے اپنی رؤیا کو سچا کر دکھایا ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ بڑا بھاری امتحان اور انعام ہے اور ہم نے اس کے عوض میں ایک بڑی قربانی کو فدیہ دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا ابراہیم پر سلامتی ۔ہم اسی طرح

محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔

باقی جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب کا سب جھوٹ اور افتراء اور محض لغو ہے اور قرآن اور احادیث صحیحہ میں اس کا ذرہ ذکر نہیں اور جس قدر قرآن میں ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں کہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ وہ بیٹے کو ذبح کرتے ہیں نہ یہ کہ ذبح کر دیا جیسے قرآنی لفظ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (الصّافات :۱۰۳) گواہی دیتا ہے اس قابل قدر عرفان سے بھرے ہوئے واقعہ پر اعتراض بجز سیاہ دل کور باطن حقیقت نا آشنا کے اور کون کرسکتا ہے؟ سنو! ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت ننانوے برس کی تھی اور اسماعیل اس کے اکلوتے بیٹے کی تیرہ برس کی۔ اتنے عمر کے باپ کو آئندہ اور اولاد کی امید کہاں اور بیٹے کی امیدیں اور امنگیں مرنے کے بعد کہاں! باپ کا اپنے خواب کے خیال کو اظہار کرنا اور بیٹے کا یہ کہہ دینا اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سچی الٰہی محبت کا نشان ہے جس کی قدر بدوں زندہ دل کے کون کرسکتا ہے؟ اس بات کو ہم قربانی کے مسئلے میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد اص ۵۵ میں ہے کنعانیوں میں جو قدیم باشندے فلسطین کے تھے انسانی قربانی کا رواج تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوان میں مانے ہوئے بزرگ اور ذی رعب تھے باہمہ جاہ وحشمت بیٹے کی قربانی پر باایں کہ بیٹا بھی راضی ہو چکا تھا مینڈھا ذبح کر دیا اور اس طریق سے انسانی قربانی کے بجائے حیوانی قربانی قائم کردی اور اب تک گویا کروڑوں جانوں کو بچالیا بارك الله عليك يا ابراهيم.

سوال نمبر ۶۵۔ ابراہیم کے لیے آگ سرد ہوئی۔ پھول کھل پڑے۔ چشمے جاری ہو گئے۔ لٹیمر کرنیمر کے لیے کیوں سرد نہ ہوئی جیسے لکھا ہے قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء :۷۰)

الجواب۔ پھول کھلے، چشمے جاری ہوئے، قرآن کریم میں تو نہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تمھارے

یہاں کی متواتر کہانی پہلا دکی کیا بتاتی ہے؟ متواتر کا منکر احمق اور ضدی ہوتا ہے اور اگر اس کے منکر ہوتو منو جی اور بھرگ سنگتا میں کیا لکھا ہے اسے پڑھو دیکھو! اس کا ادھیا۸ شلوک ۱۱۶۔ ''اگلے زمانے میں تبش رشی کے چھوٹے بھائی نے ان کو عیب لگایا اور تبش رش نے اپنی صفائی کے واسطے آگ کو اٹھایا لیکن تمام دنیا کے عمل نیک و بد جاننے والے اگن نے رش کا ایک بال بھی نہ جلایا'' کیا تم اب اپنی کسی نیکی پر اگنی کو اٹھا سکتے ہو یا اس شلوک کو غلط قرار دیتے ہو یا اس کی کوئی تاویل کرتے ہو یا یہ قول منّو کا وید کے کسی شلوک کے خلاف سمجھ کر رد کرتے ہو؟

اصل بات قرآن کریم میں اس قدر ہے۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۔ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (الانبیآء:۶۹ تا ۷۲)

انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کرنا ہے۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سرد اور سلامتی ہو جا۔ انھوں نے ابراہیم سے جنگ کرنی اور خفیہ تدابیر سے انھیں ایذا دینی چاہی مگر ہم نے انھیں زیاں کار کیا اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو مبارک زمین میں پہنچایا۔

اور دوسری جگہ ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ (العنکبوت:۲۵)

اس کی قوم کا جواب یہی تھا کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو۔ سو خدا نے اسے آگ سے بچا لیا۔

اور تیسری جگہ ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (الصّافات: ۹۸،۹۹)

انھوں نے مشورہ کیا کہ اس کے لئے ایک مکان بناؤاور اسے آگ میں ڈالو۔انھوں نے ابراہیم کی نسبت ایذاءرسانی کا منصوبہ کیا۔سوہم نے انھیں اس منصوبہ میں پست اور ذلیل کیا۔

ان آیتوں سے کس قدر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جوتم نے سمجھا ہے بالکل لغو اور غلط ہے۔اس قصہ میں یہ چند کلمات طیبات ہیں جو مقام غور اور توجہ کے قابل ہیں۔پہلا کلمہ ہے اَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا دوسرا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ تیسرا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ چوتھا وَنَجَّیْنٰہُ وَلُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک گذشتہ نبی کا قصہ ہمارے نبی ﷺ اور آپ کے پیرؤوں کے صدق اور حقیقت کے ثبوت کے لئے ہوتا ہے اس لئے ہمیں اور ہر ایک مسلمان کو ضرور ہوا کہ حضرت نبی کریم اور مولانا رؤف رحیم کا ماجرا اس بارے میں دیکھیں۔اس لحاظ سے جب قرآن کریم کو پڑھتے ہیں تو اپنے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ الیٰ یوم الدین کے بارہ میں یہ کلمات ہمیں ملتے ہیں۔

(۱) اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ (الانفال :۳۱)اور اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا (الطارق :۱۶)

(۲) آپ کے دشمنوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلۃ :۲۰)

(۳) کلمہ طیبہ ہے جو بخوبی آگ کے مسئلہ کو حل کرتا ہے۔کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ (المائدۃ:۶۵)

(۴) کلمہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (المومن:۵۲)

ان مقامات کا مقابلہ دونوں قصوں،قصہ حضرت نبی کریم اور قصہ حضرت ابراہیم کے ساتھ کرو۔ وہاں اگر جناب ابراہیمؑ کے مخالفوں نے آگ جلائی اور حرّقوا کا فتویٰ دیا تو یہاں تمام بلاد عرب نے

نارالحرب[1] کوجلایا اور صدہامسعر الحرب[2] اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرح وہاں ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو برد اور سلام بنایا اسی طرح ہمارے ہادی اور مقتدا کے لیے خاص اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا اور فرما دیا: اَطْفَاَھَا اللّٰہُ (المائدۃ : ٦٥) یعنی جب کبھی ہمارے نبی کریم کے دشمنوں نے آتش جنگ جلائی اللہ نے اسے بجھا دیا۔

سن اے نکتہ چیں! ابراہیمؑ کے زمانے پر ہزاروں برس اور ہمارے شفیع پرﷺ چودہ سو برس گزرتے ہیں اور تو نے اور ایک تیرے اس معاملہ میں مؤید وہم زبان تیز زبان نو جوان امرتسری مولوی نے ہمیں اس طرح خطاب کیا ہے۔ چاہیے کہ آجکل کسی اہل اسلام کو جوملہم اور پیغمبر ہو کر خدا کے ساتھ عیسیٰ یا موسیٰ کی طرح باتیں کرنے کا دم بھرتا ہے ایک لمبی چوڑی بھٹی کو آگ سے بھر کر بیچ میں پھینک دیا جاوے اگر آگ گلزار ہو جاوے تو سمجھے کہ قرآنی معجزے سب سچ ہیں۔ امرتسری مولوی پھر اپنی کتاب میں فرماتے ہیں یہ مرزا صاحب قادیانی کی طرف اشارہ ہے۔ مرزا جی کے دوستو! کیا کہتے ہو (ترک اسلام)

سن اے تارک اسلام! اور دیکھ اے بزدل نادان ترک اسلام! ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے کامل یقین اور پورے اعتقاد سے دعویٰ کرتے ہیں اور تمہیں اور تمام جہاں کو سناتے ہیں کہ ہمارا مہدی اور عیسیٰ ابن مریم اس وقت موجود ہے اور اس کو وحی ہو چکی ہے **پھر سنو! اور غور سے سنو!!** وہ وحی الٰہی جو امام زمان کو ہوئی ہے یہ ہے۔

نظرنا الیک معطرًا و قلنا یا نار کونی بردًا وّ سلاماً علٰی ابراھیم.

اس وحی الٰہی میں ہمارے امام مہدی موعودؑ حضرت مرزا غلام احمد کو ابراہیم کہا گیا ہے اس کے علاوہ عالم الغیب قادر خدا نے آپ کو یہ بھی وحی کی ہے ’’**آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے**‘‘ اور پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا ’’**کمثلک در لا یضاع**‘‘ یعنی تیرے

---

[1] جنگ کی آگ۔ [2] آگ جلانے کا آلہ

جیسا موتی ہرگز ضائع نہیں کیا جاتا۔غور کرو! تمھاری ان فضول گوئیوں کا جواب برسوں پیشتر خدا تعالیٰ دے چکا ہے اور تم نے اپنے ہاتھوں سے ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری کردی اور خدا کے منہ کی باتیں تمھارے منہ سے سچی ثابت ہو گئیں مگر کون جانتا ہے کہ تمھاری خوش قسمتی ہے یا بدقسمتی۔اس لئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرة:۲۷)

مگراز بس کہ تم لوگ کودن ہو اس لئے ضروری ہے کہ بات کو کھول کر بیان کیا جائے۔سنو! تبش رشی نے تو خود آگ میں ہاتھ ڈالا تھا مگر ابراہیم علیہ السلام خود آگ میں نہیں کودے تھے اور نہ مومنوں، مخلصوں، راستبازوں اور اللہ کے رسولوں کا یہ فعل ہوتا ہے کہ اللہ کو آزمائیں بلکہ ان کو حکم ہے لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة :۱۹۶) یعنی اپنے تئیں خود ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اسی سنت الٰہی کی اتباع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود آگ میں کود کر نہیں گرے تھے بلکہ لوگوں نے کہا۔ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (الانبیآء :۶۹)

اب خدا تعالیٰ کی اسی سنت کے مطابق تم اور سارا جہان اور اس سفلی جہان کی ساری طاقتیں اور شوکتیں اور عداوتیں ہمارے امام مہدی اور مسیح کو آگ میں ڈال کر دیکھ لیں۔ یقیناً خدا تعالیٰ اپنے زندہ اور تازہ وعدہ کے موافق اس مہدی کو اسی طرح محفوظ رکھے گا جیسے پہلے زمانے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو محفوظ رکھا۔ یہ ہمارا آقا غلام احمد ہے اس لئے ضرور ہے کہ احمد محمد ﷺ کی غلامی اور اتباع کی برکات اور ثمرات اسے حاصل ہوں جیسے خدا تعالیٰ نے اس کے متبوع کو واللّٰہ یعصمک من الناس کا وعدہ دیا اسی طرح اسے بھی برسوں پیشتر ’’یعصمک اللّٰہ ولو لم یعصمک الناس ‘‘ کا وعدہ دیا۔ یہ خدا کا مسیح اور مہدی یقیناً تمھاری آگ سے بچے گا اور ضرور بچے گا۔اس نے طاعون جیسی آگ کی خبر دی کہ آنے والی ہے اور کہا کہ میرے لئے آسمان پر ٹیکہ لگ چکا ہے آخر وہی ٹیکا سچا نکلا اور زمینی ٹیکہ بیکار ہو گیا۔ عیسائی لوگوں، برہموؤں، سکھوں اور آریہ سماج نے پھر خصوصیت سے لیکھرام کے واقعہ پر کیا

آگ نہیں لگائی اور شیعہ، سنی، مقلد، غیر مقلد، متصوفوں اوران کے شرکاء نے کیا کوشش میں کمی کی ہے اور کیسی کیسی آگیں نہیں جلائیں مگر سب خائب وخاسر ہوئے۔ اب ظاہری آگ یا اس سے بھی زیادہ آگ کو لگا کر دیکھو پھر تم دیکھو گے تمھاری یہ آگیں بھسم ہوتی ہیں یا نہیں۔ یہ بھی رسولوں کے رنگ میں ہے۔ تم اعداء الرسل کی طرح اس کا مقابلہ کرو اور دیکھو اس موعود انبیاء اور جانشین خاتم الرسل و خاتم النبیین کے لئے بھی اسی طرح تمھاری آگ بردوسلام ہوتی ہے یا نہیں۔ یاد رکھو! وہ بردوسلام ہوگی اور ضرور ہوگی مگر تم نادانی سے کہتے ہو کہ وہ خود آگ میں جاویں۔ کیا یہ اتباع انبیاء ورسل ہے؟ دیکھو قرآن میں ہے حرّقوہ۔ سو تم بھی حرّقوہ کا حکم اپنے ذرّیات اور سواروں اور پیادوں کو کرو اور پس پھر دیکھو ابراہیم کی طرح آگ بردوسلام ہوتی ہے کہ نہیں۔

ہاں بے ریب لے ٹی مر بشپ بادشاہ انگلینڈ ایڈورڈ ششم کا درباری تھا۔ ۱۵/اکتوبر ۱۵۵۸ء کو ملکہ میری کے عہد سلطنت میں پروٹسٹنٹ مذہب پر قائم رہنے اور وعظ کرنے کے سبب آگ میں جلایا گیا۔ رڈلے بشپ پروٹسٹنٹ مذہب پر قائم رہنے اور وعظ کرنے کے سبب لے ٹی مر کے ساتھ آگ میں جلایا گیا۔

کرینمر آرچ بشپ پراٹسٹنٹ ہونے کی وجہ سے قید کیا گیا تھا اس نے توبہ کی مگر وہ خفیہ تھی باہر آ کر پھر پراٹسٹنٹ ہونے کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ موت کے ڈر سے میں نے اپنا مذہب چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا ۱۵۵۶ء میں آگ میں جلایا گیا مگر یہ تو بتا یہ ثالوثی۔ مثلث خدا کو ماننے والے تین میں ایک۔ ایک میں تین کے معتقد، تمام الٰہی شریعت کو جو توریت میں تھیں لعنت کہہ کر اس پر پانی پھیرنے والے، کفارہ مسیح پر اعتقاد کر کے بدوں اعمال بہشت کے وارث بننے والے، ابراہیم کی طرح کیوں بچائے جاتے؟ کیا خدا تعالیٰ ایسے ناپاک مشرکوں کو پاک موحدوں کی جگہ پر اتارا کرتا ہے؟ نادان پال! یہ سب لوگ ابراہیم کے ایمان کے بالکل مخالف اور ضد ہیں جہاں تک تاریخ پتہ دے سکتی ہے اللہ تعالیٰ کے مرسل ومامور اعداء کے سامنے ناکام ہو کر نہیں مرتے اور نہ ہلاک ہوتے اور نہ

مارے جاتے ہیں۔ مامورین کے ساتھ جدال وقتال ہوتا ہے جس کا ذکر فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (آل عمران :۱۸۴) اور فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرة :۹۲) میں ہے مگر یہ مقاتلہ ومقابلہ کرنے والے ناکام ونامراد مرتے ہیں اور مامور لوگ اللہ کے فضل سے مظفر ومنصور اور کامیاب ہوکر دنیا سے جاتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدة :۴) کی آواز کس نے سنی؟ کیا اس بدانجام نے جو ویدوں کا ترجمہ بھی کامل نہ کرسکا اور جو کیا اس میں بھی پنڈت لوگوں کا تصرف ودخل شامل ہو گیا جس کے باعث وہ ترجمہ بے اعتبار ہے اور تم کو آگاہی نہیں۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر :۲،۳) کی وحی کسی کو ہوئی؟ حزب اللہ ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور **حزب الشیطان** ہمیشہ خائب وخاسر مرتا ہے۔ یہی بات تو ہے جس پر ہمارا امام اور ہم خوشیاں مناتے ہیں۔ لیکھرام کو آگ لگی اور جل کر کباب ہو گیا اور اس کا مخالف اب تک عیش وآرام میں ہے۔ اس کے لئے اس کے گھر میں باغ ہے اور چشمے جاری ہیں۔

خدا خود سوزد آں کرمے دنی را کہ ہست از کینہ دارانِ محمد

سوال نمبر ۶۶۔ موسیٰ ایک خدا رسیدہ شخص سے ملنے گئے پتہ یہ کہ جہاں بھونی مچھلی زندہ ہوکر پانی میں چلی جائے وہاں پر ہے۔

الجواب۔ بھونی مچھلی کا پتہ قرآن میں نہیں اور نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بھونی مچھلی زندہ ہو جائے اس قصہ میں تین واقعات کا ذکر ہے جو خود موسیٰ علیہ السلام کے کاموں کے قریب قریب تھے۔ قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا (الکھف :۶۲) جب وہ ملنے کے موقعہ پر پہنچے مچھلی کو بھول گئے۔ بتاؤ اس میں بھونی ہوئی مچھلی اور اس کی زندگی کا ذکر کہاں ہے کیا تمہارا سفید جھوٹ ثابت نہیں ہوا۔ اس میں تو اتنا ہی ذکر ہے کہ مچھلی

ان کی یاد سے اتر گئی اور ندی میں چلی گئی اور یہ ان کے لئے مقرر نشان تھا کہ جہاں انھیں مچھلی کو بھول جانے کا واقعہ پیش آئے گا وہاں وہ مرد خدا انہیں ملے گا۔سوایسا ہی ہوا۔خدا تعالیٰ نے جو غیب سے انھیں ایک نشان دیا تھا وہ پورا ہوا۔یہ ایسے واقعات ہیں جو مردان خدا کی سوانح زندگی میں ملتے ہیں اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان سے سالکان منازل الٰہیہ کے قلوب وایمان تازہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۷۔حضرت عیسیٰ مٹی کے کھلونے بنا کر ان میں روح ڈال دیتا تھا۔

الجواب۔قرآن کریم میں نہ تو کھلونے کا کوئی لفظ ہے نہ روح ڈالنے کا۔قرآن کریم میں صرف دو جگہ ایک ذکر ہے اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران :۵۰) میں مٹی سے پرندہ کیسی ایک چیز بناتا ہوں اور پھر اس میں پھونک مارتا ہوں پھر وہ خدا کی اذن سے اڑنے لگتا ہے۔

دوسرا مقام یہ ہے۔

اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ (المائدة :۱۱۱) جب تو مٹی سے پرندہ کیسی ایک چیز بناتا میری اذن سے اور اس میں پھونک مارتا پھر وہ اڑنے والا ہو جاتا میرے اذن سے۔

اب بتاؤ یہاں کھلونے اور روح کا کون سا لفظ ہے کیا تمہارا صریح کذب نہیں اور کیا یہ بے ایمانی اور فریب سے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی چال نہیں۔دوسرے سوال کے جواب میں اس کا حل پڑھو۔

سوال نمبر ۶۸۔حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

الجواب۔جب بیمار بہت ہی خطرناک حالت اور غشی کی شدت میں مبتلا ہو جاتا ہے یا سکتہ اور صرع کی ناامید کر دینے والے دَوروں میں پکڑا جاتا ہے اس وقت راست بازوں کی دعائیں اس کو زندہ کر دیتی ہیں۔ہم نے ان نظاروں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور یہی معنی مسیح کے احیاء کے ہیں۔

اور سنو! مردے تین قسم کے ہوتے ہیں اور ان کو تین ہی اشیاء زندہ کرتی ہیں ایک معمولی مردے

جن کے جسم سے روح کا تعلق الگ ہو جاتا ہے ان کی نسبت قرآن کا فرمان یہ ہے۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ (البقرۃ:۲۹) اور رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (البقرۃ:۲۵۹) اس سے صاف ثابت ہوا کہ اس قسم کا زندہ کرنا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور دوسرے انبیاء و رسول اور کاملین کے ہاتھ سے مردے زندہ ہوتے ہیں ان کی نسبت قرآن کریم میں ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:۲۵) ایمان والو! مان لو اللہ اور اس کے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں بلائیں ایسی باتوں کے لئے کہ جس سے تمہیں زندہ کرے۔

تیسرا۔ بھان متیوں کا زندہ کرنا کہ وہ بازاروں میں رسیوں کے سانپ بنادیا کرتے ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نہ خدا تھے کہ ان کی طرف پہلی قسم کے زندہ کرنے کو منسوب کیا جا سکے اور نہ بھان متیوں کے بھائی تھے کہ ان کی طرف لہو اور تماشا کو نسبت دی جائے وہ رسول تھے اور یقیناً خدا کے پیغمبر تھے ان کی طرف وہی بات منسوب ہوگی جو منہاج نبوت کے موافق اور انبیاء کی شان اور افعال کے مطابق ہوگی۔ اس راہ کے لئے قرآن کریم امام اور رہبر ہے اس نے اس عظیم الشان رسول کی سنت سے جسے اس نے تمام جہاں کے لئے اسوہ اور رسولوں کا نمونہ بنایا ہے یہ دکھا دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مردوں کو زندہ کرنا کس رنگ کا ہوا کرتا ہے اس کے خلاف جو شخص حضرت مسیح کی طرف خدا کی مانند احیاء موتی کو منسوب کرے وہ خدا کی کتاب کے انکار کا داغ اپنی پیشانی پر لگاتا ہے ایسا ہی قرآن نے قاعدہ بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں چنانچہ فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (النحل:۲۱،۲۲) اللہ کے سوا جو لوگ معبود بنائے گئے ہیں ان کے معبود نہ ہو سکنے کا نشان یہ ہے کہ وہ کسی شئ کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔

یہ تو خدا کی صفات کے بارے میں قول فیصل ہے کہ حقیقی خالق وہی ہے۔ اب لفظ خلق جو وسیع

معنی رکھتا ہے اگر مخلوق کا فعل اسے کہا جائے گا تو ضرور ہے کہ مخلوق ضعیف کی شان اور حیثیت کے لائق ہوگا اس سے سمجھ لو کہ ایک نا تواں انسان مسیح کی گھڑت اور خلق کیسی ہوگی وہ مٹی تھی اور مٹی ہی رہتی تھی زندہ حیوان نہ تھی۔

سوال نمبر۶۹۔ یہود نے نہ عیسیٰ کو مارا اور نہ پھانسی دیا بلکہ وہ اڑ گئے اور ان کی جنس و مشابہت کا مارا گیا۔ چالیس پچاس کوس اوپر سانس کس طرح لے سکتے ہیں۔

الجواب۔ یہود نے نہ عیسیٰ کو مارا اور نہ پھانسی دیا بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے مر گئے۔ اڑ گئے جس لفظ کا ترجمہ ہوسکتا ہے وہ لفظ نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔ قرآن شریف کو سنو وہ کہتا ہے۔ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (المائدۃ :۷۶) مسیح ابن مریم رسول تھا اور اس سے پہلے اس جنس کے رسول سب مر گئے۔

اس آیت میں قد خلت کا لفظ ایسا صاف ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے جانشین اول نے اس لفظ سے استدلال فرما کر تمام ان صحابہ کرام کو جن کو وفات میں تامل ہوا تھا اپنے نبی کے وفات کا قائل کر دیا۔ چنانچہ وہ آیت جس میں ویسا ہی قد خلت موجود ہے یہ ہے۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران :۱۴۵) محمد ایک رسول ہے اس سے پہلے رسول مر چکے ہیں کیا کوئی شخص ان دونوں آیتوں میں لفظ قد خلت کو یکساں دیکھ کر جس کا ترجمہ ہے۔ ’مر چکے‘‘۔ حضرت مسیح اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات میں فرق اور شک کر سکتا ہے؟ قرآن کریم کے نزدیک گزشتہ نبیوں کے حالات سربستہ کے حل کے لئے ہمارے نبی کریم کی زندگی کے واقعات کلید ہیں پھر حضرت مسیح کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (آل عمران :۶۰) ہم نے ایک جگہ کن کے سوال کے جواب میں بتایا ہے کہ یہ بعد الموت حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ دیکھو سوال کن نمبر ۱۵ اور فرمایا:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران:۵۶)

میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے پاک کرنے والا اور تیرے پیرؤوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب کرنے والا ہوں۔

غور کرو یہ کیسی عظیم الشان اور صادق پیشگوئی ہے کہ مسیح کے اتباع ہمیشہ مسیح کے منکروں پر غالب اور فوق رہیں گے اس کی تصدیق کے لئے دیکھ لو کہ ایک طرف مسلمان یہود کے اصلی مرکز سنٹر بیت المقدس پر قابض ہیں یہود اصلی منکر اور مسلمان اصلی پیروان مسیح ہیں۔ دوسری طرف آریہ ورتی عارضی منکروں پر عارضی اتباع نصاریٰ حکمران ہیں اور یوں ہی ہمیشہ رہے گا۔ ممکن ہے کہ جملہ **رافعك الی** کو نہ سمجھ کر تم ضلالت کے گڑھے میں گرے ہو سو یاد رکھو اس کی تصریح **بل رفعه اللّٰه** نے کر دی ہے۔ جو قرآن کریم کی دوسری جگہ میں ہے۔ اس کے معنی ہیں اللہ نے اسے رفعت اور بلندی بخشی یعنی جسے خدا بلند اور رفع کرنا چاہے اور کر دے کوئی دشمن اسے گرا نہیں سکتا۔ چنانچہ خدا نے یہود کے گندے اور ذلیل منصوبوں سے اسے بچایا اور رفعت دی۔ یہی وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کو بھی ایک عرصہ سے ہو چکی ہے اور براہین احمدیہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اس نمونہ سے جو ہمارے زمانہ کے راست باز سے ظاہر ہے خدا کی واقعی وحی کا پتہ لگ سکتا ہے اس لئے کہ جو وعدہ تطہیر اور رفع اور توفی اور فوق کا حضرت مسیح کو دیا گیا تھا وہی ہمارے آقا حضرت مسیح موعود کو دیا گیا ہے آپ کے حالات و واقعات بڑی بھاری چابی ہیں گزشتہ حالات کے قفلوں کے لئے

اور پھر بڑا قابل غور لفظ **توفی** ہے یہ بھی ایسا صاف اور واضح ہے کہ عام بول چال میں ہر ایک

شخص جانتا ہے کہ متوفی مردہ کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے حل کے لئے بڑا عجیب موقع وہ ہے جہاں حضرت یوسف کے باپ نے بیٹوں سے کہا: فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۳) کہ تم نہ مرو مگر مسلمان ہونے کی حالت میں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں اس شخص نے جو اس کے بیٹوں میں سب سے افضل واکرم اور احب تھا جب اپنی کامیابی کے لئے دعا کی تو انہی لفظوں میں کی تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (یوسف :۱۰۲) اے خدا! مجھے مسلم ہونے کی حالت میں وفات دے۔ اس بین دلیل اور صداقت کے بعد اور کیا دلیل چاہتے ہو۔

ان کی جنس کا کون مارا گیا تھا وہ دوست تھا یا دشمن اگر وہ دشمن تھا تو چپ کیوں رہا اور کیوں شور اور پکار نہ کی اور دوست بےقصور کیوں پکڑا گیا؟؟

احمق انسان! اگر مسیح اڑ گیا تھا تو کہتا لو میں اڑا جاتا ہوں مجھے پکڑو۔ بدلہ میں دوسرے کو پھانسی کیا معنی اور پھر اڑتا کسی کو نظر نہ آیا؟

اور تمہارا کہنا کہ چالیس پچاس کوس اوپر سانس کیونکر۔ جب اصل ہی غلط ہے تو فرع کا کیا ذکر مگر بتائیے تم کو اوپر کے پچاس کوس حالت کا کیونکر پتہ لگا اور یہ بھی بتا دیجئے کہ جس بیان میں رام چندر جی لنکا سے اجودھیا تک آئے اس میں کس طرح سانس لیتے تھے؟

سوال نمبر ۰۷ ۔ایک شخص کو قیامت کا یقین دلانے کے لئے مار دیا، سو سال بعد زندہ کیا۔ گدھے کی ہڈیاں بوسیدہ ہیں پھر گدھا زندہ اور اس کا کھانا بھی سو سال تک نہ سڑا۔ خواب ہوگا؟

الجواب: تم نے پہلا جھوٹ اس سوال میں یہ بولا ہے کہ قیامت کا یقین دلانے کو ایسا کیا گیا حالانکہ یہ بات قرآن مجید میں نہیں۔ دوسرا جھوٹ تم نے بولا گدھے کی ہڈیاں بوسیدہ ہیں۔ تیسرا جھوٹ تمھارا یہ ہے پھر گدھا زندہ کیا گیا۔ اڑھائی تین سطر میں تین جھوٹ۔ یہ ہوا تمہارا ست کا لینا اور است کا ترک کرنا!! میں نے جو جھوٹ ثابت کئے ہیں اگر شریف ہو تو ایک کو قرآن واحادیث صحیحہ سے یا عقل سے ثابت کر کے دکھاؤ۔ اگر عام کتب سے دکھاؤ تو ہم وید کی تفاسیر سے وہ کچھ

عجائبات تم کوثابت کر کے دکھائیں گے جو کم سے کم غیرت مند کیلئے شرم کا موجب ہوں۔

او زہریلے سانپو! تم کو کیوں اور کس وجہ سے یقین ہوا کہ تم ان بہانوں سے آنے والے غضب الٰہی سے بچ جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ کے راستبازوں سے اور راستبازی سے عداوت کرنا اور ابطال حق کے لیے یہ شوخی اور حیلہ بازی اللہ تعالیٰ جانے تمہیں کہاں پہنچائے گی؟ مانا کہ کسی باعث گورنمنٹ تم کو اعلیٰ عہدہ نہ دیتی مگر ان شرارتوں سے تم کو حقیقی کامیابی کا کیوں یقین ہوا؟ ہم تمہارے آریہ سماج میں جانے سے ناراض نہیں کیونکہ ہمارے لیے تمہارا ارتداد بھی خوشی کا باعث ہے کیونکہ قرآن کریم میں ایسے ارتداد اور مرتدوں کے بدلہ ہم کو وعدہ دیا گیا ہے۔ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ (المائدة :۵۵)

سنو! قصہ تو بہت ہی صاف تھا جس پر اعتراض ہے۔

۱۔ایک شخص کی نسبت قرآن مجید میں ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے سو برس مار دیا اللہ تعالیٰ سچا اور اس کا کہنا سچ ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النساء :۱۲۳)

۲۔وہ شخص کہتا ہے کہ میں ٹھہرا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ممکن تھا کہ اس شخص کا کہا بمقابلہ فرمان الٰہی غلط مانا جاتا مگر حضرت حق نے اس کے قول کی بھی تصدیق کر دی جبکہ فرمایا کہ تیرے کھانے اور پینے پر برس نہیں گزرے اور نہ سڑا نہ بُسا اور گدھے کو دیکھ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ سو برس کھانے پینے اور گدھے پر تو نہیں گزرا ورنہ وہ رہتے ہی نہ۔ پس یہ دونوں باتیں سچ ہوئیں۔

۳۔سو برس گزرا اور یوم اور بعض یوم بھی سوا ایسا واقعہ عالم رؤیا میں ممکن ہے نہ اس کے سوا اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود ہے سورہ یوسف میں ہے کہ ایک بادشاہ نے سات برس کا قحط اور سات برس کا سما اسی ایک یوم اور بعض یوم میں دیکھا اور اکثر لوگ طول مدت کو رؤیا میں چھوٹے سے وقت میں دیکھتے ہیں۔

۴۔ہڈیوں پر گوشت کا چڑھنا اوّل تو عام نظارہ قدرت ہے جس کا ذکر قرآن فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

لَحۡمًا (المومنون:۱۵) کے کلمات میں فرماتا ہے۔

۵۔اس واقعہ کا مختصر بیان کتاب حزقیل میں موجود ہے اور حزقیل کی کتاب آجکل میسر ہے کیونکہ بائبل کی جزو قرار دی گئی ہے۔دیکھو حزقیل ۳۷باب ایک آیت سے ۱۳تک۔

خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھالیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اتار دیا۔اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا۔اور دیکھ وے وادی کے میدان میں بہت تھیں اور دیکھ وے نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے کہا اے آدم زاد کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں۔میں نے خواب میں کہا کہ اے خداوند یہوواہ تو ہی جانتا ہے پھر اس نے مجھے کہا کہ تو ان ہڈیوں کے اوپر نبوت کر اسی نبوت سے وہ (آیت ہوئی) اور ان سے کہہ اے سوکھی ہڈیو تم خداوند کا کلام سنو۔خداوند یہوواہ ان ہڈیوں کو یوں فرماتا ہے کہ دیکھو تمہارے اندر میں روح داخل کروں گا اور تم جیئو گے اور تم پر نسیں بٹھلاؤں گا اور گوشت چڑھاوں گا اور تمہیں چمڑے سے مڑھوں گا۔اور تم میں روح ڈالوں گا اور تم جیو گے اور جانو گے کہ میں خداوند ہوں سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا۔اور دیکھ ایک جنبش اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے اور جو میں نے نگاہ کی تو دیکھ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آئے اور چمڑے کی ان پر پوشش ہوگئی۔پر ان میں روح نہ تھی تب اس نے مجھے کہا کہ نبوت کر تو ہوا سے نبوت کر اے آدم زاد اور ہوا سے کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ اے سانس تو چاروں ہواؤں میں سے آ۔اور ان مقتولوں پر پھونک کہ وے جئیں۔سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور اس میں روح آئی اور وے جی اٹھے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے۔ایک نہایت بڑا لشکر۔تب اس نے مجھ سے کہا اے آدم زاد یہ ہڈیاں سارے اسرائیل ہیں دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اور ہماری امید جاتی رہی ہم تو بالکل فنا ہوگئے۔اس لئے تو نبوت کر اور ان سے کہو کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے

کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تمھیں تمھاری قبروں سے باہر نکالوں گا اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤں گا۔ **آہ!** اب غور کرو کہ یہاں اسرائیلی لوگوں کی تباہی اور پھر ان کی آبادی کی پیشگوئی ہے کہ یہ لوگ کامل تکلیف بدحالی کے بعد اپنے ملک میں آباد ہو جائیں گے۔

یہاں قرآن میں بھی سورہ بقرہ میں صحابہ کو جو تکالیف مکہ میں پہنچیں اور وطن سے بے وطن ہو کر کہیں حبش میں اور کہیں مدینہ طیبہ میں حیران ہوتے تھے ان کو تسلی دی جاتی ہے کسی کا زندہ و آباد کرنا، کسی کو ہلاک کرنا اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر پہلے فرمایا جالوت کو طالوت نے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ وہ غریب اور بنی اسرائیل کی نظر میں ذلیل تھا۔ اور پھر داؤد علیہ السلام نے کس طرح ایک اور جالوت کو تباہ کیا۔ حالانکہ حضرت داؤدؑ اس وقت تک بچے اور بہت غریب تھے۔ اور جالوت بڑا زبردست اور چالاک تھا قتل کا وقوعہ تو لابد ہے مگر تم تسلی رکھو تمہارا ہی رب القادر جو زندہ کرتا ہے اور وہی تمہیں طیبہ زندگی عطا کرے گا جس طرح اس نے بنی اسرائیل کو زندہ کیا۔ جب بابلیوں نے انہیں خاک میں ملایا تھا ان کا بیت المقدس آخر سو برس کے عرصہ میں آباد ہو ہی گیا۔

سوال نمبر ۷۱۔ ابراہیم علیہ السلام سے چار پرندے ٹکڑے کرا کے زندہ کئے مفسروں نے کوا۔ کبوتر۔ فاختہ۔ مینا کہا ہے اور سر اپنے پاس رکھے۔

الجواب۔ وہ آیت جس پر دارومدار اعتراض کا ہے وہ یہ ہے۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا (البقرة :۲۶۱) اس میں پہلا قابل بحث لفظ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ہے سونو! صُرْهُنَّ اَمِلْهُنَّ نحوك من الصور ای المیل پس صرھن کے معنی ہوئے اپنی طرف مائل کر لے۔ مفردات القرآن اور کتب لغت میں ہے۔

حضرت ابراہیم کو ان کے ایک سوال پر اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل بتائی ہے کہ کس طرح مردے زندہ ہوں گے۔ اس پر فرمایا دیکھ ان جانوروں کو جو جسم اور روح کا مجموعہ ہیں تیری ذرہ سی پرورش

کے سبب سے تیرے بلانے پر پہاڑیوں سے تیری آوازسن کر چلے آئیں گےتو کیا میں جوان کا حقیقی مالک اوررب پرورش کنندہ ہوں میرے بلائے پر یہ ذرات حیوان کے جمع نہیں ہوسکیں گے؟ اس نظارہ اورفعل پر بتاؤ کیا اعتراض ہے؟

پس ترجمہ آیت کریمہ کا یہ ہوا فرمایا۔پس لے پرندوں سے چار پھران کو مائل کر لے اپنی طرف یعنی اپنے ساتھ ہلا لے پھر رکھ پہاڑی پر ان میں سے ایک ایک کو۔پس بلا ان کو۔تیرے پاس آئیں گے دوڑتے۔

سوال نمبر۲۷۔ہفتہ کے دن مچھلی پکڑنے والوں کوخدا نے سؤر۔بندر بنادیا۔

الجواب۔اس کا جواب ایسا صاف ہے کہ اس کے لئے ان آیات کا لکھنا اورترجمہ ہی کافی ہے جن میں یہ واقعہ مذکور ہے ہر ایک پڑھنے والا ذرا سی غور سے سمجھ لے گا کہ بات کس قدرصاف ہے اور یہ دنیا کی پرستار قوم حقائق کے فہم سے کس قدر دور اور کورانہ تعصب سے کس قدر قریب ہے۔ہمارے نزدیک اس کے حل کے لئے اس سے زیادہ بہتر طریق نہیں کہ ان آیات کو یکجا لکھ کر دکھایا جاوے جن میں یہ قصہ ہے خاص غور کے لئے ایک لفظ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ جس کے معنی ہیں کہ ان میں اچھے صالح ہونے والے بھی ہیں اور دوسرا لفظ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ جس کا ترجمہ ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ یہ باز آجائیں اور تیسرا لفظ اِذَا جَآءُوْكُمْ کہ یہ بندر وسؤر شیطان کے بندے تمہارے یہاں بھی آئے۔اور چوتھا لفظ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ (المائدۃ :۶۲) ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ کافر آئے اور کافر ہی نکلے۔ان پر اور ایسے الفاظ پر عقل مند غور کریں جو اس قصہ میں آئے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّكَ

لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (الاعراف:۱۶۷تا۱۷۰)

جب وہ ہماری منع کردی ہوئی باتوں سے باز نہ آئے ہم نے کہا جاؤ ذلیل بندر بن جاؤ اور تیرے رب نے خبر دی ہے کہ ایسا ہوگا کہ میں قیامت تک ایسے لوگوں کو ان پر حکمران کروں گا جو انہیں بُرے عذاب دیں گے بے شک تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور غفور رحیم بھی ہے۔

ہم نے انہیں گروہ گروہ بنا کر زمین میں منتشر کر دیا۔ بعض ان میں اچھے نکلے اور بعض ان کے خلاف اور ہم نے بھلائی اور برائی پہنچا کر انہیں امتحان میں ڈالا تو کہ باز آئیں اور ان کے بعد ان کے ایسے جانشین کتاب کے وارث ہوئے جو رشوت کے طور پر اس دنیا کا مال لیتے اور کہتے کیا پڑا ہے ہم بخشے جائیں گے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۔ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۔ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ

(المائدة:۶۰تا۶۴) انہیں کہہ اے کتاب والو! تم اس لئے ہم سے بیزار ہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر

اوراس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اوراس پر جو پہلے نازل کیا گیا اور تمہاری ناراضی کی جڑ یہ ہے کہ تم حدودالٰہیہ کوتوڑنے والے ہو۔ان سے کہہ میں تمہیں ان قوموں کی خبردوں جنہیں خدا کی طرف سے ان کے ایسے افعال کا بہت برا بدلا ملا۔ وہ وہ ہیں جنہیں خدا نے بندر اور سؤر اور شیطان کے پرستار بنادیا۔ یہ بہت برے پایہ کے لوگ ہیں اور سب سے زیادہ راہ حق سے دور بھٹکے ہوئے ہیں۔ جب تمہارے پاس آتے ہیں اٰمنّا کہتے ہیں حالانکہ کفر دل میں لے کرآتے ہیں اور کفر کو لے کر نکلتے ہیں اور جو کچھ دل میں مخفی رکھتے ہیں اسے خدا خوب جانتا ہے۔ بہت سے ان میں سے تم خوب دیکھتے ہو بدکاری اور بغاوت اور حرام خواری میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتے ہیں بہت ہی بُرے کام ہیں جو یہ کرتے ہیں۔ان کے عالموں اور درویشوں کو چاہیے تھا کہ انہیں ناجائز باتوں اور حرام خوری سے روکتے بہت ہی بری کرتوتیں ہیں جو یہ کرتے ہیں۔

یہ آیتیں بغیر کسی تفسیر اور شرح کرنے کے صاف بتارہی ہیں کہ بندر اور سؤر بن جانے کی حقیقت کیا ہے اور بندر اور سؤر کے ساتھ جو لفظ یعنی شیطان کے پرستار لکھ دیا ہے وہ اور بھی حقیقت امر کو واضح کئے دیتا ہے۔اس میں مدینہ کے یہود کو جو آنحضرت ﷺ کے مخاطب اور مخالف تھے اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے طرح طرح کے منصوبے اور ناجائز حیلے کرتے تھے ملزم کرنے اور ان کے انجام بد کی آئندہ خبر دینے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے باب دادوں کا واقعہ سناتا ہے جنہوں نے اپنے وقت کے ماموروں کے مقابل ایسی ہی گستاخیاں اور بے اندامیاں کیں اور آخر سؤر اور بندروں کی طرح طرح کی ذلتیں اور عذاب انھیں پہنچے۔خدا کی کتاب مدینہ کے یہود کو اطلاع دیتی ہے کہ اس نبی کی مخالفت میں بھی تم پر ویسی ہی سزائیں نازل ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو اسلام کی تاریخ کے پڑھنے والے پر مخفی نہیں۔

کیاان خسیس یہودیوں کے جو افعال واعمال ان آیتوں میں مذکور ہوئے ہیں اور جن قباحتوں اور شناعتوں سے ان کی خدا نے پردہ اٹھایا ہے وہ بندروں اور سؤروں کیسی عادت اور افعال نہیں ہیں؟

سوال نمبر ۳۷۔ چند فٹ لمبی چوڑی کشتی میں روئے زمین کے تمام چرند، پرند، درند

مع خوراک، گپ ہے۔

الجواب۔نوح کی کشتی کتنے فیٹ تھی چندفیٹ تھی۔ یہ تم نے قرآن پرافتراء کیا ہے۔ چندفیٹ لمبی یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے چندفیٹ چوڑی یہ بھی افتراء ہے۔روئے زمین یہ بھی افتراء ہے۔تمام چرند۔ پرند۔درند یہ بھی افتراء ہے۔مع خوراک یہ بھی افتراء ہے۔اتنے افتراء اور راست بازوں سے جنگ کرکے کامیابی کی امید! زیر اعتراض یہ آیت ہے۔قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ (ھود :۴۱) اول اس میں مــن کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ’’سے‘‘ اور ’’بعض‘‘ ہے کل کا لفظ ہر ایک موقعہ کے لئے الگ الگ معنی دیتا ہے قرآن کریم کے محاورات دیکھو۔ایک عورت یمن کے بادشاہ کی نسبت فرماتی ہے۔اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (النمل :۲۴) مجھے کل شئی دی گئی اور ذوالقرنین کی نسبت ہے۔اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (الکھف :۸۵) ہم نے اسے کل قسم کے اسباب دیئے۔اب کیا اس کــل سے یہ مطلب ہے کہ دنیا کے جزوی وکلی اسباب سے ایک ذرہ بھر باقی نہیں رہا تھا جو ان کے قبضہ میں نہ آیا ہو۔ یہ تو قانون قدرت اور عادت اللہ اور عادت الناس کے خلاف ہے ہر ایک بولی میں یہ لفظ اپنے اپنے رنگ میں آتا ہے جیسے ہماری زبان میں ’’سب‘‘ کا لفظ ہے اور متکلم ذہن میں ایک بات رکھ کر بولتا ہے اور مخاطب متکلم کے معہود فی الذہن منشاء کے موافق عین موقعہ پر اسے اتارتا ہے۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی ضروری اشیاء میں سے جو تجھے مطلوب اور تیرے کام کی ہیں کشتی میں اٹھالے اس میں کہاں لکھا ہے کہ تمام چرند، پرند اور درخت اس میں رکھ لئے گئے۔

سوال نمبر ۴۷۔عورت مرد کا چہرہ بھی نہ دیکھے تو بچہ جن سکتی ہے جیسے مسیح علیہ السلام کی پیدائش میں دکھایا گیا۔

الجواب۔(۱) جو اسلام قرآن کے صحیفہ فطرت نے ہم کو سکھایا ہے اس میں تو کہیں نہیں لکھا کہ تم اسلام لاؤ کہ مسیح بے باپ تھے۔(۲) ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام میں یہ بھی ہے کہ تم مان لو

کہ مسیح بے پدر تھا۔(۳) ہمارے پیارے صحابہ کرام اور ہمارے آئمہ اربعہ فقہاء اور دیگر ائمہ عظام نے ہمیں کہیں ہدایت نہیں کی کہ اسلامی ضروریات سے ہے کہ مان لو مسیح بے باپ تھا۔(۴) ہم کو ہمارے صوفیاء کرام نے اپنی تعلیمات میں کہیں تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الٰہی کے مدارج ومسالک واصلاح نفس وحصول اخلاق فاضلہ کے لئے لابد ہے کہ یہ بھی یقین کرو کہ مسیح بے باپ تھے۔(۵) مسیح علیہ السلام کے ماسوا کس قدر انبیاء ورسل اور اللہ تعالیٰ کے مامور گزرے ہیں کسی کا نسب نامہ قرآن کریم میں لکھا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر :۳۲) پس سب کے وجود کا علم بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ وہ کس طرح پیدا ہوئے۔

پھر عیسائیوں کے مذہب میں بلا باپ پیدا ہونا مسیح کی الوہیت کی دلیل ہی نہیں ان کے یہاں تو ملک صدق آدم سب بلا باپ پیدا ہوئے۔ پھر یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں تو یہ مسئلہ تم کو باعث ترک اسلام کیوں ہوا۔ عام تحقیقات کے مسائل میں یہ مسئلہ بھی ہے۔ میں خود مدت تک باایں کہ اسلام میرا ایمان اور میری جان ہے اس بات کو مانتا رہا گو اب میں اس بات کا قائل نہیں رہا مگر آریہ صاحب تمہارے نزدیک تو بے باپ ہونے میں تو تامل نہیں ہوسکتا کیونکہ دیانند نے تو سملاس فقرہ ۴۰ صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے۔ ''دہرم راج یعنی پرمیشور اس جیو کے پاپ پن کے مطابق جنم دیتا ہے وہ (روح) ہوا، اناج، پانی، خواہ جسم کے مساموں کے ذریعہ سے دوسرے کے جسم میں ایشور کی تحریک سے داخل ہوتا ہے بعد داخل ہونے کے سلسلہ وار منی میں جاکر حمل میں قائم ہوکر جسم اختیار کرکے باہر آتا ہے نیز اگنی، وایو، ادت اور انگرہ کا کون باپ تھا۔ یہ تو تمہارے مہارشی اور ویدوں کے مصنف اور تمہارے سلسلہ مذہب کے اصل بانی ہیں کیا سبب بلا باپ نہیں؟'' دیکھو ستیارتھ سملاس نمبر ۸ فقرہ ۴۰ وغیرہ میں بتایا ہے کہ ایشری سرشٹی اور میتھنے سرشٹی اور اور قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ یہ تو تمہاری اور ہر ایک بدقسمت قوم اور متنزل لوگوں کی عادت ہے کہ غیر ضروری مسائل پر بہت بحثیں کی جاویں اور ان کو مذہبی رنگ دیا جاوے بہرحال شائد تمہیں ہدایت ہو جاوے کچھ اور سنو۔

جب نطفہ فضاء فرج میں جاتا ہے تو اس میں سے اسپر ماٹوزوا الگ حرکت کرتے ہیں تو بہت سارے اسپرمسیٹوزوا رحم میں چلے جاتے ہیں اوران میں سے ایک اس کرّہ میں جوخصیۃ الرحم سے آتا ہے داخل ہوجاتا ہے پھر اس نشوونما میں جو غالباً رحم میں ہوتا ہے یہ کرّہ جو مجموعہ دو چیزوں اسپرماٹوزون اوراُدووم کا ہے منقسم ہونا شروع ہوتا ہے۔اسی طرح ایک سے دو۔دو سے چار۔چار سے آٹھ۔آٹھ سے سولہ۔اس طرح بے شمار کرات بن جاتے ہیں اوران سے تین دائرہ نما پردے بنتے ہیں جن میں سے صرف ایک ضلع بچہ بننے کو مخصوص ہوجاتا ہے اور باقی سے جھلیاں وغیرہ بن کر آخر الگ ہوجاتی ہیں کوئی ہے جو بتاوے کہ وہ ضلع کس کے اجزا میں سے نشوونمایافتہ ہے۔پھر خط وخال عادات واطوار۔معتقدات ویقینیات میں یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ کوئی لڑکا اپنے باپ کے رنگ وروپ۔اخلاق وعادات پر ہوتا ہے یاباپ کے خاندان پراورکوئی ماں یاماں کے خاندان پر خط وخال۔اخلاق وعادات میں ہوتا ہے بعض کی حالت دونوں میں مشترک۔ادھرقرآن کریم میں پاتے ہیں کہ حضرت زکریا بالکل بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بانجھ تھی گویا ان کی پیدائش عام نظارہ ہائے قدرت سے الگ تھی اوران کے بعد حضرت مسیح کا قصہ بیان فرمایا ہے۔گویا ترقی ان مظاہر قدرت میں بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اورجس کی جزو میں چاہتا ہے بنا تا ہے۔

سوال نمبر۷۵۔قوم لوط کی بستیاں الٹ کر پھینک دیں۔پتھروں کا مینہ برسایا جبرائیل نے پروں سے وہ شہر الٹادیا۔

الجواب۔پھرکیا الٰہی کاموں میں یہ بڑی بات ہے تمہارے مذہب کی رو سے تمام پرتھوی تباہ ہوجاتی ہے سب کچھ جل بن جاتا ہے اور جل بھی تباہ ہوجاتا ہے تو آگ بن جاتا ہے۔سو وہ بھی تباہ ہوکر ہوا بن جاتا ہے پھر وہ بھی تباہ ہوجاتی ہے بلکہ سب کچھ تباہ ہوکر صرف ایشورسا مرتھیہ ہی باقی رہ جاتی ہے۔بدکاروں شریروں کے لئے ایسے نمونے ہمیشہ موجود رہتے ہیں کیا تم نے جاوا۔پمپاے کی تباہی کی آگہی حاصل نہیں کی اور جاوا سینٹ پیری تو انہیں دنوں کے واقعات ہیں۔

لوط کی قوم شریر۔حق کی دشمن۔حقیقت کی عدو تھی۔گندے اعمال اور خلاف فطرت کاموں میں منہمک تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا۔ڈیڈسی (بحر مردار) کی جھیل ان کی تباہی کی زندہ نشانی ہے اور ان کی بدعملی کا نمونہ بتانے کو انگریزی زبان میں ساڈومی کا لفظ موجود ہے۔اس جہاں میں ہمیشہ نظارہ ہائے قدرت خدا تعالیٰ کے نبیوں کی تعلیم کی تصدیق کے لئے واقع ہوتے رہتے ہیں۔شریران کی خلاف ورزی میں تباہ ہوتے ہیں۔اور راست بازوں کی صداقت پر اپنی بربادی سے مہر کر جاتے ہیں۔پتھروں کا مینہ ہی تھا جس نے حال میں سینٹ پیری برباد کیا اور وہ بھی پتھروں کا ہی مینہ ہوتا ہے جس کا ذکر سوال نمبر ۸۱ صفحہ ۲۸۵ کے جواب میں می ٹی ی ارز کے بیان میں لکھا ہے۔

سوال نمبر ۷۶۔شعیب پیغمبر کی قوم کو چیخ مار کر تباہ کیا۔

الجواب۔وہ لفظ جس کا ترجمہ تم نے چیخ کیا ہے وہ صیحة کا لفظ ہے لغات القرآن میں لکھا ہے۔اَلصَّيْحَة قد تفزفعبر بها عن الفزع صاح الزمان لال برمك صيحة خروا الصيحته على الاذقان.

یعنی صیحہ سے مراد آفت اور مصیبت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے۔کیا معنے ؟ زمانہ نے برمکیوں پر ایک بلا ڈالی اس بلا کے سبب سے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑے۔

اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ جس شخص پر مصائب پڑتے ہیں وہ روتا چیختا چلاتا بھی ہے۔اب بتاؤ کہ اس واقعہ میں کون سی ناممکن بات ہے کہ شعیب کی قوم عذاب الٰہی سے چیختی چلاتی ہلاک ہوگئی۔

سوال نمبر ۷۷۔مٹھی بھر کنکریاں مار کو فوج مخالف اسلام کو بھگا دیا۔اللہ تعالیٰ کے قول مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال :۱۸) پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب۔کیسا سچا کلمہ توحید اور راست بازی کا بھرا ہوا ہے۔نبی کریم ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے کہ تیری رمی اللہ تعالیٰ کی رمی ہے۔کیا ہی سچ ہے کہ دشمن کو تیر مارنا یا اپنی مار کا دشمن کو نشانہ بنانا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کے ارادہ سے وابستہ ہے و الّا ہاتھ خطا بھی جاتا ہے۔اب

کیسا سیدھا وصاف مطلب آیت شریفہ کا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الانفال :۱۸) یعنی تو نے دشمنوں پر نہیں پھینکا جو کچھ پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا یعنی اللہ نے تجھے مظفر و منصور کیا اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے سوا کون اپنی طاقت اور تدبیر سے فتح مند ہوسکتا ہے۔ غور سے سنو! جو کچھ حال میں ہو رہا ہے وہ ماضی کا نتیجہ ہے اور جو کچھ مستقبل میں ہوگا وہ حاضر کا ثمرہ ہوگا۔ پرتکلیش پرمان ظاہری مثال اس پر یہ ہے کہ آج رمضان کی ۲۲، سن ۱۳۲۱ھ ہے اور دسمبر ۱۹۰۳ء کی ۱۱ تاریخ۔ کیا اس میں شک ہوسکتا ہے کہ ۲۱۔۲۲ کے بعد ہوئی اور ۲۳ ہجری ۲۲ ہجری کے بعد آئے گا۔ ۱۱۔۱۰ کے بعد ہی آسکتی تھی اور سن ۳ سن ۲ کے بعد ہی ہوسکتا تھا۔ پھر ۲۴۔۲۲ اور ۲۳ کے گزرنے پر ہی آئے گا۔ اب جن بلاد میں گیہوں بویا گیا ہے ان میں ربیع کا کاٹنا اس کے پک جانے کے بعد ہی ہوگا۔ ہزاروں لاکھوں امور کو اسی پر قیاس کرلو۔ اب تم کو آیات کے متعلق جن کو دوسرے لفظوں میں لوگ معجزات کہتے ہیں ایک لطیف نکتہ سناتے ہیں تم فائدہ اٹھاؤ گے تو تمہارا بھلا ہوگا و الّا کوئی سخن شناس اس سے حظ اٹھائے گا۔ بہرحال موجودہ امور گزشتہ امور کے نتائج ہوتے ہیں اور مستقبل حال کا ثمرہ یہ سلسلہ ماضی کی طرف اگرچہ ان لوگوں کے نزدیک جو الٰہی ہستی سے بے خبر ہیں لا منتہیٰ ہے مگر خدا کے ماننے والے جانتے ہیں کہ بات یہی سچ ہے۔ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (النجم :۴۳) یعنی سب چیزوں کا منتہےٰ اور انجام تیرے رب کی طرف ہے۔ زمانہ بھی آخر مخلوق ہے کیونکہ زمانہ مقدار فعل کا نام ہے مقدار فعل فعل سے پیدا ہوسکتا ہے اور فعل فاعل سے۔ جناب الٰہی کی ذات پاک چونکہ ازلی ہمہ دان۔ ست اور چت (عالم) ہمہ قدرت اور سامرتھ ہے وہ اپنے ازلی علم سے جانتا تھا کہ فلاں اپنے پیارے بندے کو مجھے فلاں وقت مؤید ومظفر اور منصور کرنا ہے اور فلاں وقت فلاں شریر کو جو اس کے مقابل ہوگا ذلیل اور خوار اور خائب وخاسر کردینا ہے اس لئے اس نے ابتدا ہی سے ایسے اسباب اور مواد مہیا کردیئے کہ اس وقت

معین اور مقدر میں اس کا مخلص مومن متقی محسن اور برگزیدہ بندہ لامحالہ فتح مند ہو جاتا ہے اور اس کا دشمن شیطان، اللہ سے دور، فضل سے ناامید، ابلیس شریر اور شرارت پیشہ تباہ و ہلاک ہو جاتا ہے۔

اسی سنت کے موافق خداتعالیٰ اپنے ازلی علم اور ارادہ میں مقرر اور مقدر کر چکا تھا کہ ہمارے ہادی و شفیع خاتم الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ **وبارك وسلم الى يوم الدين** کے جانشینوں کو بلاد ایران و توران اور شام و مصر وغیرہ پر تسلط بخشے گا اور ہر قسم کے فتوحات کا فتح مند اور منصور و غالب کرے گا۔اس ارادہ کے پورا کرنے کے لئے اس قادر حکیم علیم خدا نے ایک طرف ایسی حالت پیدا کر دی کہ تمام عرب میں نیکیوں کے ساتھ ہمت و استقلال بخشا اور اس کے ساتھ وحدت کی روح پھونک دی اور دوسری طرف ان تمام بلاد میں جن کا مفتوح ہونا مقدر تھا تباہی کے اسباب یعنی فسق و فجور۔زنا۔بدکاری۔کسل۔تفرقہ اور طوائف الملو کی پھیل گئی اور تمام باتیں عین نظام کائنات کے مطابق الٰہی ارادہ کے ماتحت اس کے فرستادوں کی پیشگوئیوں کے موافق واقع ہوئیں اور ہوتی ہیں۔

اسی سنت کے موافق جن لوگوں کو حضرت نبی کریم کی اتباع اور معیت کا شرف بخشا اور چاہا کہ انہیں دنیا پر حق کو پھیلانے کا آلہ اور ذریعہ بنائے ان پر یہ فضل کیا کہ ان میں اخلاص۔وحدت خداترسی۔شجاعت۔عفت۔صلح۔خودداری۔استقلال اور توجہ الی اللہ کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور ان کے مخالفوں میں نفاق۔غرور۔کبر۔تہور۔جبن۔فسق۔فجور۔غضب۔عجز و کسل اور غفلت ترقی پر تھی اس روحانی لعنت کے قبضہ میں ہو کر اگرچہ وہ لوگ ان برگزیدوں کے مقابل پر اپنی ساری طاقتوں اور مال اور جان کو خرچ کرتے مگر نامراد اور ناکام رہ جاتے۔اس قصہ کو اب ہم لمبا نہیں کرتے اصل بات سناتے ہیں۔عرب میں ان دنوں میں جنگ کا یہ دستور تھا کہ پہلے مبارزہ ہوا کرتا تھا یعنی ایک آدمی دوسرے کے مقابلہ نکلتا۔پھر مبارزہ کے بعد تیروں سے جنگ کی ابتدا ہوتی تھی اور قاعدہ ہے کہ اگر ایسی جنگ کے وقت تیز ہوا چل پڑے تو اس وقت جس لڑنے والی فوج کی پیٹھ کی طرف سے ہوا

آئے گی اس کی آنکھوں کو کچھ حرج نہیں پہنچے گا اوران لوگوں کے تیروں کو مدد دے گی مگر جس فوج کے سامنے ہوا کا دھکّا ہوگا ان کی آنکھوں میں پڑے گا نہ وہ ٹھیک نشانہ لگا سکیں گے اور نہ مقابل کو اچھی طرح دیکھ سکیں گے۔ایسی باتیں بہت جنگوں میں ہمارے نبی کریم کے عہد سعادت مہد میں پیش آئیں چنانچہ بدر اور حنین بلکہ جنگ احزاب وخندق میں بھی ایسے ہی واقعات وقوع میں آئے۔اسی نعمت کے یاددلانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:۱۰) وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (التوبة:۲۶) جب حضرت ہادی کامل (ﷺ) نے مخالف کا زور زیادہ دیکھا تو ایک مٹھی کنکروں کی مخالف کی طرف پھینکی اور دوسری طرف اس وقت جناب الٰہی نے اپنی سنن میں وہ وقت رکھا تھا کہ کنکر پھینکنے والی تیز ہوا چل پڑے اسی طرح عادۃ اللہ ہے۔اسی طریق سے سلسلہ نظام کائنات یعنی جسمانی سلسلہ بھی قائم رہتا ہے اور روحانی سلسلہ اور الٰہی سلسلہ یعنی انبیاء واولیاء اور مومنین کی فتح ونصرت کا سلسلہ بھی قائم ہے اور روحانی سلسلہ اور الٰہی سلسلہ یعنی انبیاء اولیاء مومنین کی فتح ونصرت کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی نصرت کے وقت ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہوتے ہیں اور ہوتے ہیں اس کی سنت اور قانون قدرت کے موافق۔چنانچہ میں ایک ذاتی واقعہ سناتا ہوں جو اسی طرح تہی اسباب اور اسی قسم کی خدا کی نصرت کا ثبوت ہے۔

مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے ایک مقدمہ کیا جس میں شیخ خدا بخش جج تھے میں اس مقدمہ میں گواہ کیا گیا۔ان دنوں ایک شخص مخدوم پیرزادہ ٹنڈو والہ یار علاقہ حیدرآباد سندھ کا رہنے والا علاج کے لئے قادیان میں آیا اور اس نے مجھے نذر کے طور پر آخر ایک سو روپیہ دیا اور بایں کہ امام الدین نظام الدین نے اس کی دعوت بھی کی تھی مگر قدرت الٰہیہ نے ان دونوں کو پتہ نہ لگنے دیا کہ اس مخدوم نے مجھے ایک سو روپیہ دیا ہے۔گواہی کے وقت جب مجھ پر جرح ہونے لگی تو آریہ وکیل نے مجھ پر سوال کیا۔کیا آپ کو اس سال کسی نے یکدفعہ ایک سو روپیہ بھی اس پیشہ طبابت

میں دیا ہے میں دل میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے سجدات شکر ادا کرتا ہوا بول اٹھا کہ ہاں فلاں مخدوم سندھی نے دیا ہے۔تب ہمارے مخالف ایسے مبہوت ہوئے کہ آئندہ سوالات جرح سے خاموش ہو گئے۔

منشاء مخالف کا اس سوال جرح سے اتنا ہی تھا کہ میری حیثیت خداداد کو باطل کرے مگر اس داؤ میں خائب وخاسر ہو گیا۔میں نے اس شکریہ میں پچاس روپیہ مخدوم صاحب کو بذریعہ منی آرڈر واپس کر دیئے۔اب سوچو مخدوم کا بیمار ہونا اس کو میرا پتہ لگنا اور سو روپیہ مجھے دینا اور اس کے اظہار کا موقع ایسے وقت پر ہونا کہ دشمن خاک میں مل جاوے کیسا تعجب انگیز ہے اور خدا پرست کے لئے کس طرح مقام شکر کا ہے۔حقیقی فلسفہ اور سائنس دانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ امور اتفاقی طور پر نہیں ہوا کرتے اس طرح کے واقعات جن کو میں نے اپنے متعلق بیان کیا ہے ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔خدا پرست ان کے وقوع سے شکر گزار ہوتے اور سجدات شکر کرتے ہیں۔غافلوں بدمستوں کے سامنے یوں ہی گزر جاتے ہیں کہ گویا وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فلق بحر (دریا کا پھٹ جانا) **انفجار العیون** (بارہ چشموں کا پھوٹنا) اور ہمارے ہادی کامل رحمۃ للعالمین ﷺ کے دشمن بلکہ حق کے دشمنوں کا موقع موقع پر کامل شکست وہزیمت کھانا، آپ کا اور آپ کے پاک جانشینوں کا برغم الف اعداء ان پر ہمیشہ کامیاب ومظفر منصور ہونا اور بت پرستی ملک عرب سے استیصال کر دینا یہ سب آیات بینات اور حجج نیّرہ اور سچے معجزات ہیں ان کے وقوع سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ دانی اور ازل سے علم کامل اور قدرت کاملہ کا پتہ لگتا ہے۔**والحمد للّٰہ رب العالمین**۔

سوال نمبر ۷۸۔فرشتے اہل اسلام کی طرف سے اہل اسلام کی خاطر لڑنے آئے۔مسلمان اسپین اسٹریا سے نکالے گئے یورپ میں شکست کھائی افریقہ میں خستہ ہوئے۔ہندوستان کی سلطنت کھو بیٹھے وہاں فرشتے کیوں نہ آئے۔

الجواب۔اہل اسلام کی خاطر ہمیشہ فرشتے آیا کرتے ہیں اور آیا کریں گے۔اگر فرشتے اسلام کی خاطر نہ آیا کریں اور نہ آیا کرتے تو جس قدر اسلام کے نابود کرنے کے لئے ہمیشہ دشمنان حق زور لگاتے تھے اور لگاتے ہیں اب تک اسلام نابود ہو جاتا۔ہمیشہ اسلام کے مقابلہ میں کافر ذلیل وخوار ہی رہے۔ہمارے نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں تمام عرب وعجم نے کیا کیا زور لگائے مگر کیا اس ایک انسان کا کام تھا کہ کامیاب ہوتا۔کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ حقیقی دیوتا اور اس کے مظاہر قدرت دیوتے اس کے ساتھ تھے جب ہی تو دنیا کو حیران کرنے والی فتوحات انہیں نصیب ہوئیں۔آج بھی ہمارے زمانہ میں ہم میں ایک حامی اسلام اور سچا مسلمان موجود ہے اس کے استیصال کے لئے بیرونی دنیا میں تمام عیسائیوں تمہارے نئے بھائیوں،سکھوں وغیرھم نے اور اندرونی طور پر شیعہ،سجادہ نشین مولویوں وغیرھم نے کیسے کیسے زور لگائے آخر وہ ملائکہ کا ہی لشکر ہے جو سب مخالفوں کے حملوں کا دفاع کرتا اور ان کی آرزؤں کے خلاف ہزاروں ہزار کو اس کے جھنڈے کے نیچے لا رہا ہے۔

تمہاری عادت جھوٹ بولنے کی بہت ہے۔یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے جو تم نے کہا ہے کہ تم مرزا کی تعلیم کو دیکھ کر آریہ ہوئے۔اپنے ہی دل میں مطالعہ کرو اور بتاؤ کیا یہ سچ ہے؟نہیں ہرگز نہیں!!تمہارا ہم زبان امرتسری مولوی بھی یقین کرتا ہے کہ جھوٹ بولنا تمہاری عادت ہے مگر پھر بھی تمہاری تائید میں تمہارا ہم آواز ہو کر ہمیں پکارتا ہے کہ مرزا کے دوستو جواب دو۔اس ہی سے سوچ لو کہ ہماری مخالفت میں کیسے کیسے زور لگائے جاتے ہیں۔کہاں تمہاری تردید اور تمہارے سیاہ جھوٹ پر اتنا نہیں کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے نیز تم نے مرزا صاحب کی کسی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ تم نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مرزا نے فلاں آیت کے یہ معنے کئے ہیں اس لئے ترک اسلام کر کے دہرم پال بنا۔امرتسری تُرک کی اندرونی عداوت کا سرجوش تھا کہ کہیں تو لکھ دیا چواز قومے یکے بیدانشی کرد اور کہیں ابراہیمؑ کی آگ کے سوال پر کہہ دیا۔مرزائیو!کہو۔اس سے تو قیاس کر کہ

ہمارے مولوی ہمارا استیصال میں کیا زور لگارہے ہیں۔لیکھرام کے قتل پر جو جو زور تم لوگوں نے لگائے تم سے مخفی نہیں۔غیروں کے مقدمات میں تمہارے دت وغیرہ آکودتے اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں اور ایک بال بیکا نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ربّ کل شئی خادمك رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

غرض اب آگ لگا کر دیکھو۔کیونکہ ابراہیم کی نسبت بھی آخر یہی ہوا تھا۔یہ نہیں ہوا کہ ابراہیمؑ آپ دیدہ دانستہ آگ میں کود دے تھے۔مخالفوں نے ڈالا اور ابراہیم بچ گئے۔

سوال نمبر۷۹۔ذوالقرنین نے مغرب میں جا کر دیکھا کہ سورج دلدل میں غروب ہوتا ہے۔

الجواب۔قرن کے معنے شجاعت وقوت کے ہیں۔جانوروں کے سینگ کو بھی قرن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سینگ ان کی قوت میں مدد دیتے ہیں۔مید وفارس کے بادشاہ چونکہ دو مملکتیں اپنے ماتحت رکھتے تھے اور بلاد کی ماتحتی سے بادشاہوں کو قوت ہوتی ہے اس لئے ان کے بادشاہوں کو خصوصاً ان کے پہلے بادشاہ کو ذوالقرنین کہا ہے۔دیکھو دانیال باب ۸۔۴۔اور اس کے ساتھ آٹھ باب کی آیت ۲۰ جس میں تفصیل کی ہے اور اسکندر رومی کو دانیال کی کتاب میں ایک سینگ کا بکرا کہا ہے۔ دیکھو دانیال باب ۸۔۶ اور آیت ۲۱ جس کا ترجمہ یہ ہے وہ بال والا بکرا یونان کا بادشاہ اور وہ بڑا سینگ جو اس کی آنکھوں کے درمیان ہے سو اس کا پہلا بادشاہ ہے۔یہ وہی میخوار سکندر ہے جس نے تمہارے ملک کو بھی زیروزبر کر دیا تھا اور مکہ معظّمہ اس کی دست وبرد سے محفوظ رہا۔گو بدقسمت مسلمانوں کے لئے اس کے مشیر سلطنت ارسطو کی غلط منطق اور اس کا وہمی فلسفہ اب تک نوجوانان اسلام کا بربادکن اور موجب جہالت ہو رہا ہے۔کاش وہ ردالمنطقیین شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تحریم المنطق امام سیوطی کو پڑھیں یا کم سے کم غور کریں کہ ان کو ایسی منطق سے دین ودنیا میں کیا مل رہا ہے جس کو پڑھتے ہیں۔غرض اس مید وفارس کے بادشاہوں سے پہلے اس بادشاہ نے اپنی حفاظت کے لئے بہت سی تدبیریں کی۔ہم نمبر ۸۰ میں ان کا ذکر کریں گے۔اس نے دور دراز ملکوں کا سفر کیا

اور ملک کی دیکھ بھال کی ۔اس کے مغرب کی طرف اس وقت دلدلیں کنارہ ہائے بحیرہ خضر تھیں۔ اس وقت جہاز رانی کا پورا سامان کہاں تھا اور کناروں پر ایسے عمدہ گھاٹ کہاں تھے جیسے اب روز بروز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں تم لوگوں کا احمقانہ خیال ہے کہ پرانے زمانہ میں ہی سٹیمر۔تار وریل وغیرہ فنون تھے اور ان کے موجد آریہ ورتی تھے جس لفظ کا ترجمہ تم نے جا کر دیکھا۔ کیا ہے وہ لفظ **وجدھا تغرب** ہے اس کے معنے ہیں اس نے سورج کو ایسا معلوم کیا اور اس کی آنکھ سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ دلدل میں ڈوبتا ہے۔اب سوچو یہ لفظ ایسا صاف ہے کہ اس میں ذرا اعتراض کا موقع نہیں۔ اس نظارہ کو ہر شخص ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ سورج اسے اگر جنگل میں ہو تو درختوں میں ڈوبتا نظر آتا ہے اور اگر سمندر میں ہو تو پانی سے نکلتا اور آخر پانی میں ہی ڈوبتا نظر آتا ہے ایسے بدیہی نظاروں پر اعتراض کرنا سوائے اندھے کے اور کس کا کام ہے!!

ایک قابل قدر لطیفہ اور باریک نکتہ

القرن من القوم سیدھم ۔قرن سردار کے معنی میں بھی آتا ہے اور قرن سو برس کو بھی کہتے ہیں۔ یہ امر صاحب قاموس اللغہ نے بھی لکھا ہے۔ یہ معنی بہ نسبت اور معنوں کے جو زمانہ کے متعلق اہل لغت نے کئے ہیں بہت صحیح ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم نے ایک غلام (جوان یا لڑکے) کو کہا تھا **عش قرنا** تو ایک قرن زندہ رہ۔تو وہ ایک سو سال زندہ رہا اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی ذوالقرنین کہتے ہیں کیونکہ نبی کریم نے فرمایا ہے **ان لک بیتا فی الجنۃ و انک لذو قرنیھا** کہ تو دونوں طرف جنت کا بڑا بادشاہ ہوگا۔ظاہر میں تو یہ بات اس طرح صادق ہوگئی کہ آپ اپنے عہد مبارک میں عراقین کے مالک تھے اور دجلہ وفرات وجیحون وسیحون آپ کے تحت حکومت تھے اور اب بھی مدعیان اتباع مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام ہی اس ملک کے اکثر حصہ کے مالک وحاکم ہیں اور صحیح مسلم میں اس ملک کو جنت عدن کہا ہے پس ان روایات سے جن کو لغت والوں نے بیان کیا ہے ذوالقرنین کے معنی وسیع ہو گئے یہاں تک کہ اس امت میں بھی ایک ذوالقرنین گذرا۔

اب ہم اپنے عہد مبارک میں جو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک امام ہمام اور مہدی آخر الزمان عیسیٰ دوران کو پاتے ہیں کہ وہ بلحاظ اس معنے قرن کے جس میں سو برس قرن کے معنی لئے گئے ہیں ذوالقرنین ہے جیسے ہمارے نقشہ سے ظاہر ہے اور اس قدر دونوں صدیوں کو اس ذوالقرنین نے لیا ہے کہ ایک سعادت مند کو اعتراض کا موقع نہیں رہتا بلکہ حیرت اور یقین ہوتا ہے کہ یہ کیسی آیہ بیّنہ اور دلیل نیّر اس امام کے لئے ہے اور اس ذوالقرنین نے بھی نہایت مستحکم دیوار دعاوی اور حجج و دلائل نیرّہ کی بلکہ یوں کہیں کہ مسئلہ وفات مسیح اور ابطال الوہیت مسیح کی بنادی ہے کہ اب ممکن ہی نہیں یاجوج ماجوج ہماری جنت اسلام پر حملہ کرسکیں اور کبھی اس میں داخل ہو سکے۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء وعن الاسلام و المسلمین**۔ سعدی نے مال و زر کو بھی سدّ بنایا تھا مگر وہ سدّ کیا سدّ تھی جیسے سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے۔

ترا سدّ یاجوج کفر از زر است

سنہ پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی ۱۸۳۹ء

عمر حضرت صاحب	سن عیسوی	کس سن کی ایک صدی کا اختتام اور دوسرے کا آغاز ہوا۔
۱	سنہ ۱۸۴۰ء	سنہ ۵۶۰۰ یہود
۸	سنہ ۱۸۴۷ء	سنہ ۲۶۰۰ رومی
۹	سنہ ۱۸۴۸ء	سنہ ۱۹۰۰ بکرمی
۱۳	سنہ ۱۸۵۲ء	سنہ ۱۹۰۰ عیسوی انطاکیہ
۱۴	سنہ ۱۸۵۳ء	سنہ ۲۶۰۰ بنونصر
۱۶	سنہ ۱۸۵۵ء	سنہ ۱۹۰۰ جبولین عیسوی
۲۳	سنہ ۱۸۶۲ء	سنہ ۱۹۰۰ ہسپانی

۲۷	؁۱۸۶۶ء	؁۱۸۰۰ مکابیز
۲۹	؁۱۸۶۸ء	؁۲۳۰۰ مٹانک سائیکل
۳۱	؁۱۸۷۰ء	؁۱۹۰۰ اکشن
۳۴	؁۱۸۷۳ء	؁۱۹۰۰ اکتیسی
۳۶	؁۱۸۷۵ء	؁۲۰۰۰ صوریہ
۴۰	؁۱۸۷۹ء	؁۱۸۰۰ تباہی یوروشلم
۴۳	؁۱۸۸۲ء	؁۱۳۰۰ ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام
۴۵	؁۱۸۸۴ء	؁۱۶۰۰ اڈایوکلیشن
۴۶	؁۱۸۸۵ء	؁۳۹۰۰ ابراہیمی
۴۸	؁۱۸۸۷ء	؁۶۶۰۰ جولین
۴۹	؁۱۸۸۸ء	؁۲۲۰۰ مقدونی
۵۱	؁۱۸۹۰ء	؁۲۰۰۰ صدونیہ
۵۳	؁۱۸۹۲ء	؁۵۹۰۰ منڈین
۵۳	؁۱۸۹۲ء	؁۴۷۰۰ قسطنطنیہ ملکی
۵۵	؁۱۸۹۴ء	؁۱۳۰۰ فضلی
۵۶	؁۱۸۹۵ء	؁۱۶۰۰ صعودی
۵۹	؁۱۸۹۸ء	؁۴۷۰۰ سکندری
۶۱	؁۱۹۰۰ء	؁۱۹۰۰ عیسوی
۶۳	؁۱۹۰۲ء	؁۷۵۰۰ یونانی منڈین

۶۹	۱۹۰۸ء	۷۰۰۰ انطاقیہ مذہبی
۵۱	۱۸۹۰ء	۱۳۰۰ فصلی الٰہی
۵۳	۱۸۹۲ء	۱۳۰۰ فصلی
۵۴	۱۸۹۳ء	۱۳۰۰ بنگلہ
۴	۱۸۴۳ء	۱۹۰۰ بروسٹہ
۶۱	۱۹۰۰ء	۱۹۶۰۸۵۳۰۰۰ آریہ

سوال نمبر۸۰۔ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کوآہنی دیوار سے سمندر کے بیچ میں قید کردیا۔

الجواب۔آہنی دیوار سے سمندر کے بیچ میں قید کردیا۔یہ ایسا سیاہ جھوٹ ہے جیسے تمہارا دل سیاہ اوردماغ سیاہ ہےاورتمہارا یہ نیا چنا ہوا مذہب تاریک ہے جس میں حق وحقیقت اورروحانی تعلیم کا نام ونشان نہیں ۔ذوالقرنین کی حقیقت تو ہم نے سوال نمبر۷۹ میں لکھ دی ہے اورتمہارے جھوٹ کا جواب یہ ہے **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین** ۔ہاں یاجوج وماجوج اوردیوار کا تذکرہ ضروری ہے سوسنو! مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں جہاں اقلیم چہارم کا حال لکھا ہے وہاں لکھا ہے کہ اس اقلیم کا دسواں حصہ جھیل قوقیا تک ہے اوراسی پہاڑ کوجھیل یاجوج ماجوج کہتے ہیں آخر کہا ہے کہ یہ تمام ترکوں کی شاخیں ہیں۔صفحہ نمبر۶۰ ابن خلدون۔

پھراقلیم خامس میں لکھا ہے کہ اس کا نواں جزوارض یاجوج وماجوج ہےاوراسی اقلیم کی جزوعاشر میں کہا ہےاوراس کی جزوعاشر میں ارض یاجوج ہے صفحہ ۶۵۔پھراقلیم ششم کا بیان کرتے ہوئے صفحہ نمبر۶۷ میں لکھا ہےاوراسی اقلیم کی دسویں جزومیں بلاد ماجوج ہے پھراقلیم ہفتم کے بیان میں کہا ہے کہ جبل قوقیا یہاں بھی ہےاوراس کی مشرق میں تمام ارض یاجوج ہے۔اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج بڑی بڑی شمالی بلاد میں پھیلی ہوئی قوم ہے۔بائبل کی کتاب حزقیل کے باب ۳۸ میں ہےاورمیں ماجوج پراوران پر جوجزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا

اور وے جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔'' اور اسی باب میں ہے تو جوج کے مقابل جو ماجوج کے سرزمین کا ہے اور روس مسک توبال کا سردار ہے''۔ تمام ہمارے جغرافیوں میں جو عربی میں ہیں اور وہ جرمن۔فرانس وغیرہ میں طبع ہوئے اور ہیئت کی کتابوں میں جیسے چغمینی اور اس کی شروح ہیں اور تمام بڑی لغت اور طب کے علمی حصہ کی کتابوں میں اس قوم کا ذکر ملتا ہے اور یہاں ہمیں کتابوں کے دکھانے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ یاجوج ماجوج کا لفظ اج سے نکلا ہے اور اسی سے اگ پنجابی میں اور آگ اردو میں بولا جاتا ہے اور یہ تمام قومیں جوشیلی آگ کی طرح اور رنگت میں آگ سے تیز ہیں۔

اگنی ہوتر اور آگ میں اعلیٰ اعلیٰ چیزیں۔مشک۔دودھ۔شہد ڈالتے ہیں اور اس وقت تمام یورپ کو آگ سے خاص تعلق ہے۔آگ سے ایسے ایسے بڑے کام لے رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔سورج کو بڑا عظیم الشان مرکز آگ کا یقین کر کے اس کی پرستش ہوتی ہے بلکہ عیسائی مذہب نے تو توریت کا عظیم الشان حکم سبت کا توڑ کر سن ڈے بزرگ دن مانا ہے نیز اگر دیانند نے راست بازی اور تحقیق سے کہا ہے کہ آریہ ورتی شمال سے آئے تو کوئی تعجب نہیں کہ یہ لوگ بھی انہیں یاجوج ماجوج کی شاخ ہوں لاکن اگر یہ ایران سے آئے ہیں تو پھر ذوالقرنین کے ملک سے ہیں جو یاجوج ماجوج کا مخالف تھا۔

پھر میں کہتا ہوں اس قوم یاجوج ماجوج کے ثابت کرنے کے لئے ہمیں کہیں دور دراز جانے کی ضرورت نہیں حقیقۃً ضرورت نہیں اس لئے کہ لنڈن میں ان دونوں قوموں کے مورثان اعظم کے اسٹیچو (بت) موجود ہیں **غور کرو اور سنو!** اس تحقیق میں بحمداللہ نورالدین اول انسان ہے جس نے اردو میں اس کو شائع کیا ہے افسوس ہمارے یہاں آج کل فوٹو گرافر نہیں والّا ہم ان کی تصویر بڑی خوشی سے شائع کرتے۔اصل رسالہ میں یاجوج ماجوج کی تصویر بھی دی ہے اس تصویر سے ظاہر ہے کہ دو بڑے بڑے کندہ کئے ہوئے بت گلڈ ہال کی دیوار کے دوزاویوں پر دھرے ہوئے ہیں یہ دنیا بھر کے مشہور و معروف دیو یاجوج ماجوج ہیں ان کا گلڈ ہال سے ایک ایسا خاص تعلق ہے کہ اس پر کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اگلے زمانہ میں...... لارڈ میئر کی نمائش کے دن ان کو باہر لایا جاتا تھا کہتے ہیں کہ یہ بت اس لئے بنائے گئے تھے کہ زمانہ قدیم کے یاجوج ماجوج اور کارنیس (cornius) کی یادگار قائم رہیں جو اس جزیرہ (انگلستان) پر قدیم باشندوں سے جنگ کیا کرتے تھے۔ ایک عرصہ بعد ان دولڑانے والوں میں سے ایک کا نام بھول گیا تو دوسرے کے نام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا (تاکہ دونوں کی یادگار قائم رہے) پھر یہ بھی روایتاً یقین کیا گیا ہے کہ ہمارے شہر لنڈن کی بنیاد اسی حملہ آور یاجوج ماجوج نے ڈالی تھی اور اوّل ہی اوّل اس کا نام (Troy Vacum) یعنی نیا ٹراے رکھا۔ یہ شہر سن عیسوی سے ایک ہزار سال پیشتر انگلستان بڑا مشہور شہر ہوتا تھا۔ دونوں بت جو گلڈ ہال کے وارنڈے میں رکھے ہیں ہر ایک ساڑھے چودہ فٹ بلند ہے یاجوج جو بائیں پہلو کو ہے اس کے ہاتھ ایک لمبا عصا ہے جس کے ساتھ زنجیر سے ایک گولا (کرہ) بندھا ہوا ہے وہ گولا میخوں سے پُر ہے۔ یہ ایک اوزار تھا جس کو تاریخ زمانہ وسطی میں صبح کا تارا بولتے تھے۔ علاوہ ازیں یاجوج کی پشت پر ایک کمان اور ترکش ہے جو تیروں سے پُر ہے۔

دائیں طرف دوسرا بت ماجوج کا ہے جو ڈھال اور برچھی سے مسلح ہے اس نے ایسا لباس پہنا ہوا ہے جو رومیوں کی مذہبی سوسائٹی کے لوگ پہنا کرتے تھے جن کے زمانہ میں یہ بت بنائے گئے۔ (دیکھو صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸) رسالہ گائیڈ ٹو دی گلڈ ہال لنڈن۔ ایک کتاب مصنفہ ٹامس بارہم مطبوعہ ۱۷۵۰ء میں لکھا ہے کہ موجودہ بتوں سے پہلے ان کی جگہ دو اور دیو تے تھے جو وصلی اور ٹہنیوں اور چھڑیوں سے بنے ہوئے تھے اور وہ لارڈ میئر کے دن نمائش کے لئے باہر لائے جاتے تھے لیکن جب بسبب مدید زمانہ کے بوسیدہ ہوگئے تو ان کے قائم مقام موجودہ عظیم الشان ٹھوس بت تراش کر بنائے گئے وہ شخص جس نے ان کو بنایا تھا اس کا نام کپتان رچرڈ سانڈرس تھا جس کو اس کاریگری کے عوض میں ستر پونڈ دیئے گئے۔

ہمارے مفسرین نے تو فرمایا ہے کہ وہ پہاڑ چاٹتے ہیں اور ان کو پیاز کے برابر کر دیتے ہیں مگر میں بحمداللہ دیکھتا ہوں کہ انہوں نے پہاڑ۔ دریا۔ لوگوں کا مال۔ عزت۔ جاہ و سلطنت۔ بلند پروازی۔

ہمت واستقلال سب کچھ کھا کر موسیٰ کے سانپ کی طرح تم دیکھ لوڈ کار بھی نہیں لیا بلکہ جیسے ہمارے ملک میں پادعیب ہے ان کے یہاں توڈ کارعیب ہوگیا ہے اوران کے کان تو اتنے لمبے ہیں کہ مشرق ومغرب تک کی آواز ہرروز سن کر سوتے اوراٹھتے ہی سنتے ہیں۔

زمانہ سابق میں جب کہ تار پیڈ واورتوپ کا عام موقع نہ تھا لوگ دیواروں سے حفاظت کا کام لیتے تھے جنہیں فصیل کہتے تھے۔ چنانچہ لاہور کی فصیل ہمارے سامنے گرائی گئی۔امرتسر کی خندق وفصیل ہمارے سامنے ضائع کی گئی وغیرہ وغیرہ بلکہ دیانند اور منوجی نے فصیلوں کا اپنے شاستروں میں ذکر فرمایا ہے جن کا آگے حوالہ آتا ہے غرض اپنے اپنے وقتوں میں حملہ آوروں کی حفاظت کے لئے لوگوں نے ایسی دیواریں بنائی ہیں اسی طرح چین کی دیوار مشہور عالم ہے۔فضل بن یحیٰی برمکی نے اسلام میں ایک ایسی دیوار بنوائی ۔دیکھومقدمہ ابن خلدون اقلیم ثالث کا بیان صفحہ ۵۴ میں ہے کہ ترک اور بلاد ختل میں ایک ہی مسلک مشرق میں وہاں فضل نے ایک سدّ بنوائی۔

سدّ سبا ۸۱	۹۷	تقویم البلدان
سدّ مآرب ۹۶	۹۷	
سدّ یاجوج ماجوج	۲۰۶	
اور بنام دربند صفحہ ۳۵ اور		
بنام حصن ذوالقرنین ۹۳		

کتاب البلدان میں صفحہ ۱۷، ۲۹۸، ۳۰۱ اور مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱۱ میں ہے دیکھو مراصد الاطلاع باب الباء والالف طبع فرانس جلد اول اوراسی کی تائید آثار باقیہ سے بھی ہوتی ہے۔صفحہ ۴۱ کہ باب الابواب ایک شہر ہے بحر طبرستان پر جس کو لوگ بحر خرز کہتے ہیں اور وہ جبل قبق کے بہت دروں میں سے ایک درہ ہے اس درہ میں ایک دیوار کو انوشیروان (یہ نیا انوشیروان نہیں پرانا ہے) نے قوم خرز کے حملوں سے بچنے کے لئے بنوایا تھا کیونکہ خرز قوم فارس پر (یہ وہی فارس ہے جو میدیا

کی جزو ہے) ایسے حملے کرتے تھے کہ ہمدان اور موصل تک پہنچ جاتے تھے اور مراصد الاطلاع کی جلد نمبر۲ باب السین والدال کے صفحہ نمبر۱۷ میں ہے کہ سدّ یاجوج ماجوج جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے وہ ترکوں کی آخری حد پر مشرق وغیرہ میں ہے اور اس کی خبر عام شہرت رکھتی ہے۔ سلام ترجمان کی خبر میں اس کا مفصل بیان ہے پھر صاحب مراصد نے اس کی تفصیل کی ہے۔ غرض ایسی دیواریں ہوئی ہیں۔

چین کی دیوار بہت مشہور ہے حاجت ذکر نہیں اور اس کو ہم کسی صورت میں سدّ ذوالقرنین تسلیم نہیں کر سکتے اس لئے کہ قرآن کا طرز ہے کہ اہل کتاب کے جھگڑوں میں ایسے امور کو بیان کرتا ہے جو غالباً اہل کتاب کی کتابوں میں ہوں اور اہل کتاب کی کتاب دانیال میں ہمیں ذوالقرنین کا حال صاف صاف ملتا ہے کسی چینی بادشاہ کا نام ذوالقرنین کتب سابقہ اور اسلامی روایات ولغت سے ثابت نہیں۔ یورال کی گھاٹیوں میں بھی ایسی دیواروں کا پتہ عرب کے بڑے بڑے جغرافیوں سے ملتا ہے۔

(۱)۔مراصد یاقوت حموی۔مطبوعہ فرانس

(۲)۔مسالک الممالک ابواسحاق ابراہیم الاصطخری الکرخی مطبوعہ برازیل

(۳)۔تقویم البلدان۔سلطان عمادالدین اسماعیل۔پیرس

(۴)۔نزہۃ المشتاق للادریسی

(۵)۔آثارالباقیہ۔احمد بیرونی۔مطبوعہ جرمن

(۶)۔مقدمہ ابن خلدون۔طبع مصر

(۷)۔المسالک والممالک۔ابن حوقل۔طبع لنڈن۔

یہ میرے پاس بحمد اللہ ہیں۔ان میں یہی یاجوج وماجوج کا ذکر ہے۔کتاب البلدان کے صفحہ ۳۔۵۔۹۵۔۱۰۴۔۱۹۳۔ ۱۹۸۔ ۳۰۱ اور مسالک الممالک ۶۔۷ بلکہ ستیارتھ صفحہ ۱۹۲

سملا س نمبر۶ فقرہ ۲۳۵ میں شہر پناہ کے بارہ میں بھی حکم ہے کہ شہر کے چاروں طرف شہر پناہ رکھنا چاہیے۔

اسی قاعدہ کے موافق اس بادشاہ نے آرمینیہ اور آذربائیجان کے درمیان جیسا بیضاوی وغیرہ مفسروں نے لکھا ہے دیوار بنائی بلکہ اور اور دیواریں بھی ان بادشاہان مید وفارس نے بنائیں اور ایسی دیوار کیونکر تعجب اور انکار کا موجب ہوسکتی ہے جب کہ تمہارا منہ سیاہ کرنے کو سینکڑوں کوس کی لمبی دیوار چین میں اب بھی موجود ہے بلکہ ہم نے ایک دیوار کانٹے دار جھاڑیوں کی سینکڑوں کوس تک ہندوستان میں صرف سانبھر کی حفاظت کے لئے دیکھی ہے۔اب بتاؤ ایسی صاف اور واقعی بات کیا اعتراض کا محل ہوسکتی ہے۔

سوال نمبر ۱۸۔آسمان بغیر ستونوں کے ہیں۔ یہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (لقمان :۱۱) پر اعتراض کیا ہے اور کلمہ طیبہ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (الجن :۱۰) پر اعتراض کیا ہے جیسے کہا ہے چوکی پہروں سے آراستہ پیدا کئے گئے ہیں۔ جب شیطان چپ چاپ بات سننا چاہے تو ان کو ستارے توڑ کر مارتے ہیں۔ یہ آیات ہیں جن پر اعتراض کیا ہے ان آیات کو ہم آگے لکھیں گے۔

الجواب۔آیت سوال نمبر 1 کا تو یہ منشاء ہے کہ تمام بلندیاں کسی ایسے سہارے سے قائم نہیں جن کو تم دیکھ سکو۔قرآن کریم میں ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (لقمان :۱۱)

ترجمہ۔ پیدا کیا اس نے تمام آسمانوں کو بغیر کسی ایسے ستونوں کے کہ جو تم دیکھو ان کو۔پس یہ کیسی صاف صداقت ہے جس کے خلاف کوئی عقل مند چون و چرا نہیں کرسکتا۔نادان انسان! کیا تو نے ان کرّوں کے باہر کسی ستون کو دیکھا ہے جو اعتراض کرتا ہے۔تمہارے مذہب میں ایشور کو محیط کل مانا ہے جب وہ ان آسمانوں کو محیط ہوا تو کیا وہ ستون تم دیکھ سکتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔**سنو!** اس کا نام آتما ہے جس کے معنی محیط کے ہیں پس اس صداقت پر کیا اعتراض ہے پھر اس کا نام پرش ہے جس کے معنی محیط کے ہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲، ۲۴۔دوسرے اور تیسرے نمبر کے جواب دینے

سے پہلے مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے صاف اور بدیہی امور کو بیان کردوں جن کے ملحوظ رکھنے سے آیات نمبر۲ اور نمبر۳ کے فہم میں بہت سہولت ہو کیونکہ اس سوال پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے اور عام کالجوں کے لڑکے اور وہاں سے نکل کر بڑے عہدوں پر ممتاز اور ان کے ہم صحبت ایسی باتوں پر بہت تمسخر کرتے ہیں۔ پس چند امور بدیہی کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔

اوّل۔ مناظر قدرت کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد لوگ ہوا کرتے ہیں مثلاً دوسرے کی آنکھوں کو ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کرسکتا۔ پھر ایک عقل مند بھی دیکھتا ہے گو وہ اصلی اور مصنوعی میں فرق کر لیتا ہے مگر آنکھ کے امراض سے واقف نہیں ہوسکتا اور نہ اس کی خوبیوں اور نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے پھر شاعر دیکھتا ہے جو اس کے حسن وقبح پر سینکڑوں شعر لکھ مارتا ہے۔ پھر طبیب وڈاکٹر دیکھتا ہے جو اس کی بناوٹ اور امراض پر صدہا ورق لکھ دیتا ہے۔ پھر موجدین دیکھتے ہیں جیسے فوٹو گرافی کے موجد نے دیکھا اور دیکھ کر فوٹو گرافی جیسی مفید ایجادیں کیں۔ پھر اس کے اور وہ بھائی دیکھتے ہیں جنہوں نے عجیب درعجیب ٹیلس کوپ وغیرہ ایجاد کئے۔ پھر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے اور اس سے بھی اوپر انبیاء ورسل دیکھتے ہیں اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کریم دیکھتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ہزاروں ہزار نظارہ ہائے قدرت ہیں اور ان کے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔

اب ہم شہاب ثاقبوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ شہاب وہ چیزیں ہیں جنہیں انگریزی میں میٹارز کہتے ہیں۔ یہ تو بچہ عامی۔ شاعر۔ حکیم سب یکساں دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ شہب گاہے گاہ نظر آتے ہیں اس سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اب یہ بات کہ کیوں گرتے ہیں؟ اس پر خداداد عقل والے بھی غور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ کیوں گرتے ہیں اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام لغو اور بے حکمت نہیں ہوتا اس لئے ہم میٹارز کے متعلق عامیوں کے بے فائدہ نظارہ کو چھوڑ کر پہلے حکماء کا نظارہ بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ میٹارز آسمان میں سے کرّہ ہوائی میں داخل ہوکر روشن ہوجاتے ہیں۔ایسے ہرروز ۲۰ملین ہوا میں داخل ہوتے ہیں یہ چھوٹے اور عام اور روزانہ ہیں۔رات کے پچھلے حصہ میں پہلے کی نسبت تین گنے زیادہ ہوتے ہیں۔ میٹارز کی فوج دورے کے ساتھ آتی ہے یہ دورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دورے مفصلہ ذیل ہیں۔

۲۸۶ ہجری و ۵۹۹ ہجری (مئی ۶۱۰ء) ۹۰۲ء و ۹۳۱ء و ۱۰۰۲ء و ۱۱۰۱ء و ۱۹ جنوری ۱۱۳۵ء و ۱۲۰۲ء و ۱۳۶۶ء و ۱۰ امارچ ۱۵۲۱ (میں حیرت بخش رمی ہوئی) ۱۵۳۳ء و ۱۶۰۲ء و ۱۶۹۸ء و ۱۷۹۹ء و ۱۸۲۳ء و ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۲۔ بعض میٹیارز سورج کے گرد شکل کا نک سکشن (انقطاع خرطومی) میں دورہ کرتے ہیں۔میٹیارز کائٹ کے گرد بہت ہوتے ہیں وہیں سے آتے ہیں جن دنوں کائٹ نمودار ہوتا ہے ان دنوں میں یہ بھی کثرت سے گرتے ہیں خود کائٹ بھی ایک میٹیارز ہے۔

کیمیکل (کیمیاوی) امتحان سے معلوم ہوا ہے کہ مفصلہ ذیل اشیاء میٹیارز میں پائے جاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔لوہا۔ ایکومینی ام۔میگ نے سی ام۔پوٹاسی ام۔سی لی کن۔سوڈیم۔ اکسیجن۔کیل کی ام۔نکل۔آرسینک۔کابلٹ۔ فاسفورس۔کرونیئم۔ نائیٹروجن۔ مگیے نیسی۔ سلفر۔کلورائین۔کاربن۔ٹی ٹے نی ام۔ہائی ڈروجن۔ٹین۔تانبا۔

تمام مقامات جن میں میٹیارز جمع کئے گئے ہیں یورپ میں وائنا۔پیرس۔لنڈن۔برلن اور امریکہ میں نیوہیون ایمہرسٹ۔لوئزول۔یہ پتھر عموماً بڑے نہیں ہوتے۔عجائب خانہ میں ایک سو پونڈ سے زیادہ وزن کے کم پتھر کم ہی پائے جاتے ہیں ایسی بارش ان پتھروں کی شاذونادر ہی ہوئی ہوگی جس میں کل پتھروں کا وزن ہزار پونڈ تک پہنچا ہو۔مقام پلٹسک کے نوسو پچاس سالم پتھر پیرس کے عجائب خانہ میں موجود ہیں جن میں سے ہر ایک کا اوسط وزن ۶۷ گرام ہے یعنی اڑھائی اونس سے بھی کم ہے۔سٹاک ہولم کے عجائب خانہ میں ایک پتھر کا وزن ایک گرین سے بھی کم ہے۔مقام ایمٹ کی بارش میں ایک پتھر قریباً ۵۰۰ پونڈ کا گرا تھا۔

میٹی ارک آیرن۔اس قسم کا ایک ٹکڑا ۱۶۳۵ پونڈ وزنی بیل کالج میوزیم میں موجود ہے۔قریباً اتنے ہی حجم کا ایک ٹکڑا پیرس کے میوزیم میں ہے۔اس سے کسی قدر چھوٹا ٹکڑا شہر واشنگٹن کے نیشنل میوزیم میں ہے اوران سے ایک بہت بڑا ٹکڑا برٹش میوزیم میں ہے۔

دوسراامر یہ ہے کہ ہم اس مذہب کی تحقیق بیان کرتے ہیں جس کو پال نے مذہب اسلام سے اوپر یقین کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام سے وہ مذہب اچھا ہے اس کی آخری تحقیقات کی کتاب مکاشفات کے باب ۱۲ میں ہے۔''ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور اس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اس کی دم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچے اور انہیں زمین پر ڈالا'' اوراسی باب میں ہے پھر آسمان پر لڑائی ہوئی میکائیل اوراس کے فرشتے اژدہے سے لڑے اوراژدہا اوراس کے فرشتے لڑے۔پھر متی ۲۴ باب ۲۹ آیت ''ستارے گریں گے''اور بروج کے متعلق مسیحی کتابوں میں ہے۔دیکھوایوب ۳۸ باب ۳۲ آیت۔''کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطق البروج ایک ایک اس کے موسم پر پیش کرے۔''

اورشہابوں کے بارے ان میں لکھا ہے دیکھوایوب ۳۸ باب ۳۶ آیت میں ہے۔یا کس نے شہابوں کوفہمید عطا کی۔اس سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ شہابوں کوبھی فہمید ہے پر آگے بیان نہیں کیا کہ کیا فہمید ہے اوراس فہمید سے کیا کام لیتے ہیں؟اورزبور ۱۰۴ میں ہے وہ اپنے فرشتوں کوروحیں بناتا ہے اوراپنے خدمت گزاروں کوآگ کا شعلہ۔

اب تک ہم نے یہ باتیں بیان کی ہیں کہ می ٹی ارز۔الکاپات۔شہاب ثاقب اورشعلہ ہائے نار آسمان سے گرتے نظر آتے ہیں اور کتب یہوداور مسیحیوں نے بھی نہیں بتایا کہ کیوں گرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ فعل الٰہی ہے اس لئے لغو بھی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ عادۃ اللہ کے موافق اس میں بڑی حکمتیں ہوں۔

اب تیسرا امر جو اس مضمون میں مجھے بیان کرنا ہے یہ ہے کہ الہامی مذاہب قائل ہیں کہ

دیوتا۔ملک اور فرشتے موجود ہیں اور ان کا ماننا ضروری ہے کیونکہ الٰہی کلام میں ان کا ذکر ہے اور شیاطین اور جنّ بھی ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت کرنا ضروری ہے میں بھی الہامی مذہب اسلام کا معتقد ہوں اور اس کی پاک کتاب میں پاتا ہوں۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ (البقرۃ:۲۸۶) رسول ایمان لایا اس پر جو اتارا گیا اس کی طرف اس کے رب سے اور مومن بھی سب کے سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر۔

اس لئے میں فلاسفروں۔سائنس دانوں۔برہموؤں اور آریہ سماجیوں کے لئے ایک دلیل وجود ملائکہ پر اور ان پر ایمان لانے کی ضرورت کی وجہ بیان کرتا ہوں شائد کوئی رشید اور سعادت منداس پر توجہ کرے۔

سب سے پہلے میرے نزدیک ہزاروں ہزار انبیاء ورسول جو راست بازی میں ضرب المثل تھے اور ان کے مخلص اتباع کا اعتقاد اس بارے میں کہ ملائکہ اور شیاطین ہیں بہت بڑی دلیل ہے مگر ایک دلیل مجھے بہت پسند آئی ہے جسے میں پیش کرتا ہوں اور دلیری سے پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے بار بار کے تجارب میں آچکی ہے اور وہ یہ ہے تمام عقلاء میں یہ امر مسلّم ہے کہ اس زمین کا کوئی واقعہ بدوں کسی سبب کے ظہور پذیر نہیں ہوتا بلکہ صوفیاء کرام اور حکمائے عظام اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی امر حقیقت میں اتفاقی نہیں ہوا کرتا تمام امور علل اور حکم سے وابستہ ہوتے ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے نیکی کا خیال بدوں کسی تحریک کے کیوں اٹھتا ہے بلکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اردگرد بدکار بدیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ بدی کے عین ارتکاب وابتلاء میں ان کو نیکی کی تحریک اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔کوئی بتائے کہ اس تحریک نیک اور رغبت پسندیدہ کا وقوع کیوں ہوا؟ آیا بلاسبب اور اتفاقی طور پر؟ یہ تو باطل ہے کیونکہ تجارب نے اس کو باطل ٹھہرایا ہے۔پس لامحالہ نیکی کا محرک ضرور ہے اسی نیکی کے محرک کو

اسلامی کتب اور شریعت میں ملک کہتے ہیں اور ان کے اس تعلق وتحریک کو لمۃ الملک کہا گیا ہے وہ ملک لطیف اور پاک روحیں ہیں جنہیں قلوب انسانی سے تعلق ہوتا ہے اور ہر وقت قلوب کی تحریک میں لگے رہتے ہیں اور ان کے مدمقابل اور ان کی تحریک کے مخالف شیاطین اور ابلیسوں کی روحیں ہیں جو بدی اور بدکاری کی محرک ہیں ان کے اس تعلق کا نام لمۃ الشیطان ہے۔

ایمان بالملائکہ کے معنی اور اس کا فائدہ

شریعت اسلام میں حکم ہے کہ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جب وہ تم کو نیکی کی تحریک کریں تو معاً اسی وقت اس نیکی کو کرلو تو کہ اس نیکی کے محرک کا تعلق تم سے بڑھے اور وہ زیادہ نیکی کی تحریک دے بلکہ اس کی جماعت کے اور ملائکہ بھی تمہارے اندر نیکی کی تحریکیں کریں اور اگر اس تحریک کو نہ مانوں گے تو اس ملک نیکی کے محرک کو تم سے نفرت ہو جائے گی اس لئے ضروری ہوا کہ ملائکہ سے تعلق بڑھاؤ تو کہ نیکی کی تحریک بڑھے اور آخر وہ تمہارے دوست بن جاویں۔ قرآن کریم میں اس نکتہ کو یوں بیان فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ (حٰمٓ السّجدہ:۳۱، ۳۲) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس اقرار پر پختہ ہو گئے ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور خوشی مناؤ اس جنت کی کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم دنیا میں اور آخرت میں تمہارے ساتھی ہیں۔

اور فرمایا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ

(الانفال : ۲۵) اور یقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اوران ملائکہ کے مدمقابل یا ضد ظلمت وہلاکت دوری اور عدم کے فرزند شیاطین اورارواح خبیثہ ہیں۔ان کے تعلقات سے ان کی جماعت دوست بنتی ہے آخر اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں۔ملائکہ۔دیوتا۔ اہرمن۔ارواح خبیثہ۔اسر۔شیاطین کے تعلقات سے ان مظاہر قدرت سے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔پھر آخر کار اچھے لوگوں کو اور اچھے لوگوں سے پیوستگی ہو جاتی ہے اور بروں کو اور بروں سے بلکہ یہ تعلقات اس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ ذرات عالم میں اچھے ذرات کا اچھوں سے تعلق ہوتا ہے اور برے موذی دکھ دائک ذرات کا بروں سے۔کیا کوئی شخص تاریخی مشاہدات اور تجارب صحیحہ سے ہمیں بتا سکتا ہے کہ آتشک اور خاص سوزاک۔جذام اور گھناؤنے اور گندے گندے امراض اور جان گداز ناکامیاں ماموروں۔مرسلوں اوران کے پاک جانشینوں کو لاحق ہوتی ہیں یا ان کے مخالفوں کو؟ قرآن کریم کیسے زور سے دعویٰ فرماتا ہے کہ مقبولان و مقربان الٰہی کے یہ سچے نشان ہیں اسی واسطے کوئی صحابی حضرت خاتم النبیین بہرہ نہیں ہوا۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلة :۲۳) یہی لوگ خدا کی جماعت ہیں اور یادرکھو خدا کی جماعت مظفر و منصور ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون :۹) اور غلبہ سدا اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن :۵۲) ہم ضرور کامیاب کرتے ہیں اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے پیش ہونے کے دن میں۔

اس جنگ اور اولیاء اللہ کی کامیابی کے متعلق جسے دیواسر سنگرام کہتے ہیں ہم نے اس رسالہ میں بہت جگہ تذکرہ کیا ہے۔

چوتھا امر قابل بیان یہ ہے کہ وسائل ووسائط کو تمام دنیا کے مذاہب ضروری تسلیم کرتے ہیں کافر ومومن۔ جاہل و عالم۔ بت پرست و خدا پرست۔ سوفسطائی دہریہ جناب الٰہی کا معتقد غرض سب کے سب وسائل ووسائط کو عملاً مانتے ہیں۔کون ہے جو بھوک کے وقت کھانا۔ پیاس کے وقت پینا۔ سردی کے وقت کوئی دوائی یا گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔مقام مطلوب پر جلدی پہنچنے کے لئے میل ٹرین یا اسٹیمر کو پسند نہیں کرتا۔اگر مومن صرف حضرت حق سبحانہٗ کی مخلصانہ عبادت کرتا اور شرک اور بدعت اور اہوا سے پرہیز کرتا ہے تو غرض اس کی اسے ذریعہ قرب الٰہی بنانا ہوتا ہے اور بت پرست اگر چہ حماقت سے بت پرست ہے مگر کہتا وہ بھی یہی ہے کہ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى (الزمر :۴) ہم تو ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر پوجتے ہیں۔اگر چہ یہ ان کا کہنا اور اس کا عمل درآمد غلط ہی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب صحیحہ بھی ہوتے ہیں اور ایسے اسباب بھی ہیں جن کا مہیا کرنا مومن کا کام ہے اور ایسے بھی ہیں جن کا مہیا کرنا عام عقل مندوں اور داناؤں کا حصہ ہے۔اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب ماننا باعث شرک ہے اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت اور وہم اور حماقت ہے۔تعجب انگیز بات ہے کہ بہت سے فلاسفر۔سائنس دان اور حکماء علل مادیہ اور اسباب عادیہ پر بحث کرتے کرتے ہزارہا نکات عجیبہ اور دنیوی امور میں راحت بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں مگر روحانی ثمرات پر ہنسی ٹھٹھے کر جاتے ہیں وجنوب شمال کو قطب اور قطب نما کی تحقیق میں اور اس پر مشرق ومغرب کو چھان مارا ہے اور سورج اور چاند کی کرنوں سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لوٹے ہیں لیکن اگر کسی کو انہیں نظاموں سے ہستی باری پر بحث کرتا دیکھ لیں تو اس کے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دیتے ہیں کیسا بے نظیر نظارہ ہے جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے۔

اشقیا در کار عقبٰی جبری اند　　　اولیاء در کار دنیا جبری اند

علم ہندسہ جس کی بناء پر آج انجینئرنگ اور اسٹرانومی معراج پر پہنچ گئی ہے۔سوچ لو کیسے فرضی امور

سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے خط استویٰ۔ جدی سرطان۔افق نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں مگر اس فرض سے کیسے حقائق مادیہ تک پہنچ گئے ہیں لیکن اگر ان بدنصیبوں کو کہیں کہ مومن بالغیب ہو کر دعاؤں اور نبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے! تو ہنس کر کہتے ہیں کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں؟ میں نے بارہا ان (مادیوں) کو کہا ہے تندرست آنکھ بدوں اس خارجی روشنی اور تندرست کان بدوں خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدوں ہم سے خارج رحم کے بہت دور کی اشیاء بدوں ٹلس کوپ کے باریک در باریک اشیاء بدوں مائکرس کوپ کے۔دور دراز ملکوں کے دوستوں کی آوازیں بدوں فونوگراف کے اور ان کی شکلیں بدوں فوٹوگرافی کے نہیں دکھائی دیتیں۔

اب جب کہ تم ان وسائط کے قائل ہو اور اضطراراً قائل ہونا پڑتا ہے تو روحانی امور میں کیوں وسائط کے منکر ہو؟ خداتعالیٰ کی ہستی کو مان کر بھی تم ملک اور شیاطین کے وجود پر کیوں ہنسی کرتے ہو افسوس اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہیں دیا۔ناظرین! جس طرح سچے وسائط ہمارے مشاہدات میں ہیں اسی طرح سچے وسائط مکشوفات میں بھی ہیں۔جس طرح مشاہدات میں الٰہی ذات وراء الورا ہے اور ضرور ہے۔اسی طرح الٰہی ذات روحانیت میں بھی وراء الورا ہے۔اگر روحانیت میں بھی بعض وسائط غلط اور وہم ہیں تو مشاہدات بھی اس غلطی سے اور وہم سے کب خالی ہیں!

فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام اور ان کے ارواح کے لئے بطور جان کے ہیں شیاطین بھی ہلاکت ظلمت اور جناب الٰہی سے دوری اور دکھوں کے پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم انجن کے لئے ہے۔

خلاصہ امور چہار گانہ مذکور (۱) مظاہر قدرت کے دیکھنے والے اعلیٰ بھی ہوتے ہیں اور ادنیٰ بھی۔ادنیٰ کو اعلیٰ کی رویت۔رویت کا انکار مناسب نہیں۔(۲) الکاپات۔مٹی ارز۔شعلے ایک عظیم الشان کارخانہ ہے اور اس میں اس قدر مواد ہوتے ہیں کہ اسلحہ کے بنانے والوں نے اور

ستیارتھ والے نے جو ہتھیار لکھے ہیں ان میں اتنے مواد مشتعل نہیں ہوتے۔ پس کیا وہ صرف اس لئے گرتے ہیں کہ چند عجائب خانوں میں پڑے رہیں اور خدا کا یہ عظیم الشان فعل لغو ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ (۳) فرشتے ملک۔سر۔شیاطین۔اہرمن اسر ہیں اور ان کا باہم عداوت کا رشتہ ہے ان کی جنگ نور وظلمت بلکہ عدم ووجود کے جنگ ہے۔(۴) اگر وسائط غلط اور برے ہیں تو وسائل صحیحہ اور عمدہ بھی ہیں۔ اب ہم آیات کا ترجمہ لکھتے ہیں جن میں اس جنگ کا تذکرہ ہے اور پوچھتے ہیں انصاف سے بتاؤ کہ آریو! کیا تمہارا کام تھا کہ تم انکار کرتے۔

۱۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (الحجر:۱۷تا۱۹)

ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان میں روشن اجرام اور خوبصورت بنایا انہیں دیکھنے والوں کے لئے اور محفوظ رکھا ہم نے انہیں ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک شوندہ تکہ باز یا مردود سے ہاں اگر کوئی چھپ کر سننا چاہے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں شہاب ثاقب۔ میٹیارز۔ الکاپات۔

۲۔ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (الصّٰفّٰت:۷تا۱۱) ہم نے خوشنما بنایا اس ورلے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کر دیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک ہونے والے متکبر ضدی سے۔ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر جانب سے دھکیلے جاتے ہیں دھتکارے جاتے اور ان کے لئے دائمی دکھ دینے والا عذاب ہے ہاں اگر کوئی جھٹی مارے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں شہاب ثاقب۔ میٹیارز۔ الکاپات۔

۳۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ (الملك :٦) ہم ہی نے مزین کیا اس ورلے آسمان کو روشن چراغوں سے اور کردیا ہم نے انہیں مار شیاطین کے لئے اور تیار کردیا ہم نے ان کے لئے جلنے کا عذاب۔

۴۔ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (الجن :١٠) تحقیق ہم بیٹھتے تھے بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لئے۔ پس اب اگر کوئی بات سننا چاہے پاتا ہے اپنے لئے شہاب انتظار میں۔

تم ہندیوں اور عام یورپ والوں سے تو طائف کے عرب نمبر دار ہی اچھے نکلے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم کے عہد ٦١٠ء سعادت مہد میں مٹی ارز غیر معمولی بکثرت نظر آئے تو عام طور پر لوگوں نے خیال کیا کہ آسمان تباہ ہو چلا۔ اس لئے لگے اپنی مویشیوں کو ذبح کرنے۔ تب ان کے نمبر دار عبد یالیل نے کہا کہ اگر وہ ستارے نظر آتے ہیں جن سے تم لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہو تو جہان خراب نہیں ہوگا۔ یہ ابن ابی کبشہ (ہمارے نبی کریم کی طرف اشارہ کرتا ہے) کے ظہور کا نشان ہے۔

ابن کثیر میں ہے انالمسنا السماء کے نیچے ہی ابن جریر کہتا ہے اس آیت کے نیچے کہ آسمان کی حفاظت دو باتوں کے وقت ہوتی ہے یا عذاب کے وقت یا ارادہ الٰہی ہو کہ زمین پر اچانک عذاب آجاوے یا کسی مصلح راہ نما نبی کے وقت اور یہی معنے ہیں اس آیت شریفہ کے۔

اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (الجن :١١) یعنی ستاروں کے گرنے کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آیا زمین والوں کے لئے تباہی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے انہیں کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔

خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ مصلح کے تولد، ظہور اور اس کی فتح مندی پر حزب الرحمٰن اور حزب الشیطان کی جنگ پہلے اوپر ہوتی ہے پھر زمین پر۔ آیت کریمہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النازعات :٦) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (الذاریات :٥) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (الطارق :٥) کے نیچے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مفصل لکھا ہے کہ فرشتے بروج پر اثر ڈالتے ہیں اور

ان سے ایک اثر ہوا اور دیگر اشیاء پر پڑتا ہے اور ملائکہ کا اثر شہب میں بھی نفوذ کرتا ہے۔

۲۸ نومبر ۱۸۸۵ میں ۲۷ اور ۲۸ نومبر کی درمیانی رات میں غیر معمولی کثرت سے شہب گرے تو اس وقت ہمارے امام ہمام علیہ السلام کو اس نظارہ پر یہ وحی بکثرت ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۲۳۸۔ براہین احمدیہ۔

یا احمد بارک اللہ فیک . ما رمیت اذ رمیت و لکن اللّٰہ رمٰی

اور اسی کے بعد دمدار ذوالسنین نظر آیا اور ۱۸۷۲ء کی رمی شہب غیر معمولی تھی۔ **والحمد للّٰہ رب العالمین**۔ پس یہ اور کل کواکب زینت سماء الدنیا ہیں اور روحانی عجائبات کی علامات ہیں اور نیز ان سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے یہی تین فائدے بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں بیان فرمائے ہیں۔ اب اس سوال کا جواب ختم کرتے ہیں مگر قبل اس کے کہ ختم کریں آیات ذیل کا بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (الشعرآء:۲۱۱ تا ۲۱۳) تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (الشعرآء:۲۲۳)

اللہ سے دور ہلاک ہونے والی خبیث روحوں کے ذریعہ یہ کلام الٰہی نازل نہیں ہوا اور ان کے مناسب حال بھی نہیں اور ایسا کلام لانے کے لئے وہ طاقت ہی نہیں رکھتے بے ریب ایسا کلام سننے سے وہ الگ کئے گئے ہیں کیونکہ تمام شیطانی کاموں کا قرآن مجید میں استیصال ہے بھلا شیطان اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے؟ شیاطین تو ہر ایک کذاب، مفتری، بہتانی، بدکار پر نازل ہوا کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۸۲۔ رمضان میں رات کو کھایا کرو۔ چرند پرند اور کیڑے رات کو آرام کرتے ہیں مگر روزہ دار کو پیٹ کی پڑی۔ غرب میں تو یہ قانون چل گیا مگر قطب شمالی وجنوبی میں کیا کیا جاوے گا۔

الجواب۔ انسان چرند پرند نہیں نہ ان پر اور ان کے کاموں پر انسان کے کام چلتے ہیں۔ وہ تو وید بھی نہیں پڑھتے کیا انسان بھی نہ پڑھیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ رگوید آوی بھاش بھومکا کے لکھنے والا اتنی

عقل بھی نہیں رکھتا تھا جس قدر تمہاری عقل ہے۔ گووہ گریجوایٹ بی اے نہ تھا کہ وہ ۱۸۴ میں لکھتا ہے جو شخص اتی راتر برت کو پیرایہ مینیہ یگیہ کا جز و ہے پورا کر کے اسنان کرتا ہے اسے تیرتھ کہتے ہیں سوم یگیہ کے موقعہ پر آدھی رات کے قریب یگیہ سے فارغ ہو کر دودھ وغیرہ پینے کو کہتے ہیں۔ یہ آدھی رات کو دودھ وغیرہ پینا کیسا ہے؟ قطب شمالی پر وہی کیا جاوے گا جواب تک کیا جاتا ہے اور قرآن نے ہم کو بتایا کیا تم کو نہیں پڑھایا گیا کہ دو وقت سندھیا کرو تین وقت نہیں۔ سندھیا کے لئے رات اور دن کا باہمی ملنا یہ مقرر وقت ہے اس لئے دن اور رات کے ملاپ میں یعنی طلوع اور غروب آفتاب کے وقت پرمیشور کا دھیان اور اگنی ہوتر ضرور کرنا چاہئے۔ جو شخص یہ دونوں کام صبح و شام کے وقت نہ کرے اس کو بھلے لوگ سب دو جون کے ناموں سے باہر نکال دیں یعنی اس کو شودر کی مانند سمجھیں۔ سوال تین وقت سندھیا کیوں نہیں کرتے؟ جواب تین وقت میں سندہی اتصال نہیں ہوتی۔ روشنی اور تاریکی کا ملاپ بھی شام اور صبح دو وقت ہی ہوتا ہے۔ سملاس نمبر۲ نمبر۶ صفحہ ۱۲۷۔ پس عبادت کے دو ہی وقت ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ اب بتاؤ کہ گرین لینڈ میں یہ قاعدہ وید کا کس طرح چلتا ہے اور کیونکر۔ ایک بار مَیں لاہور میں گیا تو وہاں کئی ایک نوجوان میرے پاس آئے اور یہی گرین لینڈ کا سوال پیش کیا اور قریب تھا کہ وہ کہہ دے کہ صاحبِ اسلام کو اس ملک کی آگہی نہ تھی۔ مَیں نے اس سے کہا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا قرآنی حکم اور اسلام کا عملدرآمد تھا اور ہاتھ کٹے چور مسلمان بھی ہو جاتے اور ہوتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور قرآن کریم میں وضو اور تیمّم کے وقت دونوں ہاتھوں کا دھونا یا مسح کرنا ضروری تھا۔ پر چور ہاتھ کٹے ہاں ہاتھ کا مسئلہ کیوں چھوڑ دیا گیا۔ بات یہ ہے کہ عقلمند انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقلمند بنایا ہے۔ کیا مناسب نہیں انسان کہیں عقل سے بھی کام لے جہاں ہاتھ ہی نہیں انکا دھونا کیسا اور جہاں ماہ رمضان نہیں وہاں رمضان کے روزے کیا معنی اور بھی بہت قسم کے جواب ہیں مگر تمہارے مذاق کے لئے ایک راہ پر ہمیں چلنا ہے اور چونکہ تم

مذہبی آدمی کہلاتے ہوتمہیں اسی رنگ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوا۔ اگر سائنس دان اس طرح کا اعتراض کرتا تو اس کے مناسب حال اس کے جواب کو حاضر ہیں۔ ہم نے اسلام کو مذاہب الہامیہ۔ سوفسطائیہ۔ دہریہ اور سائنس دان سب کے سامنے کیا ہے اور کریں گے اور کامیاب ہوئے اور ہوں گے۔ دیانند نے تو دوپہر اور نصف اللیل کی سندھیا سے انکار کر دیا ہے کہ وہ وقت لیل ونہار کے ملنے کا نہیں تو گرین لینڈ میں بتاؤ سندھیا کیونکر کی جاوے مگر وید سے جواب دینا ہمارے جواب سے جی نہ چرانا انصاف شرط ہے اگر طلب حق کی پیاس ہے۔ کیا روزے دار مسلمان فاتح نہیں ہوئے اور کیا روزے دار کراڑوں۔ ہندوؤں آریہ سے کمزور ہیں۔ کیا روزے دار آریہ ورت کے فاتح نہیں ہوئے۔

روزے دار کا سرّ یہ ہے کہ سلیم الفطرت پیاس کے وقت گھر میں دودھ۔ بالائی۔ برف رکھتا ہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ بھوک کے وقت گھر میں انڈے مرغیاں پلاؤ موجود اور کوئی روکنے والا نہیں۔ قوت شہوانیہ موجود گھر میں اپسرا دلربا موجود پھر اس کے نزدیک نہیں جاتا صرف الٰہی حکم کی پابندی سے وہ رکتا ہے۔ اس مشق سے وہ حرامکاری حرامخوری سے کس قدر بچے گا! مگر یہ تو بتاؤ کہ سمادھی کا حبس نفس چرند پرند کرتے ہیں اور کاربن کا روکنا مفید ہوسکتا ہے؟ پرانایام میں آریہ سانس بند کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۸۳۔ خدا نے زمین وآسمان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور خدا کو تھکان نہ ہوئی۔ ہاتھ سے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ کن سے بناتا وغیرہ وغیرہ۔

الجواب۔ کیا اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے مشورے کی بھی ضرورت ہے؟ پرمیشر احکم الحاکمین حضرت رب العٰلمین سرب شکتیمان ہیں۔ القادر الصمد اور الغنی ہیں۔ پھر سرشٹی کو میتھنی کیوں بنایا۔ پھر کیا ضرورت تھی کہ عورتوں سے صحبت ہو۔ ان میں مرد کا نطفہ پڑے اور بشکل لڑکا ایک تنگ سوراخ سے نکل کر محنت ومشقت سے جوان ہو۔ زمیندار اور گاؤ ماتا کے بچے دکھ اٹھاویں اور غلہ پیدا ہو۔

زیر اعتراض یہ آیتیں ہیں: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات :۴۸)
وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (قٓ:۳۹)

کس قدر صاف اور صریح بات ہے مگر بدفطرت نکتہ چین ہر ایک حسن کو بدصورتی ہی قرار دیتا ہے۔ اس میں ایک لفظ یدہے۔ جس پر صفات الٰہیہ سے جاہل کو اعتراض کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اس لفظ اور صفات الٰہیہ کی حقیقت ہم پہلے صفحہ ۱۴۴ سوال ۲۷ میں بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے وہاں بیان کیا ہے کہ صفات اپنے موصوف کی حیثیت اور طرز پر واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً چیونٹی کا ہاتھ، میرا ہاتھ، شیر کا ہاتھ اور مثلاً اس وقت ہند کی حکومت لارڈ کرزن کے ہاتھ میں ہے۔ بے ہودہ بکواس کرنا، اناپ شناپ کہہ دینا اور بدوں علم وفہم کے اور بدوں اس کے کہ ویدوں کا تمہیں علم ہو ویدوں کی تائید میں گالی دینا جھوٹ بولنا تمھارے ہاتھ میں ہے اور اس کے سوا تمھارے ہاتھ میں کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تمام جہان کا تصرف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ضروری ہے کہ جناب الٰہی کی شان کے مطابق اس کے ہاتھ مانو اور اگر یوں نہیں مانتے تو سنو سام وید فصل دوم حصہ دو کا پر پھاٹک نمبر ۶ صفحہ نمبر ۴۷ میں ہے اندر بطور اس دیوتا کے جسکا باز وقوی ہے ہمارے لیے اپنے ہاتھ سے بہت سی پرورش کرنے والی لوٹ جمع کر۔ بتاؤ اندر کون ہے پھر اسکا داہنہ ہاتھ کیا ہے اور اس سے لوٹ کرنا یہ کیسے الفاظ ہیں۔ کیا تم نے پرمیشر کا نام سہنسر باہو نہیں پڑھا اگر نہیں پڑھا تو یجر وید کا پرش سکت دیکھو۔ پھر اور سنو! یــد کے معنی قوت کے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (ص:۱۸) یعنی یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو بہت ہاتھوں والا (بڑا طاقت ور) وہ جناب الٰہی کی طرف توجہ کرنے والا ہے اور یــد کے معنی نصرت وغیرہ کے بھی ہیں۔ راغب میں ہے يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح :۱۱) ای نصرتهٗ ونعمته و قوته۔ ید کے معنی ملک وتصرف کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرۃ :۲۳۸) ان معنوں میں سے ہر ایک یہاں چسپاں ہوسکتا ہے اور

عام انسانی بول چال میں بھی ہاتھ کا لفظ ان سب معنوں پر بولا جاتا ہے بتاؤ تو تمہاری سمجھ میں کوئی معنی بھی ان معنوں سے آتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر۸۴۔ زمین پر پہاڑ اس لیے رکھے کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جاوے۔

الجواب۔ قرآن کریم میں اس مضمون کی آیت تو کوئی نہیں البتہ یہ آیت ہے وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (النحل :۱۶) اس آیت میں اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ کا لفظ ہے جس کے معنی تمہیں بتاتے ہیں اور دوسری آیت اسی مضمون کی یہ ہے وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (الانبیاء:۳۲)

دونوں میں تمید کا لفظ ہے جو جہالت کے سبب سے دشمن اسلام کی سمجھ میں نہیں آیا۔ **سنو!** لغت عرب میں **مادنی یمدنی اطعمنی** (مفردات القرآن للراغب) اور مید کے معنی ہیں ہلنا دیکھو **ماد یمید میداً ومیداناً تحرک** (قاموس اللغۃ) **مادھم اصابھم دوار** (قاموس) **والمائدۃ الدائرۃ من الارض** (قاموس) ان معنوں کے لحاظ سے جو **مادنی یمیدنی** کے کئے گئے ہیں اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رکھے زمین میں پہاڑ اس لیے کہ کھانا دیں تمہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کہ ان میں برفیں پگھلیں چشمیں جاری ہوں ندیاں نکلیں پھر ان کے سیل پر اس سطح سے جس میں ریگ ہوتی ہے پانی مصفّٰی ہو کر کنوؤں میں آتا ہے پھر اس سے کھیت سرسبز ہوتے ہیں یہ بھی ایک سلسلہ علاوہ رحمت کے سلسلے کے ہے جو باران رحمتِ الٰہیہ سے ہے جس کا ذکر اس کلمہ طیبہ میں ہے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (البقرۃ :۲۳) اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہم نے زمین پر پہاڑ رکھے کہ چکر کھاتے ہیں ساتھ تمہارے یہ الٰہی طاقت کا ذکر ہے کہ اس نے اتنے بڑے مستحکم مضبوط پہاڑوں کو بھی زمین کے ساتھ چکر دے رکھا ہے اور نظام ارضی میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اب کوئی انصاف کرے کہ کن معنی پر اعتراض کی جگہ ہے۔ہم نے تصدیق براہینِ احمدیہ کی جلد دوئم میں اس مضمون پر بسط سے کلام کیا تھا۔اس مسودہ سے بھی یہاں مختصراً کچھ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔مکذب براہین احمدیہ کے اعتراض کا تیسرا حصہ یہ تھا ''اہل اسلام کے نزدیک پہاڑ بمنزلہ میخوں کے زمین پر ٹھونکے گئے۔ یہ خام خیالی ہے۔''

الجواب۔خام خیالی کا دعویٰ کرنا اور ثبوت نہ دینا یہ بھی معترض کی خام خیالی ہے۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ (لقمان :۱۱)اور آیت کریمہ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (النباء :۸)ایک نہایت سچی فلسفی ہے اور اس سچی فلسفی پر جدیدہ علوم اور حال کے مشاہدات گواہی دیتے ہیں اور انہیں مشاہدات سے بھی ہم گذشتہ دیرینہ حوادثات کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔طبقات الارض کی تحقیقات اور مشاہدات سے اچھی طرح ثابت ہوسکتا ہے کہ اس زمین کا ثبات وقرار اضطرابات وزلازل سے خالق السمٰوات والارض نے تکوین جبال اور خلق کوہسار سے ہی فرمایا ہے اور زمین کے تپ لرزہ کو اس علیم وقدیر نے تکوین جبال سے تسکین دی ہے۔چنانچہ علم طبقات الارض میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ زمین ابتداء میں ایک آتشیں گیس تھا جس کی بالائی سطح پر دھواں اور دخان تھا اور اس امر کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (حٰم السجدہ :۱۲) پھر وہ آتشی مادہ اوپر سے بتدریج سرد ہوکر ایک سیال چیز بن گیا جس کی طرف قرآن شریف نے ان لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے وَ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ (ھود :۸) پھر وہ مادہ زیادہ سرد ہوکر اوپر سے سخت اور منجمد ہوتا گیا اب بھی جس قدر اس کی عمق کو غور سے دیکھتے جاویں اس کا بالائی حصہ سرد اور نیچے کا حصہ گرم ہے کوئلوں اور کانوں کے کھودنے والوں نے اپنی مختلف تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالا ہے گو اس نتیجہ میں فلاسفروں کو اختلاف ہے کہ ۳۶ مائل عمق سے نیچے اب تک ایک ایسا ذوبانی اور ناری مادہ موجود ہے جس کی گرمی تصور سے بالا ہے۔(اسلام نے بھی دوزخ کو نیچے بتایا ہے) جب

زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی نہ تھی اس وقت زمین کے اس آتشیں سمندر کی موجوں کا کوئی مانع نہ تھا اوراس لیے کہ اس وقت حرارت زیادہ قوی تھی اور حرارت حرکت کو موجب ہوا کرتی ہے۔ زمین کی اندرونی موجوں سے بڑے بڑے مواد نکلے جن سے پہاڑوں کے سلسلے پیدا ہو گئے آخر جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی ہو گئی اوراس کے ثبات و ثقل نے اس آتشی سمندر کی موجوں کو دبا دیا تب وہ زمین حیوانات کی بودوباش کے قابل ہو گئی ۔اسی واسطے قرآن کریم نے فرمایا ہے اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ (لقمان :۱۱) اوراس کے بعد فرمایا: وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۔ اَلْقٰی کا لفظ جو آیت اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ میں آیا ہے اس کے معنی ہیں بنایا کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں بجائے القی کے **جعل** کا لفظ آیا ہے جس کے صاف معنی ہیں بنایا اوران امور کی کیفیت آیت ذیل سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (حٰم السجدۃ :۱۱) اور زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اوراس میں برکت رکھی اوراس پر ہر قسم کی کھانے کی چیزیں پیدا کیں۔

ایک عجیب نکتہ آپ کو سناتے ہیں آپ سے میری مراد وہ سعادت مند ہیں جو اس نکتہ سے فائدہ اٹھاویں ۔قرآن کریم میں ایک آیت ہے اس کا مطلب ایسا لطیف ہے کہ جس سے یہ تمہارا سوال بھی حل ہو جاوے اور قرآن کی عظمت بھی ظاہر ہو۔ غور کرو اس آیت پر وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (النمل :۸۹) اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتا ہے کہ وہ مضبوط جمے ہوئے اور وہ بادل کی طرح اڑ رہے ہیں یہ اللہ کی کاری گری قابل دید ہے جس نے ہر شے کو خوب مضبوط بنایا ہے۔

غور کرو یہاں ارشاد فرمایا ہے کہ پہاڑ تمہارے گمان میں ایک جگہ جمے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ بادلوں کی طرح چلے جاتے ہیں۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے۔

سوال نمبر۸۵۔خدا آسمانوں وزمین کوتھام رہا ہے۔افسوس خدا کی قدرت کتنی کمزور ہے کہ زمین بنا کر اس کوتھامنا پڑا اسی واسطے اس کواونگھ اور نیند نہیں آتی اتنے بکھیڑے ڈال کر بھلا خدا کونیند کہاں نصیب ہو۔

الجواب۔تھامنا اور پھر آسمانوں اور زمین کا تھامنا۔او احمق انسان! کیا کسی کے ضعف کا نشان ہے یا قوت کاملہ کا۔پھر یہ تو بتا کہ کیا پران نام اس کا غلط ہے(اور جیسے پران کے اختیار میں تمام جسم اور حواس ہوتے ہیں ویسے ہی پرمیشور کے قابو میں تمام جہان رہتا ہے غلط ہے)۔اور پھر کیا ہرنیہ گر بھ جس کے معنی کسی نے سہارا لکھے ہیں دیکھوستیارتھ پرکاش صفحہ ۷ اس نے کوئی حماقت کی ہے اور کیا وایو جس کا ترجمہ ساکن جہان کو زندہ اور قائم رکھنا کئے ہیں کسی مست میخوار کی بڑ ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۸۔ہاں شاید فنا کرتا ہے کا لفظ دیکھ کر آپ نے ہم پر اعتراض کیا ہے تو پھر کیا برسپتی نام غلط ہے جس کا مصدر پا ہے اور جس کے معنے حفاظت ہیں اور کیا یہ جھوٹ ہے۔اچھا قیوم لفظ پر آپ کا اعتراض ہے تو پھر کیا کیتو جس کا مصدر کت ہے اس کے معنی قیوم نہیں؟ پھر کیا وہ پتا نہیں جس کا مصدر پا بمعنے حفاظت کے ہیں ہمارا خدا تو نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے پر کیا وید کا خدا سوتا ہے اور اونگھتا ہے کہ تم نے ہم پر اعتراض کیا ہے۔اگر قدیم ہندیوں کے حوالے تم تسلیم کرنے والے ہوتے تو لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرۃ:۲۵۶) کے مقابلہ میں خدا سوتا اور لکھشمی اس کے پاؤں ملتی دکھلاتے۔

سوال نمبر۸۶۔فرشتوں کے پَر ہوتے ہیں۔

الجواب۔تمہارے ابا گوروجی تو کشف والہام کے قائل نہیں تھے کہ فرشتوں کو دیکھتے اور ہوتے بھی کیوں کر ان کے نزدیک تو قریباً دو ارب برس گزرا ہے کہ جو الہام ہو چکا سو ہو چکا۔پھر تو خدا ابھی تک خاموش ہے۔رہے فرشتے سو ان کی آنکھیں ہی نہ تھیں کہ وہ ان کو دیکھتے تم میں سے جنہوں نے دیکھا ان کی باتوں کو تم پوپ لیلہ مانتے ہو۔خود تم واقف نہیں کہ ہم تم کو وید کی رچیں سناتے

نہ تمہارا گورو اس علم تک پہنچا کہ ہم تم کو الزامی جواب دے کر خوش کرتے۔دوسروں کا حوالہ دیتے تو آپ تسلیم کس طرح کرتے اس لیے اب ہم وقت ضائع نہیں کرتے اگر آپ ویدک دھرم چھوڑ کر فلسفہ کا مذہب اختیار کریں اور پھر اعتراض کریں تو اس کا بھی ہم جواب دینے کو تیار ہیں مگر سعادت مندوں کے لئے مناسب ہے کہ دیکھیں فقرہ نمبر ۵ دیباچہ کا۔

سوال نمبر ۸۷۔خدا دوزخ سے پوچھے گا کہ کیا تو اتنے آدمی اور پتھر کھا کر سیر ہوئی ہے کہ نہیں۔پیٹو جہنم بولے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔یعنی اگر کچھ اور باقی ہے تو دیجئیے۔مفسر کہتے ہیں خدا اپنے دونوں پاؤں دوزخ میں ڈال دے گا اور جہنم کو سیر کرے گا۔

الجواب۔تمہارے یہاں پرمیشور کا نام سرب بیا پک ہے تو کیا وہ نرک میں نہیں ہے۔قرآن کریم میں صرف اس قدر ہے یَوۡمَ نَقُوۡلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امۡتَلَاۡتِ وَ تَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ (قٓ:۳۱) اور جو تم نے مفسروں کا قول نقل کیا ہے اس میں یہ ہے جہنم **ھل من مزید** کہتی رہے گی **حتّی یضع رب العزة قدمه** اور کہیں ہے **یضع الجبار قدمه** اور کہیں ہے **حتی یضع اللہ رجله** پس قبل اس کے کہ تم کو مفصل جواب دیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ذیل کے معنی لغت عرب سے لکھ دیں۔جہنم،رب،عزت،جبار،قدم،رجل۔

(۱) جہنم۔دوزخ۔نرک۔عذاب کی جگہ۔

(۲) رب کے معنی بڑا پالنہار۔یہ لفظ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا گیا ہے اور دنیا داروں بڑے آدمیوں پر بھی۔فرعون نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى (النازعات:۲۵) یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو جو رہا ہونے والا تھا فرمایا کہ اذۡكُرۡنِىۡ عِنۡدَ رَبِّكَ (یوسف:۴۳) یعنی اپنے مالک وامیر کے پاس میرا ذکر کیجو اور اسی رب کی جمع ارباب ہے جس کے متعلق فرمایا: ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ (یوسف:۴۰)

(۳) عزت:۔ بڑائی۔حمایت،جاہلوں کی ہٹ۔قرآن کریم میں شریروں کے متعلق فرمایا

اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ (البقرة :۲۰۷) اور فرمایا ہے کہ جب شریر کو عذاب اور دکھ دیا گیا تو کہا جاوے گا۔ ذُقۡ ۚۙ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ (الدّخان :۵۰) پس رب العزت کے یہ معنی بھی ہوئے متکبر، ضدی، ہٹ والا۔

(۴) جبار کے معنی مصلح کے بھی ہیں اور ظالم کے بھی۔ مصلح کو تو عذاب ہو نہیں سکتا ہے اور ظالم کے حق میں آیا ہے خاب کل جبار عنید۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۶ میں ہے ہب ہب دوزخ میں ایک وادی ہے اس میں جبار لوگ داخل ہوں گے۔

(۵) قدم۔ جس شخص کو کہیں بھیجا جاوے اس کو قدم کہتے ہیں۔ قاموس اللغۃ میں ہے۔ **قدمه الذين قدمهم من الاشرار فهم قدم الله للنار كما ان الخيار قدم الله للجنة ووضع القدم مثل للردع والقمح** ۔احادیث میں ہے۔ **دماء الجاهلية موضوعة تحت قدمي** ۔ترجمہ۔ قدم اس کا وہ بدلوگ ہیں جن کو وہ حسب ان کے اعمال کے آگ میں بھیجے گا جیسے کہ برگزیدہ لوگ بہشت کے لیے قدم اللہ ہیں یعنی وہ جنہیں حسب ان کے اعمال کے اللہ تعالیٰ بہشت میں بھیجے گا اور قدم رکھنے کے اصل معنی ہیں روک دینا اور بیخ کنی کر دینا جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جاہلیت کے خون میرے قدم کے نیچے رکھے گئے ہیں یعنی میں ان کے انتقاموں سے قوم کو منع کرتا ہوں اور ان کو مسلتا ہوں۔

(۶) رجل کے معنی قدم، جماعت۔ عربی زبان میں آتا ہے **رجل من جراد** ۔یعنی ٹڈیوں کا ٹڈی دل جماعت۔

اب کس قدر صاف معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو فرمائے گا کیا تو بھر چکی وہ عرض کرے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ شریروں اور ظالموں اور ان کی جماعت کو جو جہنم کے لائق ہیں سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ نرکی اور جہنمی نرک اور جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور یہی انصاف وعدل

ہے۔اب بتاؤاس پر اعتراض کیا ہوا؟

سوال نمبر۸۸۔ دوزخ کو آدمیوں۔جنوں۔پتھروں سے بھرے گا معلوم نہیں کہ جنّ کون ہیں پتھروں نے کیا گناہ کیا ہے؟ کسی نے سچ کہا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا سامان اس کے ساتھ رکھتا ہے۔

الجواب:۔کیا شریر آدمی تمہارے ہاں نرک میں نہیں جائیں گے۔جنّ بھی ایک اگنی سے پیدا ہوئی ہوئی مخلوق ہے۔کیا اگنی کی مخلوق اگ میں نہیں رہتی۔ہمارے ناظرین کو تعجب ہوا ہوگا کہ کیا اگنی سے بھی کوئی مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ہم انہیں بتاتے ہیں کہ آریہ میں اگنی سے پیدا ہوئی ہوئی بھی ایک مخلوق ہے۔ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۷۷ میں لکھا ہے کہ اے شویت تو پانی سے اس کی علت آگ کو جان۔معلوم ہوا کہ آریہ کے نزدیک پانی آگ سے بنتا ہے۔جنّ۔اس لفظ کے معنی لغت عرب میں دیکھو۔قاموس میں لکھا ہے **جن الناس بالکسر وجنانهم بالفتح معظمهم** یعنی انسانوں میں جن بڑے آدمی کو کہتے ہیں اور جن ایک مخلوق بھی ہے۔جن میں نیک و بد ہوتے ہیں۔یاد رکھو بڑے شریر تو ضرور دوزخ میں جائیں گے۔آدمی ہوں یا کوئی اور خبیث روح۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرۃ :۲۵) کے معنی یہ ہیں کہ انسانوں اور پتھروں میں جو تعلق پیدا ہوا ہے کہ انسانوں نے پتھروں کی پرستش شروع کر دی ہے یہی تعلق دوزخ کے اشتعال کا باعث اور اس کا ہیزم ہے۔

آپ کے سوال کا آخری حصہ تو بڑا سچا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا سامان اس کے ساتھ ہی رکھتا ہے اسی واسطے اس روشنی کے زمانہ میں چھاپہ کی کلیں نکال کر قرآن کریم کی کثرت کر دی ہے۔کیا ہی اچھا ہوا کہ تمہاری بیہودہ صلاح پر وہ چلنے والا خدا نہیں۔

سوال نمبر۸۹۔ خدا کو خوب قرضہ دو وہ دگنا واپس کر دے گا۔خدا سود حرام کرے خود دگنے سود پر قرضہ لے۔دوکانداروں کو مات کیا ہے۔پھر حسب عادت بکواس کی ہے۔

الجواب:۔ بہکے ہوئے پال! تجھے کہیں بھی آدمیت۔شرافت، انسانیت سے کام لینے کا موقع

ہاتھ لگتا ہے یا نہیں۔شریر! تو لیلے بکریوں کے بچوں پر ترس کھاتا ہے اور انسانوں کو جھوٹ بول کر دکھ دینے سے خوف نہیں کرتا۔کیا تو اس بدزبانی سے کامیاب ہوگا؟ سن! قرض بھی عربی لفظ ہے پنجابی نہیں۔قرض کے معنی۔**القرض ویکسر ما سلفت من اساۃ و احسان .وماتعطیه لتقضیه لتقضاہ و اقرضه و اعطاہ قرضاً و قطع له قطعۃً یجازی علیھا.** (قاموس اللغۃ) پہلے معنی کے لحاظ سے ایسے فعل کا نام قرض ہے جس کا بدلہ ہم نے پایا ہے۔یہ قرضہ دو قسم کا ہوا کرتا ہے ایک برا اور ایک بھلا۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:۱۶۱) یعنی کون ہے جو صرف اللہ کے واسطے اچھے اعمال کرے پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بڑھا کر اجر دے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (البقرۃ:۲۴۶) جیسے ترک اسلام لکھ کر تو نے ہم کو مقروض کیا تو ہم نے خدا کے فضل سے الزامی جوابوں سے اور پھر تحقیقی جوابوں سے مع تمہارے اصل سوالوں کے وہ قرضہ مع شی زائد ادا کر دیا۔اللہ تعالیٰ اس دینے والے کو اس کے اجر میں بہت بڑھا کر دے۔یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہر ایک نیکی کا بدلہ بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔دوسری ایک آیت اس کی تصریح کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (البقرۃ:۲۶۲) خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کی مثال اس دانہ کی ہے جس نے سات بالیاں نکالیں ہر بالی میں سو دانے اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔اگر آریہ کے وکیل کو قرآن پر ذرا بھی غور کرنے کی طاقت ہوتی تو ایسی ہرزہ درائی نہ کرتا کیونکہ قرآن مجید میں صاف موجود ہے۔اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا۔(آل عمران:۱۸۲) یعنی کافر ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں کیا معنی ہم ان کی بات کو محفوظ رکھیں گے؟ اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ (الفاطر:۱۶) اے لوگو

تم اللہ کے محتاج ہواور اللہ ہی غنی ہے۔اگر آریہ کے وکیل کو قرآنی سمجھ نہ تھی تو کاش دنیا کے معاملات پر ہی نظر ہوتی۔قرآنی صداقتیں تو ہر جگہ اور ہر وقت نمایاں ہیں۔کیا جو شخص پرامیسری نوٹ لیتا یا سیونگ بینک میں ایک غریب سود خوار اپنا روپیہ رکھتا ہے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ گورنمنٹ غریب ہے۔ہرگز نہیں۔

رہی یہ بات کہ خدا کے سپرد کیا ہوا مال بڑھتا ہے یا نہیں اس امر کی صداقت تمام جہان کو کھیتوں کے نظارہ سے ظاہر ہوجاتی ہے کہ ایک ایک دانہ سے کتنا غلہ حاصل ہوجاتا ہے یہی مطلب ہے اس آیت کا جس میں لکھا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ:۲۴۶)

اس کا ترجمہ ہوا کہ کون ہے جو اللہ کے حضور اعلیٰ نیکی کرے (یا اس کی رضا کے لیے مال کو دے) بڑھا کر دے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اللہ لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور اسی کی طرف تم جاؤ گے اور بدلہ پاؤ گے۔

(قرضہ کا الزامی جواب دیکھو منواد ھیائے نمبر ۶۔۹۴)

بے فکر ہو کر اس دھرم کو کرتا ہوا بدھ پوروک۔دیدانت شاستر کو سن کر تینوں رن یعنی قرض کو ادا کر کے سنیاس دھارن کرے۔

سوال نمبر ۹۰۔خدا چاہتا تو سب کو ایک دین پر کر دیتا۔سوالات۔[1] ایسا کیوں نہیں کیا، [2] مذاہب کا خون بہتا دیکھنا اسے خوش ہے۔[3] شیر بھیڑیا کا جنگ رومیوں کی طرح دیکھتا ہے [4] ٹیلی میگس ایلی میگس آکر خون بہائے۔

الجواب۔پھر اعتراض کیا ہوا۔کیا تمام مخلوق الٰہی ایک ہی دین پر ہے اور قرآن نے واقعہ کے خلاف کہا ہے۔خدا ہے تو بھی مانتا ہے۔سرب شکتیمان ہے تو مانتا ہے۔تمام خلقت اسکے قابو میں ہے تو مانتا ہے سب کے اندر ہے یہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے کیا تم نہیں مانتے اور نہیں جانتے کہ وہ

سرب بیا پک ہے اور سب کا پران (اعضاء) ہے اس صورت میں ضروری تھا کہ کل دنیا تمہارے اس عقیدہ اور اصطلاح کے موافق بھی ایک ہی دین پر ہوتی مگر نظارہ دکھا رہا ہے کہ واقعہ اس طرح نہیں اور یہ قانون قدرت ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس نے نہیں چاہا کہ سب ایک مذہب پر ہوں ایسا کیوں نہیں چاہا اس کا جواب صاف یہ ہے کہ اس کی اچھیا۔خون بہتا دیکھنا اسے خوش ہے دیکھتا ہے اور بجبر نہیں روکتا اور برابر دیکھتا ہے۔واقعات عالم اس کی تصدیق کے عادل گواہ موجود ہیں۔ ٹیلی میگس ایلی میگس تھیٹر میں آیا تو کیا کشت وخون بند ہو گیا اب تک فرانس میں ڈویل ہوتا ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ بڑھ چڑھ کر آئے دن خونخوار تیز سے تیز ہتھیار بنا رہے ہیں۔ ٹرنسفال اور انگلستان کے ڈیڑ اور نیڑ ہزاروں نہیں لاکھوں ہلاک ہوئے اور سیری نہیں ہوئی اور نہ کوئی ٹیلی میگس ایلی میگس وحشی روک سکا بلکہ دیانند نے بھی تم کو اکسایا ہے جہاں کہا ہے کہ سیوا جی اور گورو گو بند جی ایک ایک نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا سلطنت کی کوشش کرو۔

پھر شستروں کے بنانے اور سمجھانے کی تحریک کی ہے ہمارے شہر کے ایک مشہور وکیل نے مجھے کہا تھا کہ اسپین سے بھی تو آخر اہل ملک نے مسلمانوں کو نکال دیا تھا اگر آریہ مسلمانوں کو انڈیا سے نکال دیں تو کوئی تعجب کی بات ہے ایک نظیر موجود ہے چنانچہ دفتروں میں جہاں جہاں ان ازلی غلاموں کا بس چل رہا ہے اپنی پست فطرتی اور کینہ کشی اور تنگ ظرفی کا اظہار برابر کرتے اور خدا کی مخلوق کو دکھ دے رہے ہیں اور ادھر یہ خدا سے مہجور لوگ یہ کارروائی کر رہے ہیں ادھر خدا کے فرشتے یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ رہے ہیں اس لیے کہ خدا کی منہ کی باتیں سچی ثابت ہوں جو فرمائی ہیں کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران :۵۶)

سوال نمبر ۹۱۔جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

الجواب۔دیکھو سوال نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے جواب۔

سوال نمبر۹۲۔خدا شرک کے سوا باقی تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔افسوس ہے کہ کرم تھیوری کو چھوڑ کر توبہ۔عفواور شفاعت کے مسئلے گھڑے گئے۔

الجواب۔بی اے گریجویٹ بننے کا دعویٰ، ہیڈ ماسٹری کا فخر، برہچریہ بننے کا شوق، آریہ سماج سریشٹ قوم میں بیٹھنے کا شوق اور تکرار اور بکواس اور بیہودہ بار بار اعتراض کرنے اور دل دکھانے کی دھت کیا توبہ۔عفواور شفاعت پر سوال نمبر ۶، ۷، ۲۱ میں تم اعتراض نہیں کر چکے۔کرم کے تھیوری کو تو خود تھیوری کہتا ہے سائنس نہیں کہتا کیا تھیوری اور واقعات ایک چیز ہیں۔سن! شرک ایسی بری بلا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے بنانے والے نے بھی اسے بدکاریوں کا جامع قرار دیا ہے دیکھ سملاس نمبر ۱۱ فقرہ نمبر ۵۰ صفحہ ۴۱۹۔

(۱) بت پرستی ادہرم ہے۔کفر بے ایمانی ہے۔

(۲) کروڑوں روپیہ مندروں پر خرچ کر کے (لوگ) مفلس ہوتے ہیں اور اس میں کاہلی ہوتی ہے۔

(۳) عورتوں مردوں کا مندروں میں میل ہونے سے زنا کاری۔لڑائی۔بکھیڑا اور بیماریاں وغیرہ پیدا ہوئی ہیں۔

(۴) اسی کو دھرم ارتھ کام اور مکتی کا ذریعہ مان کر سست ہو کر انسانی جامہ رائیگاں کھوتے ہیں۔

(۵) مختلف قسم کی متضاد اشکال، نام اور حالات والے بتوں کے پوجاریوں کا ایک عقیدہ نہیں رہتا اور متضاد عقیدے رکھ کر اور باہمی نفاق بڑھا کر ملک کی بربادی کرتے ہیں۔

(۶) اسی کے بھروسے دشمن کی شکست اور اپنی فتح مان بیٹھے رہتے ہیں۔ان کے ہار ہو کر سلطنت، آزادی اور دولت کا آرام ان کے دشمنوں کے قبضہ میں ہو جاتا ہے۔اور آپ محتاج بغیر بھٹیارے کے ٹٹو اور کمہار کے گدھے کی مانند دشمنوں کے بس ہو کر کئی طرح کی تکلیف پاتے ہیں۔

(۷) جب کوئی کسی کو کہے کہ ہم تیری نشست گاہ یا نام پر پتھر دھریں تو جیسے وہ اس پر خفا ہو کر مارتا یا گالی دیتا ہے ویسے ہی جو پرمیشور کی عبادت کی جگہ دل اور نام پر پتھر وغیرہ بت دھرتے

ہیں ان بری عقل والوں کی تباہی پرمیشور کیوں نہ کرے۔

(۸) وہم میں پڑ کر مندر بہ مندر، ملک بہ ملک پھرتے پھرتے تکلیف پاتے۔ دھرم، دنیا اور عاقبت برباد کرتے، چور وغیرہ سے عذاب پاتے اور ٹھگوں سے لٹتے رہتے ہیں۔

(۹) بدچلن پوجاریوں (مجاوروں) کو دولت دیتے ہیں۔ وے اس دولت کو بیسوا، زنا کاری، شراب گوشت کے کھانے لڑائی بکھیڑوں میں خرچ کرتے ہیں جس سے دینے والے کے آرام کی جڑ کٹ کر تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۰) ماں باپ وغیرہ قابل تعظیم لوگوں کی بےعزتی کر، پتھر وغیرہ بتوں کی عزت کر کے محسن کش ہوجاتے ہیں۔

(۱۱) ان بتوں کو کوئی توڑ ڈالتا یا چور لے جاتا ہے تب ہائے ہائے کر کے روتے رہتے ہیں۔

(۱۲) پوجاری غیر عورتوں کی صحبت اور پوجارن غیر مردوں کی صحبت سے اکثر معیوب ہو کر عورت مرد کی محبت کی راحت کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔

(۱۳) سوآمی (آقا)، سیوک (نوکر) کی آگیا کی فرمانبرداری پوری طرح نہ ہونے سے باہم مخالفت ہو کر تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔

(۱۴) غیر مدرک کا دھیان کرنے والے کی روح بھی کند ہوجاتی ہے کیونکہ دھیان کی گئی چیز کی جڑ پن کا خاصہ انتھ کرن کے ذریعے روح ضرور آتا ہے۔

(۱۵) پرمیشور نے خوشبو دار پھول وغیرہ اشیاء ہوا، پانی کی بدبو دور کرنے اور صحت کے لیے بنائے ہیں ان کو پوجاری جی توڑ کر یہ نہ جانتے ہوئے کہ ان پھولوں کی کتنے دن تک خوشبو آکاش میں پھیل کر ہوا، پانی کی صفائی (کرتی) اور پوری خوشبو کے وقت تک ان میں رہتی اس کی بربادی درمیان میں ہی کر دیتے ہے۔ پھول وغیرہ کیچڑ کے ساتھ مل سڑ کر الٹی بدبو پیدا کر دیتے ہیں۔ کیا پرمیشر نے پتھر پر چڑھانے کے لیے پھول وغیرہ خوشبودار اشیاء بنائی ہیں۔

(۱۶) پتھر پر چڑھے ہوئے پھول صندل اور چاول وغیرہ سب پانی اور مٹی کے ساتھ ملنے سے موری یا حوض میں آ کر سڑ جاتے ہیں اس سے اتنی بدبو آ کاش میں پھیلتی ہے کہ جتنی انسان کے براز کی اور ہزاروں جاندار اسی میں پڑتے اسی میں مرتے سڑتے ہیں۔

ایسے ایسے کئی بت پرستی کرنے سے عیب واقع ہوتے ہیں اس لیے پتھر وغیرہ کی بت پرستی شریف لوگوں کے لیے قطعی طور پر ممنوع ہے۔اور جنھوں نے پتھر کی بت پرستش کی ہے کرتے ہیں اور کریں گے وے مذکورہ بالا عیبوں سے نہ بچے نہ بچتے ہیں اور نہ بچیں گے۔

اب تم ہی بتاؤ کہ جس بت پرستی میں اس قدر عیوب ہوں جو خود تمہارے گرو نے تسلیم کیے ہیں اور اسی لعنتی شے کو قرآن کریم میں شرک کہا گیا ہے۔کیا اس شرک کا گناہ سب گناہوں سے بڑا نہیں اور جب بڑا ہے تو قابل عفو کیونکر ہوا؟ اور مسئلہ توبہ اور شفاعت پر جو انسانی فطرت کے موافق سچے امور ہیں ہم لکھ چکے ہے۔

سوال نمبر۹۳۔مسلمانوں اور کافروں کے درمیان خدا پردہ ڈالتا ہے۔

الجواب۔دیکھو جواب سوال نمبر۲۰

سوال نمبر۹۴۔مشرک اور کافر ناپاک ہیں ان سے دوستی مت لگاؤ۔

الجواب: (۱) مشرک کی بحث تو ہم سوال نمبر۹۲ میں ہم کر چکے ہیں۔(۲) کافر کی بحث اب سن لو! منّو ادھیا نمبر۲ سلوک نمبر۱۱۔جو شخص وید کے احکام کو بذریعہ علم منطق سمجھ کر وید شاستر کی توہین کرتا ہے وہ ناستک یعنی کافر ہے۔اس کو سادھ لوگ اپنی منڈلی سے باہر کر دیں۔کافر کا لفظ بعینہٖ مطبوع نول کشور میں ہے۔پھر ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر۱۰ صفحہ۳۵۲ فقرہ نمبر۶ میں ہے کبھی ناستک شہوت پرست، دغا باز، دروغگو، خودغرض، فریبی، حیلا باز وغیرہ برے آدمیوں کی صحبت نہ کرے۔ آپت (اہل کمال) یعنی جو سچ بولنے والے دھرماتما اور دوسروں کی بہبودی جن کو عزیز ہے ہمیشہ ان کی صحبت کرنے کا نام سریشٹ آچار (پاکیزہ چلن) ہے۔

ستیارتھ سملاس نمبر ۶ ستیارتھ صفحہ ۲۱۱ فقرہ ۵۳۔ منّو ۷۔ ۱۹۵، ۱۹۶۔ دشمن کو چاروں طرف محاصرہ کر کے روک رکھے اور اس کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ، خوراک، پانی اور ہیزم کو تلف وخراب کر دیوے۔ دشمن کے تالاب، شہر کی فصیل اور کھائی کو توڑ پھوڑ دیوے۔ رات کے وقت ان کو خوف دیوے اور فتح پانے کی تجاویز کرے۔ او نادان! کیا ناپاک اور بے ایمان اور منکر سے پاک اور ایماندار اور حق کے ماننے والے دلی تعلق پیدا کر سکتے ہیں؟ چیت رامیون۔ اگھوریون۔ ناستکون سے اب تجھے تعلق ہوسکتا ہے اور کیا سعید وشقی، برے بھلے، دیوا سر میں سنگرام (جنگ) چاہیئے یا باہم پریم؟ اے سچائی سے دانستہ دشمنی کرنے والے فلاح سے کوسوں بھاگنے والے! کبھی تو غور سے کام لے کیا یہ تیرے اعتراض کچھ بھی راستی اپنے اندر رکھتے ہیں؟ اور اظہار حق کے لیے ایک اور آیت جو تمہارے اعتراض کی بیخ کنی کر دے تجھ کو سناتا ہوں۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الممتحنة :۹، ۱۰)

نہیں روکتا تمہیں اللہ ان لوگوں سے جنہوں نے تم سے دینی لڑائی نہیں کی اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ پیار کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔ بلکہ روکتا ہے تم کو ان لوگوں سے جنہوں نے تم سے دینی لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو لوگ ایسوں سے دوستی لگائیں وہ ظالم ہیں۔

سوال نمبر ۹۵: کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو یہ تعلیم امن وچین کا کس قدر خون کرنے والی ہے۔

الجواب: مگر نہ ایسی جیسے خطرناک ویدک تعلیم ہے کیونکہ ستیارتھ ۱۸۱ میں لکھا ہے ایشر ہدایت فرماتا ہے کہ اے فرمان روالوگو! تمہارے اسلحہ (ہتھیار) آتشین وغیرہ ازقسم شستر توپ، تفنگ، تیروتلوار وغیرہ شستر مخالفوں کو مغلوب کرنے اوران کو روکنے کے لیے قابل تعریف اور بااستحکام ہوں۔ تمہاری فوج مستوجب توصیف ہوتا کہ تم لوگ ہمیشہ فتح یاب ہوتے رہو۔ پھر سفیر کا خاص کام ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ہے اور بداندیشوں کے جتھوں کو توڑ پھوڑ دے۔ سفیر کا عمل ایسا ہونا چاہیے جس سے دشمنوں میں پھوٹ پڑ جاوے۔ منو ۷۔ ۶۸۔ ستیارتھ ۲۱۱۔ منو ۷۔ ۱۹۵

کسی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ کر کے اوراس کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ، خوراک، پانی اور ہیزم کو تلف وخراب کر دے۔ منو ۷۔ ۱۹۶، ستیارتھ ۲۲۴۔ بداعمال آدمیوں کے مارنے میں قاتل کو پاپ نہیں ہوتا خواہ اعلانیہ مارے خواہ غیراعلانیہ کیونکہ غضب والے کو غضب سے مارنا گویا غضب سے غضب کی لڑائی ہے۔ منو ۸۔ ۳۵۱۔ جرائم میں سخت سزا دینا دراصل سختی نہیں ستیارتھ ۲۲۰۔ جو اس کو سخت سزا جانتے ہیں وہ سیاست ملکی کے اصول کو نہیں سمجھتے اور ایسے حوالے بیسیوں نہیں صدہا نہیں، ہزاروں ہیں۔

جس آیت پر تم نے نافہمی سے اعتراض کیا ہے اس کے پہلے ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۵۹)
یعنی مومن مردوں اور عورتوں کو بے جا اور ناحق دکھ دینے والے بہتان اور بھاری گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (الاحزاب:۶۱،۶۲)
یعنی اگر یہ منافق اوردل کے بیمار اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے اب بھی باز نہ آئیں تو

ہم تجھے اے پیغمبر! ان کی سزا دہی پر متوجہ کریں گے۔ پھر یہ لوگ تیرے پڑوس میں نہیں رہنے پائیں گے۔ ہر طرف سے دھکے دیئے جائیں گے۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے۔

اب تم نے سمجھا کہ یہ قتل کے احکام ان بدمعاشوں کے متعلق ہیں جنہوں نے مومن ایماندار مردوں کی اور مومنہ ایماندار عورتوں کو بے وجہ دکھ دینا اپنا پیشہ بنا رکھا تھا۔ اور پھر باایں کہ ان کو سمجھایا گیا جب بھی فساد اور بغاوت پر تلے رہے۔ اگر تم کو ذرا بھی عقل ہوتی تو تم سیاست ملکی کے احکام کی قدر کرتے مگر کیا کوئی تو بدمعاش ہے یا نیچ ہے جو احکام سیاست کو برا مانتا ہے؟ تم نے جو رسالہ لکھا ہے کیا یہ امن وچین کا خون کرنے والا نہیں؟ ایک دفعہ ایک بڑے آریہ نے مجھ سے کہا وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (البقرۃ:۱۹۲) بڑا خطرناک حکم ہے۔ میں نے کہ آپ عربی جانتے ہیں ہیں۔ یہاں ھم سے کون لوگ مراد ہیں اگر آپ کو معلوم نہیں تو ذرا اس حکم کے پہلے دیکھو کیا لکھا ہے ۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرۃ:۱۹۱) اور خدا کی راہ میں انہیں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور حد سے مت بڑھو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس جواب پر معترض مبہوت رہ گیا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے کلام کو ایسے طور پر اور ایسے اسلوب پر رکھا ہے کہ کسی نکتہ چیں کا ہاتھ اس پر پڑ نہیں سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس موقع پر عیب گیر اعتراض کی انگلی رکھتا ہے اسی جگہ معانی اور اسرار اور حکمتوں کا خزانہ ہوتا ہے۔ یہ نکتہ چینیاں بے جا اور لغو ثابت ہو جانے کے بعد آخر ایک وقت میں ہزار ہا سعید الفطرتوں کو ہدایت کی طرف کھینچ لائیں گے۔ ہم مسلمان ان خردہ گیروں کو اسلام کے خادم یقین کرتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کے لئے راہ صاف کر رہے ہیں۔

قومی، مذہبی، ملکی اور جوشیلے نوجوانوں میں جب بڑے بڑے اختلاف ہوتے ہیں اور یہ سمندر عام جوش مارتا ہے تو آخر اس اختلاف کا ثمرہ وحدت ہی ہوتا ہے۔ سکھوں، مرہٹہ نے اگر

طوائف الملو کی پیدا کر دی جیسا کہ تمھارے سماج کے آوہ گرو نے لکھا ہے۔تو دیکھ لو آخر انڈیا میں کیسی وحدت والی سلطنت اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔یقیناً مجھے خوشبو آ رہی ہے کہ صرف باتوں کا مذہب مذہب نہیں رہ سکتا آخر حق غالب آتا ہے اور حقیقی علم کے ساتھ حقیقی عمل ہی نافع و بابرکت ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۹۶۔لوٹ کا مال خدا کا اوراس کے رسول کا حق ہے۔خدا کو مال کا پانچواں حصہ ملنا چاہیے۔بھلا محمود کا کیا قصور۔

الجواب:تم کو نہ اللہ تعالیٰ نے سلطنت دی نہ اس کا کچھ حصہ عطا کیا۔لیکھرامی آریہ کا ملک ہوتو تمھارے ارادوں کا پتہ لگے۔تم تو عجیب دماغ کے ہو۔تمھیں نفع پہنچے یا نہ پہنچے مگر شائد کسی کو تو فائدہ پہنچے ہی گا اس لئے چند باتیں لکھتے ہیں۔**سنو!** تمھارے ہاں لکھا ہے اور راجا بھی اس دولت میں جو سب نے مل کر فتح کی ہو سولھواں حصہ فوج کے سپاہیوں کو دیوے۔دیکھو! تمھارے ہاں کی تقسیم جور اور حیف پر مبنی ہے۔اس میں یہ ہے کہ سولھواں حصہ فوج کو دیا جائے اور پندرہ حصے راجہ لیوے مگر قرآن کریم یوں تقسیم فرماتا ہے کہ چار حصہ فوج لے اور پانچواں حصہ الٰہی کاموں اور رسول کے مصارف میں صرف ہو۔ہے کوئی رشید جو انصاف اور امتیاز کی نگاہ سے ان دونوں قانون کو دیکھے۔

سام وید باب ۸ فصل ۲ پر پھاٹک ۹۔اے وہ اندر کہ تیری دولت تجھ ہی میں ہے۔اس آدمی پر کون متنفس حملہ کرے گا۔فیصلہ کے دن اے مگھاون قوی دل تیرے عقیدے کے طفیل سے لوٹ کا مال جیتے ہیں اور محمود کو کون عقلمند انڈین حملوں میں قصوروار ٹھہرا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۹۷۔دین اسلام خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ اس میں سب برائیاں خدا کے ذمہ لگائی گئی ہیں۔گمراہ کنندہ ہے،شیطان منجانب اللہ ہے۔عورتوں سے نہ اتفاق نہ سلوک ہے؟

الجواب:اسلام کے معنی ہیں فرمانبرداری اور اطاعت۔الاسلام کے معنی ہیں خاص اطاعت۔انقیاد حکم حاکم پر کاربند ہونا اور اس کی منع کردہ باتوں سے رک جانا اور حاکم پر کوئی اعتراض نہ

کرنا (اقرب) یہ لفظ سلم سے نکلا ہے جس کے معنی صلح و آتشی کے ہیں۔ اس کا مادہ السلام اور السلامۃ بھی کہا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں ہر قسم کے الزاموں سے بری ہونا۔ عافیت کی زندگی بسر کرنا، باہمی صلح سے رہنا، جنگ نہ کرنا، عمدہ عزت و پیار کے الفاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ سے پیش آنا جناب الٰہی کے حضور خشوع و انکسار سے رہنا، نبی کریم ﷺ جو کچھ لائے ہیں سب کا کاربند ہونا (لسان) کامل اخلاص عبادت میں اختیار کرنا (مجمع البحرین) خلاصہ معانی فرمانبرداری، صلح، سلامت روی، پاک و بے عیب زندگی بسر کرنا، بغاوت سے بچنا، عبادت میں شرک سے بچنا، کامل انسان اور صاحب خلق عظیم کا اتباع کرنا۔ ترک اسلام کے معنی ہوئے شریر، سرکش، جنگجو، عیب دار، باغی اور مشرک ہونا۔ کامل اور خلق عظیم والے کی مخالفت کرنا۔ ببین کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی۔ ہمارے ہادی نے فرمایا ہے **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده** یعنی مسلم وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلم بچے رہیں۔ اب کیا اس میں کوئی شک ہے کہ تو اور تیرا مہان گرو یقیناً تارکِ اسلام ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دیانند نے ستیارتھ پرکاش کا خاتمہ ترک اسلام پر کیا۔ کوئی کتاب مسلمانوں کی طرف سے آریہ کے مقابلے پر ستیارتھ سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ بت پرستوں کے بالمقابل کتابیں تصنیف ہوئیں ان کے اسباب ہم علیحدہ بتا سکتے ہیں اور وہ خود آریہ سماج کے مدمقابل ہیں۔ ستیارتھ والے نے خود ان کی مخالفت بہت کی ہے۔ دیانندیوں کا مقابلہ اسلامیوں کی طرف سے ابتداءً نہیں ہوا۔ دیانند نے اسلام کی کتاب کو اسلام کے رسول کو اسلام کے خدا کو دل کھول کر گالیاں دیں جیسے ستیارتھ کے ۱۴ سملاس سے ظاہر ہے اور اسی پر اپنا اور اپنی کتاب کے کمالات کا خاتمہ کیا ہے۔

بعض احمق اور نادان لوگوں نے مجھے کہا کہ ہندو مذہب کا مقابلہ ابتداءً اسلام نے کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ ہندو ہیں۔ اس مقابلہ میں بھگ ولنگ کی پرستش پر اعتراض تھا۔ کیا آپ اس کے پوجاری ہیں اس پر وہ حیران سے رہ گئے۔ ایک اور تھے جنہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے آریہ سے گالیاں دلائیں۔ میں نے کہا آپ نے ستیارتھ پرکاش کا آخر پڑھا ہے۔ اس میں کیا

لکھا ہے اس پر وہ صاحب کھسیانے ہوکر بولے کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ جب اس قدر اپنے مذہب پر حملوں سے ناواقف ہیں تو آپ شرم کریں انسان پیدائش میں تعلیم یافتہ نہیں ہوا کرتا۔قرآن میں ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (النحل:۷۹) اور سچ بھی ہے کیونکہ ابتداء انسان اس طرح ہوئی ہے عناصر کی ترکیب سے نباتات ہوئے۔نباتات اور عناصر کی ترکیب سے حیوانات اور دونوں قسم نباتات وحیوانات کے استعمال اور عناصر سے انسانی خون ہوا اس سے نطفہ بنا اور اس سے انسان بنتا ہے۔دیکھو کس طرح تدریجی ترقی پر انسان آتا ہے۔ کہاں کا پرَ جنم۔آخر آدمی پیدا ہوتا ہے کھانا، پینا، پہننا، سونا، جاگنا، ہنسنا، رونا، محبت اور غضب یہی اس کے ابتدائی کام ہوتے ہیں۔جب بڑھا عام حیوانات سے ترقی کرنے لگا کھانے میں پینے میں و پہننے میں، سونے، جاگنے، ہنسنے، رونے، محبت اور غضب میں اس نے اصلاح شروع کی اور ان کو اعتدال پر لانے لگا۔بدیوں پر اور ان کے ارتکاب پر اندر ہی اندر بلکہ عملاً بھی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور اگر ایسے لوگ اس کے اردگرد ہوں جنہوں نے اپنے اس مرتبہ میں اپنے فطرت ووجدان، نورمعرفت اور نورایمان کو قتل کردیا ہے تو ان کی حالت مستثنیٰ ہے۔کھانے میں اصلاح یہ ہے کہ سڑا گلا کتے کی طرح بلکہ مردارخوار دنی الطبع لوگوں کی طرح خون وسؤر نہیں کھاتا۔ پینے میں اصلاح یہ ہے کہ بدمزہ، زہردار، مضر، مسکر، اور مفتر کو استعمال نہیں کرتا۔غرض کُلُوا وَ اشرَبُوا میں وَ لَا تُسرِفُوا کا کاربند بن جاتا ہے اور اپنی عام چال میں واقصد فِی مَشیِكَ کا عامل بن جاتا ہے۔لباس پہننے میں ننگا رہنا خلاف انسانیت یقین کرتا ہے۔شہوانی قویٰ کے لیے تخصیص سے کام لیتا ہے۔پھر اس طرح ترقی کرتا ہوا علوم جسمانیہ وروحانیہ میں اپنی اور اپنے بنی نوع کی بہتری چاہتا ہے اور الٰہی رضامندی اور اس کی محبت کے لیے تڑپتا ہے مگر بعض لوگ زہد خشک اور من مانی راہیں نکالتے یا اختراعی راہوں پر چلتے ہیں جیسے اکثر زاہد خشک اور نیشنیلٹیوں کے گرویدہ اور اکثر ممبرانِ انجمن اور سعید الفطرت اسلامی راہ یعنی خدا کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہر ایک طبعی حالت کو اخلاقی رنگ میں الٰہی احکام کے ذریعہ لانا اصل شائستگی اور حقیقی مذہب ہے۔

صرف طبعی حالت پر رہنا کوئی عمدہ صفت نہیں۔مثلاً نرم دِلی، دل کی غریبی اور جھگڑے کو پسند نہ کرنا اور مقابلہ سے گریز ایسی صفات ہیں کہ بہت حیوانات ان سے موصوف ہیں۔کتوں کی صلح کاری باہمہ دھتکارعیاں ہے حاجت بیان نہیں۔ جوؤں تک نہ مارنا بلکہ ہوم کوترک کردینا کہ اس میں شہد ڈالنا پڑتا ہے اوراس میں مکھیوں کی خانہ بربادی ہے۔ ہوم میں مشک ڈالنا پڑتا ہے اس کی گرانی کے باعث شکاری لوگ ہرنوں کا استیصال کردیں گے۔موتیوں اور ریشم کواستعمال میں نہ لانا اس خوف سے کہ ہزاروں سیپ کے کیڑے اور ریشم کے کیڑے تباہ ہوں گے بلکہ گھی بھی ترک کردینا اس خیال سے کہ اس میں بچھڑوں کی حق تلفی ہے یہ سب باتیں خوبی کی باتیں نہیں ان کے خلاف اسلام کیا ہے؟ وہ ہے تمام ترقیات میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہونا۔قرآن مجید میں لکھا ہے۔

بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ:۱۱۳)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام:۱۶۳،۱۶۴)

پس اسلام یہ چیز ہے جس کوتم نے ترک کیا۔اس مضمون کوتفصیل کے ساتھ ہم دیباچہ میں لکھیں گےانشاءاللہ تعالیٰ۔

باقی حصہ اعتراضات کا جواب دیکھوسوال نمبر ۱۱۳اورسوال ۱۱۴اورآخر دیباچہ میں۔

سوال نمبر ۹۸۔عورتیں تمہاری کھیتی ہیں آدمیوں کے برابر ان کے حقوق نہیں۔

الجواب: ان تراکیب سے آپ کوعمدہ اوراعلیٰ قوم کی بی بی نہیں مل سکتی۔افسوس تجھ پراور تیرے اعوان اورانصار پر! دیکھ تیرے دیانند نے کیا کہا ہے اورکس طرح عورت کوکھیت سے تشبیہ دی ہے! نابکار! یہ قرآنی معجزہ ہے کہ جس کا تم نے انکار کیا۔ وہی بات تمہارے گھر میں ہم دکھاویں اگرچہ ہماری باتیں اس سے اعلیٰ ہوتی ہیں۔دیانند کا قول ہے’’جوکوئی اس بیش قیمت چیز کو بیگانی

عورت ، رنڈی یا بُرے مردوں کی صحبت میں کھوتے ہیں وے بڑے بے عقل ہوتے ہیں کیونکہ کسان یا مالی جاہل ہوکر بھی اپنے کھیت یا باغیچہ کے سوا اور کہیں بیج نہیں بوتے۔ جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے تو جو شخص سب سے اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو برے کھیت میں کھوتا ہے وہ بھاری بے وقوف کہلاتا ہے کیونکہ اس کا پھل سب کو نہیں ملتا۔ (ستیارتھ۔ ۱۵۶) اور اسی واسطے نیوگ کا بچہ دوسرے کا ہوتا ہے۔ گو دیانند پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ نیوگی کو بھی اس میں سے حصہ مل سکتا ہے۔ اس سے نیوگ والے بھی بیوقوف نادان ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے سے ادنیٰ میں بھی ویرج دان کرتے ہیں۔ ف

منو ادھیائے ۹ شلوک ۴۸ تا ۵۱ صفحہ ۳۳۵، ۴۸، جس طرح گئو، گھوڑا، اونٹ، لونڈی، بھینس، بکری، بھیڑ انہوں میں بچہ پیدا کرنے والے کا مالک بچہ کو نہیں پاتا اسی طرح دوسرے کی عورت میں تخم ڈالنے والا اولاد کو نہیں پاتا۔ ۴۹۔ دوسرے کے کھیت میں تخم ڈالنے والا اس تخم کے ثمر کو کبھی نہیں پاتا۔ ۵۰۔ دوسرے کی گئو میں دوسرے کا بیل بچھڑا پیدا کرے تو گئو کا مالک ان بچھڑوں کو پاتا ہے اور بیل کا نطفہ بے فائدہ جاتا ہے۔ ۵۱۔ اسی طرح دوسرے کے کھیت میں بیج بونے والا کھیت والے کا مطلب کرتا ہے آپ پھل کو نہیں پاتا ہے۔

منو ادھیا دس کے شلوک ۷۰ میں بحث کی ہے کہ اولاد میں اثر ماں کا ہوتا ہے یا باپ کا اور ۷۱ میں کہا ہے کہ اس زمین میں جو بیج پڑتا ہے وہ برباد جاتا ہے اور کھیت اچھا ہے مگر اس میں بیج نہیں تو وہ صرف چبوترہ ہے دیکھو کھیت سے تشبیہ کیسی دی ہے:۔

عورتوں کو کھیت کہنے کی غرض کیا ہے؟ اول یہ کہ عورت سے خلاف وضع فطرت عمل نہ کیا جاوے۔ دوم۔ اس سے بکثرت جماع نہ کیا جاوے۔ سوم۔ اس کی اور اس کے حمل کی ہمیشہ حفاظت ہو۔ چہارم۔ جن کے بچے گر جاتے یا مر جاتے ہیں وہ اس تشبیہ سے یہ فائدہ اٹھائیں کہ ایک سال صحبت ترک کر دیں جس طرح زمین اس ترک سے مضبوط ہو جاتی ہے اسی طرح وہ عورت قابل حمل

رکھنے کے ہو جاوے گی۔ پنجم۔ اپنے کھیت میں دوسرے کا بیج پڑنے نہ دے اس لئے کہ اس سے فساد ہو گا اور عورتوں کے حقوق کے متعلق سنو! کیا تمہارے قانون میں عورت و مرد کے حقوق مساوی ہیں۔ دیکھو منوادھیائے ۵ شلوک ۱۴۷۔۱۴۸ صفحہ ۱۸۵۔ ۱۴۷ عورت نابالغ ہو یا جوان یا بڈھی ہو گھر میں کوئی کام خودمختاری سے نہ کرے۔ (دیکھو اپنے گھر کی مساوات کو) ۱۴۸۔ عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں اپنے شوہر کے اختیار میں اور بعد وفات شوہر کے اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے خودمختار ہو کر کبھی نہ رہے۔

منوادھیائے ۹ شلوک ۳ صفحہ ۳۲۷۔ لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورتوں کی حفاظت کرے کیونکہ عورتین خودمختار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

منو ۹ ادھیائے شلوک ۱۵، ۱۸ صفحہ ۳۲۹۔ عورت تدبیر نیک سے محفوظ بھی ہوتا ہم اپنی بداطواری و تلون طبعی و بیوفائی و عادات بدان باتوں سے شوہر کو رنجیدہ کرتی ہے۔ اور قدرت نے کیا مرد و عورت میں مساوات رکھی ہے۔ بچہ کے پیٹ میں رکھنے، جننے، پرورش کرنے میں کیا عورت مرد مساوی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

سوال نمبر ۹۹۔ اگر کوئی عورت بدکاری کرے تو اس کو پیٹو اور گھر میں قید رکھو کہ مر جاوے۔ بدکار مرد کو عورت جوتے کیوں نہ لگائے؟ عورت غلاموں کی طرح ملکیت تصور کی گئی ہے۔

الجواب: وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ـ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء۔۱۶،۱۷)

اس کا مطلب تو صاف تھا کہ شریر عورت کو بے وجہ سزا نہ دی جاوے بلکہ اس کی شرارت پر چار گواہ گواہی دیں کہ یہ عورت شریر ہے تو اس کو قید کر دو جب تک خدا تعالیٰ کوئی راہ نہ نکالے اور اگر

میاں بیوی دونوں شرارت کا ارتکاب کریں تو دونوں کو سزا دو اور اگر شرارت کرنے سے باز آجاویں اور سنوار کرلیں تو ان سے اعراض کرلو۔ اگر یہ حکم خاوند کا تجویز کریں جیسے تم کہتے ہو تو پھر خاوند کیا خود اپنے آپ کو سزا دے گا؟

احمقوں کے اکثر کام حماقت کے ہی ہوتے ہیں تو **سنو!** یہ احکام سلطنت کے متعلق ہیں جن کو سزاؤں کا اختیار ہوتا ہے اور وہی امر **فامسکو ھن** کے مخاطب ہیں اس کے معنی ہیں بند کرو۔ اب ہم تمہیں تمہارے گھر سے پتہ دیں جس بات پر تو نے اعتراض کیا وہ بعینہٖ لفظ بہ لفظ تمہارے گھر میں موجود ہے۔ منوادھیائے ۹ شلوک نمبر ۸۲ ص ۳۴۲۔ جس عورت کے اوپر دوسرا اوواہ شوہر نے کیا اور وہ عورت غصہ ہو کر گھر سے نکلی جاتی ہو تو اس کو روک کر گھر میں رکھنا خواہ خاندان کی روڑہ ترک کرنا چاہے اور منو ۹۔۷ میں ہے عورت کی حفاظت کرنے سے اپنے خاندان و اولاد و اتحاد و دھرم وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے پس جو اعتراض تم نے کیا ہے بعینہٖ وہ تمہارے منوشاستر پر آتا ہے۔ رات دن عورتوں کو شوہر وغیرہ کے وسیلہ سے بے اختیار کرنا مناسب ہے جو عورت بشیون میں لگی ہے اس کو اختیار میں رکھنا چاہئے۔ منوادھیا ۹۔۲۔

عورتوں کو مشورے سے الگ رکھے۔ منو ۷۔۱۴۹۔

سوال نمبر ۱۰۰۔ طلاق پر اعتراض عورت بدصورت ہو لڑکیاں پیدا کرے، خراب ہو تو مرد طلاق دے اور اگر مرد بدصورت ہو، لڑکیاں پیدا کرے، خراب ہو تو عورت طلاق نہ دے۔

الجواب: عورت کو پسند کر کے بیاہ کرنا شرع اسلام کا حکم ہے اور پھر ایک ایسا حکم ہے کہ تمہاری کسی کتاب میں نہیں اور نہ دنیا کی کسی کتاب اور قانون نے ایسی سفارش مردوں کو کی ہے جیسی قرآن کریم نے عورتوں کی بہتری کے لئے فرمائی ہے۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء:۲۰)

ترجمہ۔ اور تم عورتوں سے اچھی طرح برتاؤ کرو پس اگر تمہیں بری لگیں تو سمجھ لو کہ ہوسکتا ہے

کہ ایک چیز تمہیں بری لگے اور اللہ اس میں خیر کثیر رکھ دے ۔ پھر فرمایا ہے ۔ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ (النساء:۳۵)

انہیں نصیحت کرو اور ان کی چارپائی الگ کردو اور سزا دو اور اگر اس پر بھی باز نہ آئے تو عورت کے رشتہ دار اور مرد کے رشتہ دار دونوں کورٹ کر کے صلح کرادیں جیسے فرمایا۔ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (النساء:۳۶)

(یعنی حتی المقدور سمجھاؤ کبھی سرزنش سے، کبھی الگ سونے سے، اگر اس طرح بھی نہ سمجھیں تو جیسے مذکور ہوا) پھر مرد اور عورت کے رشتہ داروں سے حکم بلاؤ۔ اس تدبیر کے موافق اگر عورت اور مرد کا ارادہ اصلاح کا ہوگا تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔

اور یہ تمہارا اعتراض کہ ’’عورت طلاق نہ دے‘‘ کورانہ تعصب یا جہالت سے پیدا ہوا ہے۔ اسلام نے عورت کو صاف اجازت دے دی ہے وہ بھی واقعات ضروری کے پیش آنے پر مرد سے طلاق لے سکتی ہے اسے اسلام کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں با ایں ہمہ خدا تعالیٰ کی کتاب فرماتی ہے۔
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرة:۲۲۹)

اور عورتوں کے حقوق کی رعایت مردوں کے ذمہ ویسی ہے جیسی کہ عورتوں پر مردوں کے حقوق کی۔ ہم نے تمام دنیا کے قوانین اور آسمانی کتابوں میں وہ آزادی اور حقوق عورتوں کے نہیں دیکھے جو قرآن کریم میں بیان کئے ہیں اور ہندوؤں کے قوانین تو سن ہی چکے ہو اب فیصلہ کرو کہ قدرتی اور سچی مساوات کہاں ہے؟

سوال نمبر ۱۰۱۔ مرد ایک وقت میں دو دو، تین تین، چار چار کرے اور عورتیں ایک ہی وقت میں دو دو، تین تین، چار چار خاوند کیوں نہ کریں؟

الجواب: غالباً عقل مند بی۔ اے کی مراد ایک وقت سے ایک دو منٹ تو نہیں ہوگی۔ ہم فرض

کرتے ہیں کہ مثلاً ایک مہینہ ایک برس یا تین برس مراد ہوگی مگر تم ہی بتاؤ کہ ایک عورت ایک وقت میں ایک مرد کا بچہ تو پیٹ میں رکھ سکتی ہے۔تو کیا بہت سارے مردوں کا بیرج (منی) نطفہ بھی اسی پیٹ میں رکھ کر بچہ دے سکتی ہے؟ اگر تم بلاواسطہ اس مشکل کو حل نہ کر سکو تو آریہ سماج کے لائق استریوں سے یہ مسئلہ دریافت کرلو۔اب رہی یہ بات کہ مرد ایک وقت میں کس قدر عورتوں میں اپنا بیج ڈال سکتا ہے تو یہ بڑی بدیہی اور مشاہدہ کی بات ہے۔زمانہ میں یہ نظارہ نظر آ رہا ہے عورتوں کا مکان مردوں کی کثرت کا مقتضی نہیں۔قدرت نے ایسا نہیں بنایا اس واسطے ’’کیوں نہ کریں‘‘ کا جواب ہے کہ نہ کریں کیوں کہ قانون الٰہی اجازت نہیں دیتا اور قانون قدرت کی عدم اجازت سے منہ پھیر کر اس کی نہی پر اقدام کرنے والا آتشک اور ایسی طرح طرح کی لعنتوں میں گرفتار ہوتا ہے۔

تعدّد ازواج بے وجہ جائز نہیں۔اصل سبب تعدّد ازواج کا بدکاریوں سے بچنا ہے۔جو لوگ بحثوں میں تعدّد ازواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشات اور افعال کا مطالعہ فرماویں۔صرف کمزور، جلق کے عادی، مخنث طبع اور عدیم الفرصت لوگ اس فکر سے مستثنیٰ ہیں۔جس قوم نے زبان سے تعدّد ازواج کا انکار کیا ہے وہ عملی طور پر ناجائز اور ناپاک تعدّد ازواج یعنی زناکاری میں مبتلا ہوئے ہیں۔ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے ایک عورت پر قناعت نہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ فطرت میں تعدّد اور تنوّع کی آرزو ضرور ہے۔خدا تعالیٰ کے قانون کا یہ مقتضاء ہونا چاہیے کہ وہ انسان کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں پر مطلع اور حاوی ہو کر ایسی ترتیب اور طرز پر واقع ہو کہ مختلف جذبات والی طبائع کو بھی تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھے۔ستیارتھ کے صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے ’’جب مہینہ بھر میں حیض نہ آنے سے حمل کے ٹھہرنے کا یقین ہو جائے تب سے ایک برس تک عورت مرد ہم بستر کبھی نہ ہوں‘‘۔

انصاف کے لیے میں تمام آریہ سماج اور ناظرین کتاب کے حضور میں اپیل کرتا ہوں کہ یہ عمل درآمد عام خلقت کا ہے اور جن کی بیبیاں حمل کے بعد حمل میں رہتی ہیں وہ دو تین سال صرف دو تین بار جماع کر کے تندرست، قوی المزاج مجرد رہ کر متقی بنے رہ سکتے ہیں؟

اور صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المرض مرد کی عورت سے نہ رہا جاوے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لیے اولاد پیدا کر دے۔ کیا یہ دیانند کے احکام تقویٰ اور راستی کی ہدایتیں ہیں؟ بدقسمت مصلح ناپاک تعدّد از واج کی اجازت دیتا ہے مگر خدا کے پاک نبیوں کے پاک فعل کی پیروی سے روکتا ہے۔

اب تعدّد ازواج کے اصول اپنے ہاں سے سن لو۔

منّو ۷۔۲۲۱ص ۲۴۸ میں ہے کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے۔اس کے بعد بوقت موقع پھر امور سلطنت کو دیکھے۔

پھر منّو ۹۔۱۲۴ص ۲۴۹ میں ہے۔ بڑی عورت میں پہلے لڑکا پیدا ہوا ہوتو پندرہ گئو اور ایک بیل لیوے۔ اسکے بعد چھوٹی عورت میں جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں وہ اپنی والدہ کی شادی کے سلسلہ سے بزرگی کو پا کر یقیناً باقی ماندہ گئوں کا حصہ لیویں۔ پھر منو۔۹۔۱۸۳صفحہ ۳۶۰ میں ہے ایک آدمی کی چار پانچ زوجہ ہوں ان سب میں ایک پتر دان ہو تو اس کے ہونے سے سب زوجہ پتر دان کہلاتی ہیں سب اس بات کو من جی نے کہا ہے۔

پھر منو۔۱۱۔۵۔۱۴۷ میں ہے پہلے عورت موجود ہو اور بھکشا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے تو اس کو صرف جماع کا لطف ملتا ہے۔اور اولاد اسی کی ہے جس نے دولت دی۔اسی قدر حوالے طالب حق اور خدا ترس کے لیے کافی ہیں۔ان کے بعد پھر اسلام پر اعتراض کرنا ایسے شخص کا کام ہے جسے حق اور حقیقت سے دراصل کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر۱۰۲۔عورتیں پردہ کریں مرد کیوں نہ کریں۔

الجواب:اوّل تو مرد وعورت میں مساوات کہاں کہ مساوی حقوق دیے جاویں۔

دوم۔عورت کے لیے جو حمل بچہ جننے دودھ پلانے کی تکلیف ہوتی ہے اس میں مرد کو کس طرح عورت کے ساتھ مساوات کا حصہ ہے۔

سوم۔عورت کے لیے یہ تکالیف با اسباب پُر جنم خیال کی جاویں تو بقیہ عدمِ مساوات کا عذر وسیع کیوں نہ کیا جاوے۔

چہارم۔ یہ آیت جس کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے یہ ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب:۶۰)

ترجمہ۔اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ کہ بڑی چادریں اُوڑھ لیا کریں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ستائی نہ جائیں گی اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

اور اس کے ماقبل یوں ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۵۹)

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو خواہ مخواہ بغیر ان کے اکتساب کے ایذاء دیتے ہیں وہ بہتان اور بڑی بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اور اس کے بعد یہ آیت ہے لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا (الاحزاب:۶۱)

یعنی اگر یہ منافق اور دل کے بیمار اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز نہیں آئیں گے تو ہم تجھے ان کی سزا دہی پر آمادہ کریں گے پھر یہ مدینہ میں تیرے قرب و جوار میں رہنے نہیں پائیں گے۔

ان آیات کا مطلب اور قصہ یہ ہے کہ مدینہ کے بعض بدمعاش مسلمان عورتوں کو چھیڑتے تھے اور عورتوں کو دکھ دے کر ان کے متعلق لوگوں کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ چونکہ بظاہر مومن ہونے کے مدعی تھے اس لیے جب پکڑے جاتے تو عذر کر دیتے کہ اس کو ہم نے پہچانا نہیں۔اس واسطہ یہ

نشان لگایا گیا غور کرو یہ کلمہ قرآن کریم کا اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ اور ماقبل کی آیت کس قدر صفائی سے بتاتی ہے کہ بڑی چادر ایک نشان تھا اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ ایک شرارت کی بندش اسلام نے کی ہے اس لیے اس نشان کے بعد فرمایا کہ اب بھی اگر شریر شرارت سے باز نہ آئے تو ہم ان کو خوفناک سزا دیں گے۔

افسوس ایسے نشانوں اور سچی باتوں پر اعتراض کیا جاتا ہے **سنو!** اس قسم کے نشان کیسے ہر جگہ موجود ہیں غور کرو منوادھیا۲ کے شلوک ۲۱۵ ماں بہن لڑکی ان سب کے ساتھ اکیلے مکان میں نہ رہے کیونکہ اندری بہت بلوان ہیں پنڈتوں کو بھی بری راہ پر کھینچ لاتی ہیں اور ۲۱۴ میں ہے کام، کرودھ، سہت پنڈت ہو یا مورکھ ہو اس کو بری راہ میں لے جانے کے واسطے استری لوگ سامرتھ رکھتی ہیں ستیارتھ کے تیسرے سملاس فقرہ ۴ صفحہ ۴۲۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی پاٹھ شالا ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہئے جو معلّمہ یا معلم یا نوکر چاکر ہوں لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ پاٹھ شالا میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پاوے۔ مطلب یہ کہ جب تک وہ برہم چاری یا برہم چارنی رہیں تب تک عورت و مرد کے باہمی دیدار، مس، اکیلا رہنے، بات چیت کرنے، شہوتی کھانے، باہم کھیلنے، شہوت کا خیال اور شہوتی صحبت ان آٹھ قسم کی زنا کاری سے الگ رہیں۔

سوچو اگر پردہ کی رسم جو اسلام نے قائم کی ہے نہ رہے تو ان آٹھ قسم کے زنا میں دیدار اور شہوت کے خیال کا کیا حال ہوگا؟ او تارک اسلام نو جوان! سوچ کر تو ہی کچھ اس کا جواب دے۔

سوال نمبر ۱۰۳۔ لے پالک بیٹے کی بیوی حلال ہے اس طرح تو لوگ لے پالک بنا کر اور جائیداد کا طمع دے کر جوڑ توڑ سے عورت اڑا لیں گے بغیر نکاح و گواہ تصرف میں لانے کے لئے آیت قرآن پیش ہوگی۔

الجواب: لے پالک بنا کر۔ پال! لے پالک بنانا شرع اسلام میں جائز نہیں تو آپ کا اعتراض

کیونکر چسپاں ہوگا۔ لے پالک بیٹا حقیقتاً بیٹا ہی نہیں اوراس کو بیٹا کہنا سچ نہیں۔اسی واسطے قرآن نے جوحقیقت کا کاشف ہےاس کو بیٹا کہنا جائز قرار نہیں دیا کیونکہ بیٹا باپ کی جز ہوتا ہےاور لے پالک غیراور غیر کی نسل سے ہے۔ مجھے ہمیشہ خیال آتا ہے کہ حقیقی علوم کا معلم نیوگ کو کیونکر جائز کرسکتا ہے کیونکہ نیوگی بیٹا نیوگ کنندہ کا نطفہ اوراس کا جزو ہوتا ہے۔نیوگ کنندہ اولاد کا لالچ دیکر لذت ومزہ بھی اٹھالے اور پھر اپنے بیرج کی اولاد کو دوسرے کے مال ودولت کا مالک بھی بنالے اور آہستہ آہستہ جوڑتوڑ کر کے آخر عورت بھی اڑالے اوراپنا ہی بیٹا جائداد کا مالک کردے اور پھر عذر کردے کہ یہ وید کاارشاد ہے۔آہ کوئی سمجھنے والا ہو!!

پھر اسلام میں لے پالک کی بیوی کیونکر جائز ہوگی جبکہ لے پالک بنانا ہی جائز نہیں پھر کسی دوسرے کی بی بی بدوں طلاق کےاوراس کی عدت گذرنے سے پہلے جائز نہیں۔پھر بدوں نکاح اور گواہوں بلکہ بلا رضامندی ان والیوں کے جو عورت کے مہتمم ہوں ہمارے مذہب میں کسی عورت کا بیاہنا جائز نہیں ہاں نیوگ میں یہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔سووہ ہمارے یہاں ممنوع اورآپ کے یہاں ضروری ہے۔سوچواورغور کرو کہ اس خبیث الزام کا نشانہ وید کا مذہب ہے یا کوئی اور! خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کا کلام قرآن کریم ہرقسم کے ناپاک الزاموں سے پاک اور اس کے غیر ہرطرح کی نجاستوں میں آلودہ ہیں۔کوئی رشید ہے جوغور کرے!!!

سوال نمبر۱۰۴۔غریبی سے مت ڈرو نکاح کرلوخدا تم کو غنی کردے گا۔اس پر ہنسی کی ہے اور تمسخر سے کام لیا ہے۔

الجواب:۔منو میں تو یہ لکھا ہے کہ عورت کی حفاظت کرنے سے اپنے خاندان،اولاد،آتمہ، دھرم وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے۔منوادھیا۹۔۷۔اوراسی منو کے ادھیا۹ شلوک ۳۰ میں ہے پت نام ہے دوزخ کا اوراتر بمعنی محافظ کے ہیں چونکہ بیٹا باپ کو دوزخ سے بچاتا ہے اس سبب سے پتر کہاتا ہے اس بات کو شری برہما جی نے کہا ہے۔

اور یہ تو ظاہر ہے غریبی بھی تمہارے یہاں ایک نرک ہے ذرا سوچو! پتر تمہارا آریہ مسافر اور اس کے اوپر مہارشی دونوں بلا پتر مر گئے۔غور وتامل کرو!

مخلوق میں حیوانات کو پھر خاص انسانوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مختلف القویٰ یعنی الگ الگ قویٰ کے پیدا ہوتے ہیں۔بعض کے قویٰ شہوانیہ قویٰ اور بعض کے بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں جس آیت کریمہ کا تم نے حوالہ دیا ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے۔وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور :۳۳) یعنی اپنے میں سے بیوہ عورتوں اور قابل اور لائق لونڈیوں کا نکاح کر دو اگر وہ مفلس ہوں اور اس خوف سے نکاح نہ کریں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔

اس آیت کریمہ کے پہلے بدکاریوں سے بچنے کا وعظ ہے اور تاکید ہے کہ بدوں اجازت صاحب خانہ کسی کے گھر مت جاؤ۔اپنی نگاہیں نیچے رکھو۔پھر یہ حکم دیا ہے کہ بے بیاہے مردوں اور عورتوں اور اپنے اچھے غلاموں داسوں اور لونڈیوں کا باذن ان کے والیوں کے بیاہ کر دو۔دیکھ کیسا پاک اصل ہے اور پاک حکم ہے کہ اپنے لڑکوں لڑکیوں کا بیاہ تو کرتے ہو۔داسوں اور داسیوں کے بیاہ بھی کر دو نیز شرع اسلام میں غلاموں اور لونڈے کے لیے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہے اور ان سے پردہ نہیں۔اب اگر ان کی شادی نہ کی جاوے تو آخر گھروں میں بدکاریوں کے مرتکب ہوں گے۔پس ضرور ہوا کہ ان کی شادیاں کر دی جاویں کیونکہ آخر وہ بھی ہمارے ہی بچے بچیاں ہیں اور بتایا ہے کہ وہ قابل شادی ہوں اور شادی کی صلاحیت ان میں ہو تو ان کی شادی کرو۔علی العموم شادی شدہ انسان کاہل وسست نہیں رہ سکتا۔نیز تعلقات کے باعث اس کے اخلاق میں بہت اصلاح ہو جاتی ہے اور بی بی بچوں اور بیبیوں کے کنبہ اور تمام وسیع متعلقوں سے اسے بہت کچھ اخلاق سے کام لینا پڑے گا۔

آخر تو بھی انسان ہے سوچ تو سہی غلام اور لونڈیاں اور بے بیاہے مرد اور عورت جن کو شہوت کے اسباب وہتھیار دیئے گئے ہیں غریبی کے باعث اگر بیاہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اور

اس کے پیدا کردہ اعضاء شہوت کے متعلق کیا یقین کریں کہ ہم غریبوں کو یہ سامان حکیم خدا نے نعوذ باللہ نادانی اور ناعاقبت اندیشی سے دیا ہے۔

سوال نمبر ۱۰۵۔ ماموں چچا کی لڑکیاں بیاہ کرنا معیوب ہے کیونکہ بھائی بہن کا میاں بی بی بننا معیوب ہے۔

الجواب۔ تم لوگوں کے فضول لفظ اور دعویٰ ہی ہوتے ہیں۔اس پر دلیل کیا کہ وہ معیوب ہیں اور بھائی بہن کا بیاہ ہیں۔کیا وید میں ممنوع ہے۔کیا نیچر نے،عقل نے،کانشنس نے،تجربہ نے اور بالآخر مشاہدہ نے اس تعلق کو منع کیا ہے۔

ہمارے ضلع شاہ پور بڑالی تحصیل خوشاب اور اس کے ارد گرد بہت گاؤں ہیں۔اروڑا قوم ہندو نے تمہارے اس غلط خیال اور اسلامی تعلیم کی حقیقت کو سمجھ کر چچا اور ماموں جیسے قریب رشتوں میں شادیاں شروع کر دی ہیں جیسے یورپ کی قوموں نے آخر مسئلہ طلاق کو اور مارمن قوم نے یورپ وامریکہ میں کثرت ازدواج کو قبول کرلیا۔

سوال نمبر ۱۰۶۔ مسلمانوں کے لیے چار اور نبی کریم کے لیے زیادہ۔قانون کو مقنّن خود توڑتا ہے۔

الجواب۔ تم نے سورہ احزاب کا حوالہ دیا ہے۔میں نے سورہ احزاب کو پڑھا ہے۔وہاں ہرگز نہیں لکھا کہ نبی کریم عام مسلمانوں سے زیادہ کے ساتھ شادی کرلیں۔

دوم۔اگر ایسا حکم سوائے سورہ احزاب کے قرآن کے باہر بھی ہو تب بھی موجب اعتراض نہیں۔ اوّل تو اس لیے کہ تم ایسا اعتراض پیش نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے ہاں نیوگ کے احکام میں لکھا ہے۔ (۱۵۰) ستیارتھ کہ برہمن اپنی بی بی سے دو بیٹے اور دوسرے کی بیبیوں سے دو دو بیٹے ان کے لئے۔ پھر برہمن اپنی بی بی کے علاوہ اپنی برہمنی[۱] سے،کھترانی[۲] سے،ویشنی[۳] سے نیوگ کرے مگر کھتری برہمنی سے نہیں بلکہ کھترانی اور ویشنی سے اور ویش صرف ویشنی سے نیوگ کرسکتا ہے۔

دیکھو برہمنوں نے جنہوں نے ویدوں کی شرح لکھی ہے اپنے حقوق کو کیسا مستثنٰی کیا ہے بلکہ یوں کہیں کہ وید نے ہی مستثنٰی کیا ہو۔اگر کہو کہ ان کے علم وہنر وفضل نے یہ امتیاز ان کو بخشا ہے تو مسلمان اپنے رسول کو بہت بڑا عظیم الشان اور بے نظیر انسان مانتے ہیں پھر وہ کیوں ممتاز نہ مانے جائیں۔

سوال نمبر ۱۰۷۔ اے رسول ہم تم کوخبریں غیب کی سناتے ہیں۔حالانکہ یہ قصہ ہائے بائبل میں موجود ہیں۔ان میں غیب اور وحی کی کیا ضرورت تھی۔

الجواب: (دیکھو سورۃ ہود) عقل مند انسان۔پال! یہ آیت شریفہ جس پر تیرا اعتراض ہے اس کے پہلے یہ ذکر ہے۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ وَّ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ (ہود:۳،۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش مت کرو، بے ریب میں تمھارے لیے ہوں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا اور یہ کہ عفو مانگو اپنے رب سے اور حفاظت طلب کرو پھر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ مخالفت پر بتاتا ہوں کہ تم پر میری مخالفت کا وبال آئے گا اور ناکام رہو گے اور موافقت پر تمہیں بشارت اور خوشخبری سناتا ہوں۔ پھر اس وعظ امید وبیم کے بعد فرماتا ہے۔

وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ (ھود:۴) یعنی اگر تم منہ پھیرو گے تو بے ریب میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۔ پھر حضرت نبی کریم ﷺ کے مخالفوں کی شرارتوں کا ذکر کیا ہے جو آپ کے مقابلہ میں کرتے رہے۔ پھر عظمت الٰہیہ کا بیان ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے تو منکر مہلت پر بھی ہنسی کرتے ہیں۔ پھر عام انسانی حالت کا تذکرہ کیا۔ پھر بتایا ہے کہ علی العموم انسانی محنت اگر دنیا کے لئے ہو تو انسان کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے مگر تیرے مقابلہ میں ان کی محنتیں بیکار ہیں۔

پھر فرمایا جو شخص ہو کھلے عظیم الشان نشان پر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے ساتھ ہو ایک

عظیم الشان گواہ رب کی طرف سے اور پہلے سے کتاب موسٰی بھی ایک بڑا امام اور رحمت ہے وہ تو ایمان لاتے ہیں۔ پھر اشارہ فرمایا ہے کہ جب عرب کی اقوام واحزاب چڑھائی کریں گے تو اس کا خمیازہ دیکھیں گے۔ اس قصہ کی تفصیل سورہ احزاب میں کی ہے۔ پھر کلمہ طیّبہ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ (ھود :۲۱) میں بتایا کہ یہ مخالف منکرتم کو اس زمین عرب میں عاجز کرنے والے نہ ہوئے۔ پھر مؤمنین کو بشارت دی ہے کہ یہ جنت والے ہیں اسی واسطے صحابہ کرام اس جنت کے بھی وارث ہوئے جس کا وعدہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اور اس جنت عدن کے بھی وارث ہوئے جس کو توریت نے اور مسلم کی حدیث میں جنت عدن فرمایا اور اس کے بھی جس کا فرعون فخر کرتا ہے۔

اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ (الزخرف:۵۲)

بلکہ اس سورن کی زمین کی بھی جس کو دیانند سونے کی زمین کہتا ہے۔ اسی سے ہم کو کامل یقین ہو گیا ہے کہ بعد الموت روضہ ریاض جنت کے بھی مالک ہوں گے اور بعد الحشر اس کامل الجنة کے وارث بھی ضرور ہوں گے جن کی یہ آرام گاہیں مثل ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ ان صداقتوں سے تم بےخبر ہو ہماری تمہاری مثل حق سے اندھے اور حق کے بینا۔ اور بہرے اور حق کے شنوا کی مثل ہے پھر نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے کیونکہ نوحؑ رسول اللہ تھے اور ان کے مخالف حق کے دشمن رسول کے مخالف تھے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (یوسف :۱۱۲) اس عبرت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس طرح نوح رسول اللہ کامیاب ہوئے اور ان کے منکر مخالف ناکام رہے مخالفوں کا بیڑا آخر غرق ہوا اسی طرح میرے مخالفو! تمہارا حال ہوگا۔ پھر آخری قصہ حضرت نوحؑ پر فرمایا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ (ھود:۵۰)

یہ باتیں جواب تک کہی گئیں غیب کی خبروں سے جو وحی کی ہم نے ان کی تیری طرف تو نہیں جانتا تھا ان باتوں کو(کہ تیرا اور تیرے اتباع کا انجام کیا ہوگا اور نہ اس سے پہلے تیری قوم جانتی تھی کہ ان کا انجام کیا ہوگا) ہاں صبر اور انتظار سے دیکھ۔ بے ریب آخر میدان متقی کے لیے ہے۔

سوال نمبر ۱۰۸۔انبیاء کے چند ناموں کا ذکر ہے باقی کیوں نہیں؟

الجواب:انبیاء و رسل اس قدر گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر :۳۲)اور فرماتا ہے:مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ (المؤمن :۷۹)خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کے شہروں میں راستباز بھیجے ہیں ۔پھر اس مشترک اور یکساں راستی کا ذکر کیا ہے جو تمام راستبازوں میں مسلم تھی اور جسے ان سب نے دنیا کو تبلیغ کیا اور نمونہ کے طور پر ایک مخاطب قوم کے مسلم راستبازوں کا ذکر کیا اور ان کا نمونہ بتا کر یہ پُر تحدی اور پُر شوکت پیشگوئی کی کہ میری تعلیم بھی وہی تعلیم ہے جو کل راستباز دیتے آئے ہیں اور میں اسی طرح کامیاب ہوں گا جس طرح وہ سب راستباز کامیاب ہوئے جن کی کامیابی تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے۔

نادان معترض اتنا نہیں سوچتا کہ خدا کی کتاب بے فائدہ اسماء شماری کر کے ہزاروں جلدیں ان بے شمار نبیوں اور مصلحوں کے اسماء کی تدوین میں جمع کر دیتی تو مخلوق کو اس سے کیا سبق دیتی ۔ قرآن کریم کا یہ زریں اور بلند دعویٰ کافی ہے کہ کل راستبازوں کی ایک ہی تعلیم تھی اور میری وہی تعلیم ہے اور میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا کہ خدا تعالیٰ کا وہ آخری عظیم الشان نبی ہر قسم کی کامیابی کا تاج پہن کر دنیا سے رخصت ہوا۔

سوال نمبر ۱۰۹۔ویدوں کا ذکر کیوں قرآن میں نہیں؟

الجواب: قرآن تذکرۃ الکتب کی کتاب نہیں۔وہ علم الٰہی کی کتاب ہے، کتنے رسائل یہود و نصاریٰ کے پاس ہیں کسی کا ذکر نہیں۔صحف ابراہیم کا ذکر ہے اور وہ اب تک موجود نہیں۔ یہ امر ہنوز فیصلہ

طلب ہے کہ وید کوئی خاص متحقق متعیّن شئے بھی ہے۔اس اختلاف پر بحث کرنے کا یہ محل نہیں مگر یہ امر مسلّم ہے کہ وید علم صحیح کا نام ہے۔اس لیے وید کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ سے علم صحیح حاصل ہوتا ہے یا جس کے ذریعہ لوگ عالم ہوتے ہیں یا جس کے ذریعہ سکھ حاصل ہوتا ہے یا جس کے ذریعہ ہم سوچتے اور بچارتے ہیں۔اس معنی کے لحاظ سے تمام وہ ذرائع جن سے سچے علوم حاصل ہوتے ہیں وید ہیں۔سو قرآن کریم نے وہ تمام ذرائع صحیحہ واقعیہ بیان کر دیئے ہیں مثلاً فرمایا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرة :۲۸۳) تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اللہ تعالیٰ خود تمھارا معلم ہوگا۔ یہاں تقویٰ کو ذریعہ علم بتایا ہے۔تقویٰ کیا ہے عقائد صحیحہ۔راستبازی کے اقوال یا یوں کہیں ایمان بالغیب۔اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دعا اور مخلوق کی بہتری کے لیے اپنے خداداد قویٰ اور زبان واعضاء سے اور اموال سے کوشش کرنا۔ پہلے معنی رکوع ۶ پارہ ۲ اور دوسرے معنی سورۂ بقرہ پارۂ اول کے پہلے رکوع میں بیان کئے گئے ہیں اور ہم نے اپنی کتاب میں بہت جگہ ذکر کیا ہے۔

دعا، دھیان وکوشش یہی ذرائع علم صحیح ہیں جن کی ہدایت اس آیت میں ہے۔

(۲) قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰهٰ :۱۱۵) اے میرے رب! مجھے علم میں ترقی بخش۔

(۳) اور فرمایا ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (محمد :۲۵) وہ کیوں قرآن کو غور سے نہیں پڑھتے۔

(۴) اور فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت :۷۰) جو لوگ بہت کوشش کرتے ہیں ہماری راہوں کے پانے میں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔

(۵،۶) اور ذکر الٰہی اور تفکر بھی علم صحیح کا باعث ہے چنانچہ فرمایا: لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران:۱۹۱،۱۹۲)

یعنی نشان ہیں دانش مندوں کے لیے جو یادر کھتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے لیٹے اور تفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں۔

دیانند نے بھی لکھا ہے کہ رشی لوگوں کو مراقبوں، سمادھوں وغیرہ سے یہ سچے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ غرض وہ تمام سچے علوم قرآن کریم میں مذکور ہیں جو انسان کی فلاح دنیوی واخروی کے لئے ضروری ہیں اور حقیقی وید کے یہی معنی ہیں۔اب بتاؤ ویدوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۱۱۰۔ قسم مت کھاؤ۔ پھر خود گھوڑوں، ہواؤں وغیرہ کی قسمیں کھائی ہیں۔ ہمالہ۔ ایلپس۔ بندھیاچل۔ اڑدو غیرہ بھینس۔ ہاتھی۔ گنگا۔ جمنا وغیرہ کی قسمیں کیوں نہ کھائیں۔ دماغ میں نہ تھیں۔

الجواب۔سنو! قسموں کا جواب تو مفصل سوال نمبر ۱۴ کے جواب میں موجود ہے پر تمہاری عادت ہے کہ تکرار اور بے وجہ تکرار کرتے ہو اور یہ تمہاری بے ایمانی ہے کہ تم نے تکرار کا عیب قرآن پر بے وجہ لگایا ہے نادان! تم کو ہمالہ، بندھیاچل، اڑد، بھینس، ہاتھی، گنگا، جمنا یاد آئیں اور کشمیری۔ کابلی۔چینی۔ روسی وغیرہ کو اپنے اپنے ملک کے نظارے ہائے قدرت یاد آجائیں گے تو کیا قرآن شریف تمام نظارہ ہائے قدرت کی تفصیل کرتا؟ پھر ان پر حوادث جدیدہ کی تفصیل کرتا جو روزمرہ نئے نئے واقع ہوتے ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے منوجی اور یاگ ولک جی نے قسموں میں کیوں خصوصیت کی ہے۔منوادھیا ۸۔۸۸ گئو بیج اور سونا کی قسم دے کر دیشیہ سے پوچھے۔دیکھو خصوصیت ہے یا نہیں اور قرآن کریم میں تو بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ (الحاقة :۳۹، ۴۰) موجود ہے۔ پھر یہ تو بتاؤ کہ دیانند نے وید سے جو شلیپ ودیا نکال کر دکھائیں۔ وہ صرف وہی دکھائیں جو یورپ والوں میں موجود تھیں زیادہ کیوں نہ دکھائیں۔ بات یہ ہے۔مناظرات قدرت کو دعاوی کے ثبوت میں وہاں تک پیش کیا جاتا ہے جہاں تک مخاطب کی سمجھ پہنچ سکتی ہے۔فہم سے بالاتر بات کرنا حکیم کا کام نہیں۔انبیاء اور رسل پھر اللہ جلشانہ جیسا علیم وحکیم کیوں ایسی لغو حرکت کرتا۔

سوال نمبر۱۱۱۔ هُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا (الجمعة:۳) پر اعتراض کیا ہے کہ پڑھے لکھے عالم فاضل ،ان پڑھ کی بات کو کیوں مانیں۔سورج کا دلدل میں غروب ہونا۔عیسیٰ بلا باپ پیدا ہوگیا۔لاٹھی کا سانپ بن گیا۔ یہ باتیں معقول پسند آدمی کی کتاب میں نہیں ہوسکتیں۔

الجواب: آیت کے صحیح معنی ہم بتاتے ہیں مگر اس کے معنی کو بیان کرنے سے پہلے میں پوچھتا ہوں کہ سورج کا دلدل میں ڈوبنا کتنی بار بیان کر چکے ہو۔تم لوگوں کو تکرار مضامین کلام مجید پر اعتراض ہے اور ذرا سے رسالہ میں یہ تکرار۔دیکھو سوال نمبر۷۹،۸۰ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر سوال دیکھو سوال نمبر۱۶،۴۷ پھر لاٹھی کے سانپ پر اعتراض دیکھو سوال نمبر۴۸،۴۹،۵۰۔

(۱) بھلا یہ تو بتاؤ کہ قرآن کریم میں کہاں لکھا ہے کہ سورج دلدل میں غروب ہوتا ہے تم جھوٹ بولتے ہو۔ہاں قرآن میں ہرگز ہرگز نہیں لکھا بلکہ وہاں لکھا ہے وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِیۡ عَیۡنٍ حَمِئَةٍ (الکهف:۸۷) یہاں لفظ وَجَدَهَا جس کے معنی ہیں ''سمجھا اس نے'' سورج کو کئے ہیں۔

پھر ہمارے نبی کریم ﷺ کو کون کہتا ہے کہ ان پڑھ تھے۔ہمارے جس قرآن مجید پر تم کو اعتراض ہے اس میں تو لکھا ہے اور ہمارے ہادی کو خطاب ہے۔عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ (النساء:۱۱۴)

اور فرمایا عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ذُوۡ مِرَّةٍ ؕ فَاسۡتَوٰی (النجم:۶،۷) اور فرمایا: قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا (طٰهٰ:۱۱۵) اور فرمایا: عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ (العلق:۶)

پس آپؐ کا معلّم وہ علیم وخبیر ہے جس کا دوسرا نام رب العلمین ہے۔وہ ہر ایک کو اس طرح اب بھی سکھانے کو تیار ہے جس طرح اس نے پہلے سکھایا۔جیسے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرہ:۲۸۳)

ہاں تم بتاؤ کہ اگنی،ادت،انگرہ،وایو جو تمھارے اصل معلّم و بانیٔ دین خیال کیے گئے ہیں۔ کیا پڑھے لکھے تھے۔ان کے کسی استاد کا نام بتاؤ مگر آپ نے نورالدین کی شاگردی تو کرنا نہیں۔ کیا پال،وہ پڑھے لکھے تھے۔اگر ہاں کہو تو ثبوت دو وید سے اور اگر کہو کہ نہیں تو دستبرداری کرو

اعتراض سے۔ بات یہ ہے کہ اوّل تو رشی بے باپ تھے۔ دوم تمھارے اعتقاد کے مطابق یہ خلاف قانون قدرت ہے کہ خدا ان سے بولا ہو۔ سوم بہرحال ان پڑھ تھے۔ منیو، رشیوں نے جب یہ کلام ان سے سنا تو وہ خود عملاً کچھ نہیں بتا سکے۔ بلکہ ان رشیوں کو بھی صرف اپنے فکر و خیالات سے خود بخود برہموں کی طرح ہی ویدک معانی سمجھنے پڑے۔ بخلاف ہادی اسلام کے کہ آپ نے قرآن کریم کا اوّل عملی نمونہ بن کر دکھایا آپ نے عمل کر کے دکھایا۔ عمل درآمد کرا کر دکھایا۔ تو تُو بھی اے نعوذ باللہ اسلامی سکول کا ہیڈ ماسٹر رہا تھا۔ کیا سچ مچ ملہمان وید پڑھے لکھے تھے۔ کیا پڑھا ہوا تھا اور کیا لکھا تھا۔ آریہ ورت کی تمام تفاسیر وید تو غلط ہیں۔ دیکھو ستیارتھ ص ۵۳۳ اور رگ وید بھومکا ص ۲۰۰ اور آریہ ورت کا عمل درآمد قبل از آریہ سماج از سرتا پا غلط تھا۔ آریہ ورت کے مصلح شنکرا چارج بھی تمہارے نزدیک غلطی پر تھے۔ کیونکہ شنکرا چارج ویدانتی تھے۔ مگر ایسا دعویٰ اسلام اپنے ہادی کی نسبت نہیں کر سکتا۔ دیکھو عمل درآمد میں تعامل اسلام کیسا صحیح ہے۔

او بدقسمت! پہلی تفاسیر یں تو حسب تحقیق دیانند غلط تھیں اور دیانندی تفسیر حسب تحقیق آریہ مسافر وتصدیق منشی رام وغیرہ غلط ہیں۔ دیکھو ترجمہ رگ وید بھاشی بھومکا منشی رام کا ابتداء، منشی رام کا ترجمہ صفحہ ۵، ۶، ۷۔

اب آیت کے معنی سنو! امّ القریٰ کی طرف نسبت کرنے میں امّی بولتے ہیں۔ تم نے مکر، مکرا، مکروا کی گردان کر کے دکھایا ہے کہ تم عربی جانتے ہیں۔ پس کیا یہ سچ نہیں؟ پس امی کے معانی ہوئے امّ القریٰ کا رہنے والا اور امّ القریٰ مکہ کا نام ہے۔ پس ان پڑھ کے معنے خواہ مخواہ لے لئے۔ موقع مناسب آگا پیچھا دیکھ کر معنی کرنا چاہیئے تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ جہاں کوئی ہادی بھیجا جاتا ہے اسی بستی کو اس ہادی کے زمانے میں اور بستیوں کا امّ جس کے معنی اصل کے ہیں کہا جاتا ہے۔ ثبوت يَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا (القصص: ٦٠) قرآن میں ہے۔ پھر اس لحاظ سے بھی مکہ معظّمہ کو امّ اور امّ القریٰ کہا گیا اور ہر مامور کی بستی امّ ہوا کرتی ہے۔

سوال نمبر۱۱۲۔بلسان عربی مبین پر اعتراض کیا ہے۔اگر عرب عذر کر سکتے تھے کہ ہم عجمی نہیں جانتے تو عرب کے ماوراء اور بلاد کے لوگ عذر کر سکتے ہیں کہ ہم عربی نہیں جانتے پھر کتاب الٰہی اسی زبان میں آنی چاہیے جو کسی قوم و ملک سے خصوصیت نہ رکھے اور سب السنہ کی جڑ ہو۔

الجواب۔عرب لوگ تو عذر کر سکتے تھے اور ان کا حق تھا اور انہوں نے عذر کیا۔تم لوگ عذر نہیں کر سکتے اور نہ تم نے اب تک عذر کیا اور نہ تمھارا حق ہے کہ عذر کرو۔ یہ میری بات معمّہ پہیلی نہیں تم کو ذرا تفصیل سے سناتا ہوں سنو اور پھر دیدۂ بصیرت سے دیکھو۔مذہبی طور پر اگر دیکھا جاوے تو تمام بلاد مذہبی تقسیم سے دو حصوں پر منقسم ہیں اول مشرقی بلاد۔مشرق سے میری مراد اس وقت ایران سے لے کر جاپان تک ہے۔دوم بلاد مغرب۔مغرب سے مراد میری بلاد شام سے لے کر یورپ و امریکہ تک ہے۔کون منکر ہے یا انکار کر سکتا ہے کہ ایران یا تمہارا کہا مان لیتے ہیں کہ ہندوستان مرکز ہے ایک مذہب کا جس کو ہندوستان یا ایران نے مانا اور انہیں کا اثر چین و جاپان تک پہنچا کیونکہ بدھ جی آرین تھے اور گیا اس کا مرکز ہے اور امریکہ و یورپ مسیحی مذہب کے ماتحت ہے اور مسیح علیہ السلام یروشلم کے باشندے تھے اور عبرانی تھے۔پس ایرانی یا آرین یا عبرانی انبیاء و اولیاء و اصحاب کے ہی مذہب کی حکومت ان تمام بلاد میں رہی۔پس جو لوگ عبرانیوں کے ماتحت حکومت رہ چکے ہیں وہ کیونکر عذر کر سکتے ہیں کہ اپنی بولی کے سوا دوسری زبان کی کتاب کے ہم ماتحت نہیں ہو سکتے۔اسی طرح جو لوگ ویدکی زبان جو کسی ملک کی زبان نہیں یا ایرانی زبان کے ماتحت رہ چکے وہ کیونکر عذر کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی زبان کے ماوراء کسی زبان کی کتاب کے ماتحت نہیں ہو سکتے۔ہاں عرب عذر کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے مرکز نے غیر زبان کو نہیں مانا اور مرکز عرب پر دونوں کی سلطنت قطعاً نہیں ہوئی اور دونوں کا کوئی اثر مرکز عرب پر نہیں پڑا۔غور کرو ارمیاہ کی کتاب کے ابتداء میں مانا گیا ہے کہ عرب پر کوئی اثر تعلیم عبرانیوں کا نہ تھا اور تم تو مانتے ہی ہو کہ ان پڑھوں میں ان پڑھ رسول ہمارے رسول تھے ﷺ۔پس ان کو یا ان کی

قوم کوتمہارے ویدوں نے کیا نفع دیا۔ اگر نفع دیتا تو ان پڑھ کیوں رہتے اور کیا امید ویدوں سے ہوسکتی تھی ۔ دیانند نے خود لکھا ہے کہ اور بلاد میں جولوگ آباد ہوئے وہ برہمن نہ تھے بلکہ ..... وغیرہ تھے۔ پس ثابت ہوا کہ عرب عذر کر سکتے ہیں نہ غیر عرب۔

سوال نمبر۱۱۳۔ لا تبدیل لکلمات الله پر اعتراض کیا ہے۔ اگر کلمات سے مراد قانون قدرت ہے تو قرآن میں خلاف قانون قدرت کیوں۔ پھر گالی دی ہے۔ اور اگر آیات ہیں تو نسخ کیوں۔ محقق کتنے ہی احکام قرآن سے دکھا سکتا ہے جو پہلے جائز کئے اور پھر ممنوع۔ شراب پہلے حرام نہیں کیا پھر حرام کیا۔ اسی طرح بیت المقدس قبلہ تھا پھر نہ رہا؟

الجواب: جس کو تم لوگ قانون قدرت کہتے ہو اس کے خلاف بھی قرآن کریم میں ایک کلمہ نہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ قانون قدرت میں تھیوریاں خیالی فلسفہ پیش نہیں کرنا۔ سائنس کے خلاف کچھ دکھاؤ۔ اور نسخ بمعنے ابطال حکم بھی قرآن کریم میں قطعاً نہیں کیا معنی؟ قرآن کریم میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں جس پر کسی زمانہ میں تو ہم کو عمل درآمد کرنا ضرور تھا اور اب اس پر عمل درآمد کسی طرح جائز نہ ہو بلکہ قطعاً ممنوع ہو۔ مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم جس آیت میں ہو وہ آیت قرآن کریم میں تو قطعاً موجود نہیں۔ اسی طرح ایسی آیت بھی کوئی نہیں اور قطعاً قرآن کریم میں نہیں کہ جس میں لکھا ہو شراب حلال ہے تم پیا کرو۔ ہاں یہ بات ہے کہ شراب پہلے ہی حرام کیوں نہ کیا دیر کے بعد کیوں حرام کیا۔ مگر اس میں نسخ کس حکم موجود فی القرآن کا ہوا۔ نزول ارشادات آخر بتدریج ہوا کرتا ہے۔ کیا وید کے تمام احکام بلا کسی ترتیب کے یکدم رشیوں نے سمجھے تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ آپ تو کہتے ہیں کہ محقق کتنے احکام نکال سکتا ہے کہ پہلے جائز کئے پھر ممنوع۔ ہاں مجھے تو کوئی آیت ایسی معلوم نہیں جس سے یہ پایا جائے کہ فلاں حکم جائز یا ضرور ہے۔ پھر بعینہ اسی حکم کو کہا گیا ہو کہ یہ حکم ممنوع ہے۔ نہیں نہیں اور ہرگز نہیں۔ ہم کو ہمارے قرآن نے کہیں نہیں کہا کہ فلاں حکم جو فلاں آیت میں ہے اب قطعاً منسوخ ہو گیا۔ ہمارے ہادی نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا کہ فلاں

حکم قرآنی اب منسوخ ہے۔آپ کے پاک جانشینوں ابوبکرؓ وعمرؓ نے جنکی نسبت الٰہی ارشاد ہے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبة:۱۰۰)

اوران کے اتباع کو باعث اپنی رضامندی کا فرمایا ہے۔انہوں نے بھی نہیں فرمایا کہ فلاں حکم قرآنی اب منسوخ ہے۔اس پر بالکل عمل درست نہیں۔

نسخ کے معنی اگرابطال حکم کے ہیں کہ قرآن میں ایک حکم موجود ہواوروہ منسوخ کیا گیا ہوتوایسا حکم بھی مجھے ہرگز معلوم نہیں۔اگرکسی کواس کے خلاف دعویٰ ہوتو ثبوت دے۔قرآن کریم حسب ارشادالٰہی اکمال کے لئے آیاہے۔جیسااس نےفرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدة:۴)

پس وہ حقائق ثابتہ کے ابطال کے لئے نہیں آیا بلکہ اثبات حقائق کی خاتم الکتب ہے۔

ترک اسلام کے صفحہ۶۲ کے سوال ۱۱۳ کا ایک طریق سے جواب۔

حکم کہیں بوجہ غلطی اور ناسمجھی حاکم کے بدلا جاتا ہے اور کبھی بوجہ تبدّل مصلحت بدلا جاتا ہے۔ طبیب کہیں تشخیص میں غلطی کرتا ہےاوراس وجہ سے اپنی غلطی پر اطلاع پاکر پہلے نسخہ کو بدل دیتا ہے اورکبھی بوجہ تبدل حالات مریض یااس لئے کہ پہلی دوائی کا وقت گزرگیا اس پہلی دوائی کو بدل دیتا ہے۔مثلاً اثناء علاج بخار میں اگر سرسام ہوجائے تو بوجہ تبدل احوال مریض نسخہ بدلا جاتا ہے اور بعد مسہل کے جومقوی نسخہ لکھا جاتا ہےتو یہ تبدیل بوجہ اختتام پہلی دوائی کے وقت کے ہوتی ہےمگر ہرچہ باداباد۔ان دونوں صورتوں میں تغییر وتبدیل اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ طبیب نے اپنی غلطی پر اطلاع پائی۔اسی طرح سوچو خدا کے احکام میں تبدل وتغیّر بھی اسی دوسری قسم کا ہوا کرتا ہے پہلی قسم کا نہیں ہوتا۔مگر حضرت معترض کوان دونوں صورتوں کی خبر ہی نہ ہوتو وہ کیا کریں۔معذور ہیں۔(انتصار الاسلام سعیریسیر) للمولوی محمد قاسم.

والجواب الثانی۔

اگر حکم خداوندی میں تغییر وتبدیل خلاف عقل ہے تو ارادہ خداوندی میں بھی تغییر وتبدیل خلاف عقل ہی ہوگا۔حکم کے تبدیل میں اگر یہ خرابی ہے کہ خدا کی طرف غلط فہمی کا الزام آئے گا تو ارادہ کی تغییر وتبدیل میں بھی یہی خرابی ہے کیونکہ ارادہ بھی مثل حکم کے فہم پر موقوف ہے یعنی جس طرح حکم جب دیتے ہیں جب پہلے اپنے دل میں کچھ سمجھ لیتے ہیں ایسے سمجھ والے ارادہ بھی جب ہی کرتے ہیں جب اس مراد میں کوئی فائدہ خیال کر لیتے ہیں۔مگر یہ ہے تو پھر پیدا کرنے کے بعد معدوم کر دینا اور جلانے کے بعد مارنا اور عطائے صحت کے بعد مریض کر دینا اور راحت کے بعد تکلیف میں ڈال دینا علٰی ھٰذالقیاس اس کا الٹا بھی خدا سے ممکن نہ ہو سکے کیونکہ یہ سب بارادہ خدا ہوتے ہیں۔سو ایک ارادہ کے بعد دوسرا ارادہ مخالف اگر خدا کرے تو یوں کہو پہلے بے سوچ سمجھے خدا نے ارادہ کر لیا تھا (انتصار الاسلام) قاسم العلوم۔۱۲۔

اور سنو۔قرآن مجید اور فرقان حمید میں اختلاف نہیں۔اوّل اس لئے کہ اختلاف کے یہ معنی بھی ہیں کہ سنیوں کا قرآن اور ہو شیعوں کا اور۔روافض کا اور ہو خوارج کا اور۔ظاہری لوگوں کا اور قرآن ہو اور اہل تصوف کا اور۔مقلدوں کا اور۔غیر مقلدوں کا اور جیسے سناتن اور تمہارا باہم اختلاف ہے کہ وہ برہمنوں اور اپنشدوں کو بھی وید ہی یقین کرتے ہیں اور آریہ سماج صرف منتر بھاگ اور سنگھتا کو۔قرآن کریم کی محافظت کا ٹھیکیدار خود اللہ رب العالمین ہے فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر :۱۰) اور فرماتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ (القیامۃ :۱۸) اور فرمایا۔ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ (حٰمٓ السجدۃ :۴۳) جیسے میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ ایک سلسلہ جسمانی امور کا ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ روحانی امور کا۔پس اس کے ظاہری سلسلہ کو دیکھو۔پانچ وقت کے فرائض اور آٹھ وقت کے نوافل ہیں۔قرآن مجید پڑھا جاتا ہے کم سے کم چالیس رکعتوں میں اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ بلکہ

اسّی رکعتوں میں اور حفاظ وعلماء اور اہل دل ہر رکعت میں مختلف سورتیں پڑھتے ہیں۔ یہی تعامل اہل اسلام کا اب تک تیرہ سوسال سے ہے اور اس میں اصل کتاب کے محفوظ رہنے کا بڑا سِرّ ہے۔ میں ان نادان۔ ناعاقبت اندیش اور کلام الٰہی کے مزہ سے ناواقف لوگوں کو کسی شمار میں نہیں لاسکتا جو تیرہ سو برس کے حقیقی تعامل کے خلاف ترجمہ قرآن کے نماز میں مجوز ہیں گو وہ کئی رنگوں میں رسائل شائع کریں یا کسی سلطانی درہ کا قرب رکھتے ہوں۔ نماز میں قرآن کریم پڑھنے کا ارشاد ہے اور قرآن بلسان عربی ہے اور قرآن قرآناً عربیاً ہے اور ترجمہ ہمیشہ مترجم کا خیال ہوتا ہے اور مترجم حسب استعداد وعلم وفہم واطلاع ووسعت علم ترجمہ الگ الگ کرتے ہیں۔ دنیا میں کوئی کتاب دیکھو اس کا ترجمہ ایک مذہب وملک کے چندلوگ کریں سب مختلف ہی ہوگا۔

دوم۔ ضروری ہے کہ مسلمان لوگ قرآن کریم کا تدارس اور دَور کریں اور یہ دور باہم مل کر پڑھنا قرآن کی حفاظت کا بڑا باعث ہے۔

سوم۔ مریضوں کے سامنے حتیٰ کہ خطرناک حالت میں بھی قرآن کا پڑھنا مسلمانوں میں معمول ہے اور اسے ختم کہتے ہیں اور یٰسین و تبارك تو عام ملوانے بھی جانتے ہیں۔ یہ عمل درآمد بھی حفظ کا مؤید ہے اور خوب مؤید ہے۔

چہارم۔ ہر سال رمضان شریف میں قرآن کریم بکثرت پڑھا جاتا ہے تم کو تو خبر نہیں کیونکہ تم تو مسلمانوں کی گود میں نہیں پلے اور بعض ناعاقبت اندیشوں نے اس کو ترک کردیا۔

پنجم۔ حفاظ کے مجمعوں میں قرآن کریم دعویٰ سے یاد سنایا جاتا ہے اور اس سے خوب حفاظت ہوتی ہے۔

ششم۔ ہر روز ہم لوگ خطوط تصانیف اور ہر روزہ بات چیت میں بہت بہت آیات پڑھتے ہیں اور اس قدر پڑھی جاتی ہیں کہ غالباً کل قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ہفتم۔ مسلمان اور مخالفان اسلام بھی قرآن پر تفسیریں لکھتے ہیں اور لکھتے آئے۔

ہشتم۔ باہمہ سخت عداوت ومخالفت ،متکلمان شیعہ وسنی ۔خوارج ۔روافض وغیرہ فرق اسلام ایک ہی قرآن کو پیش کرتے ہیں۔

نہم۔ اسلامی سلطنتیں۔ انجمنیں اور جماعتیں گو اب سب کمزور ہیں پھر باوجود افلاس کے فضول خرچ ،سست، باہم نفاق میں مبتلا مگر پھر بھی ہزاروں ہزار حافظ عورتیں اور مرد اس وقت بھی موجود ہیں اب جب یہ حال ہے تو قوت وشوکت جاہ وجلال کے وقت قرآن کریم کا کیا چرچا ہوگا۔

پھر غور کرو نبی کریم کے وقت جب مذہب اسلام میں نئے نئے جوشیلے داخل ہوئے باایں کہ ان کی قوت حفظ ضرب المثل تھی ان کو تئیس برس میں بتدریج قرآن کریم سنایا گیا۔

نہم۔ ہر ملک وہر ایک قوم میں بڑوں اور چھوٹوں کا امتیاز ہوتا ہے اور قرآن کی یہ قدر ومنزلت اسلام نے کی تھی کہ کہا **یؤم القوم اقرء هم لكتاب الله** ۔قوم کا امام وہی ہو جو سب سے بہتر کتاب اللہ کو پڑھ سکتا ہو۔ مطلب یہ کہ تمام محلوں اور جمعہ اور عیدین وغیرہ ایام میں پیش نماز سب لوگوں سے آگے وہ کھڑا ہو جو کوئی قرآن کریم زیادہ جانتا ہو۔ پس اب غور کرو اس حکم سے قرآن کریم کی طرف عوام اور خواص کیسے جھکے ہوں گے اسی واسطے ہماری تواریخوں میں ہے کہ ایک یمامہ کی لڑائی میں ستر قاری شہید ہو گئے تھے۔ ادنیٰ درجہ اور قوم کے لوگ اسی واسطے پڑھتے تھے کہ آگے بڑھیں اور اعلیٰ لوگ اس لئے کہ پیچھے نہ رہیں۔

دہم ۔قرآن کریم نزول کے وقت معاً لکھوایا جاتا تھا اس واسطے فرمایا۔ وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ (الطور: ۲تا۴) اور ذٰلِكَ الْكِتٰبُ وغیرہ اور لکھا محفوظ رہتا ہے۔

یازدہم ۔یہی قرآن ۔تفاسیر۔ حدیث، فقہ واصول وغیرہ اسلامیہ علوم کی جڑ تھا بلکہ مباحثات میں بھی اول دلیل تھا پھر یہ کیونکر ضائع ہوسکتا۔

دوازدہم ۔وعظوں میں اسی کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور مقدمات میں بھی اسی سے اولاً مقدم طور

پر استدلال کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے۔عبادات خلوت کی ہوں یا جلوت کی سب میں قرآن کریم مقدم تھا اور ہے اوران میں پڑھا جاتا تھا اور پڑھا جاتا ہے۔

سیز دہم۔جس قدر لوگ اور قومیں مسلمان ہوتی تھیں ان کے مذہبی رسوم اور مقدمات کے لئے ماہران قرآن کوان قوموں کے پاس روانہ کیا جاتا تھا اوران کا امیر بنایا جاتا تھا۔

چہاردہم۔اس کے لکھنے والے بنصّ قطعی قرآن کے معزز بنائے گئے تھے جیسے فرمایا فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ (عبس:۱۴تا۱۷)

پانزدہم۔ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ پاک میں اس کے نسخے موجود تھے اسی واسطے فرمایا لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة :۸۰) کیسا مشہور قصہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تو اس وقت آپ نے اپنی بہن کے پاس سے بیسویں سورۃ کی نقل لینی چاہی۔

ان تمام وجوہ کو جو قرآن کریم کی عصمت اور حفاظت کے ہم نے بیان کئے پڑھ کر اوران میں غور کرنے کے بعد کون ایسا صاحب دل ہے جو قرآن کریم کی لانظیر عظمت میں شک کرسکتا اور معاً اس نتیجہ صحیحہ پر پہنچنے سے رُک سکتا ہے کہ دنیا میں قدیم سے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں جسے اکرام اور حفاظت کا شرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہو۔

سوال نمبر۱۱۴۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرة :۲۴) پر اعتراض کیا ہے کہ شیکسپیئر کے ناٹک، مکالے کے مضامین اور لڑکوں کی اونٹ پٹانگ، کوے، چیل، بندر، چڑیوں کی بولیاں بے نظیری میں قرآن کی طرح خدا کا کلام ہوں۔

الجواب: اوّل: **سنو جی!** شیکسپیئر، مکالے، لڑکے، کوے، چیلوں، بندروں، چڑیوں نے کبھی دعویٰ اور تحدی نہیں کی اور قرآن کریم کی بے نظیری کا ایک انسان دعویٰ کرتا ہے اور بار بار کرتا ہے۔

دوم:۔غور کرو فصاحت بلاغت، پیشگوئیاں، اعلیٰ تعلیم، اعلیٰ کامیابی کا نام نہیں لیا کہ قرآن کریم کی مثل فلاں فلاں بات میں تم پیش کر کے دکھاؤ بلکہ عام دعویٰ بے نظیری کا کیا ہے۔مخالفان اسلام کو موقع

تھا کہ کوئی کلام پیش کر دیتے گو وہ کاگ بھاش ہی ہوتا...... سا ور کہہ دیتے کہ قرآن نے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ (البقرۃ:۲۴) عام کہا ہے اور تخصیص نہیں کی۔ قرآن بھی ایک کلام ہے اور جو ہم پیش کرتے ہیں وہ بھی کلام ہے۔ قرآن عربی ہے تو کیا۔ آخر کلام ہے اور ہمارا پیش کردہ کلام گو مہمل یا کاگ بہاش ہے مگر آخر کلام ہے مگر کسی نے ایسا نہ کیا اور نہ کر سکے۔ یہی تو اعجاز ہے۔ آپ کے بھائی امرتسری مولوی یہاں بھی نہیں چوکے۔ ہمیں تعریض و تمسخر اور طنز سے کہتے ہیں کہ مرزا اپنے کلام کی بے نظیری کا مدعی ہے مگر محدود کیوں کرتا ہے کہ فلاں مدت تک کوئی میرے جیسا کلام بنا کر پیش کرے۔ میں کہتا ہوں اجی مولوی جی! مرزا زمانی تحدید بھی کرتا ہے بلکہ کہتا ہے ایسا بے نظیر کلام فصیح و بلیغ عربی میں پیش کرو۔ پس دونوں قیود سے قرآن کی طرح توسیع نہیں کرتا۔ آپ اس نکتہ پر نہیں پہنچے۔ مجھ خادم سے سنیئے۔ مرزا حقیقتاً واقعی طور پر عین محمد و احمد نہیں بلکہ غلامِ احمد ہے۔

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم   پنجہ در پنجہ خدا دارم

کو کفر اور بے ادبی یقین کرتا اور اس کے خلاف یوں کہتا ہے۔

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم   بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمّرم

آقا کی برابری پسند نہیں کرتا اور اس کو بے ادبی جانتا ہے اور تم نے تو مخالفت اور تصنیف کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ تم نے بھی کبھی عربی میں مقابلہ کر کے ہم کو نہ دکھایا۔

دیانند جیسے مہارشی نے بڑی تحقیق و تدقیق سے ملا پھیجی کا اکبر کے سمے بنا نقطہ کے قرآن رچا ہوا بتایا ہے۔ حضرت فیضی رحمۃ اللہ نے محمد جلال الدین اکبر رحمۃ اللہ کے زمانہ میں قرآن کریم کی خدمت کے لئے بلا نقط الفاظ میں ایک تفسیر قرآن کی لکھی تھی جس کے ساطعہ نمبر ۸ میں لکھا ہے۔

"العلوم کلها صداع الاعلم کلام الله و کل علم سواه عطّله و اهمله و کلام الله لا عد لمحا مده و لا حد لمکارمه و لاحصر لرسومه و لا احصاء لعلومه و هو امام اهل الاسلام و مدار اصل المرام"

تمام علم سر دردی ہیں سوائے علم کلام اللہ کے۔اس کے سوا سب کو چھوڑ دے اور بیکار کر دے اور کلام اللہ کے محامد کا شمار نہیں اور نہ اس کے مکارم کی حد ہے۔اس کی بیان کردہ باتوں کا حصر نہیں اور اس کے علوم کی گنتی نہیں۔ وہ اہل اسلام کا امام ہے اور اصل مطلبوں کا دارومدار ہے۔

پھر آخر اسی ساطعہ میں لکھا ہے۔

وما علم علوم كلام الله كلها احد الا الله ورسوله واولوا العلم

کلام الٰہی کے سب علوم کو کسی نے نہ جانا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اولوا العلم نے۔

فرحمك الله بخدمتك القرآن و تسويد و جه زعيم الارية و ارحم سلطانك الذى عظمك واكرمك وجعلك من المقربين.

یہ دیانندی تحقیق کا ثمرہ ہوا۔رہی یہ بات کہ قرآن کریم کی مثل جو طلب کی گئی وہ کس امر میں مثل مطلوب تھی۔اس پر علماء نے طبع آزمائیاں کی ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق پر بےنظیری کو قائم کیا ہے۔

ا۔کسی نے کہا ہے قرآن کریم اپنی بےنظیر تاثیر میں بےمثل ہے یہ بات بےریب قابل قدر ہے کیونکہ قرآن کی ہی تاثیر تھی کہ عرب جن پر کبھی کسی کتاب کا اثر نہ ہوا اس کتاب سے مؤثر ہوئے۔ وید کے مدعیو! حالانکہ صرف دعویٰ بلا دلیل کوئی چیز ہی نہیں۔کیا آریہ ورت میں ویدک وحدت مذہبی دکھا سکتے ہو۔کیا جینی وید کے قائل دکھا سکتے ہو؟ کیا بدھ و جینی وید کے قائل ہیں؟ تاثیر کا پتہ مرکز کو دیکھنے سے لگتا ہے۔کیا کاشی جی ہری دوار پیراک راج میں ویدک دھرم کا مرکز ہے۔

۲:۔کسی نے کہا ہے قرآن کریم تمام انسانی جماعت کے مشترکہ ضروریات کا جامع ہے۔ علوم الٰہیہ، اخلاق، معاشرت، تمدن اور سیاست کے اصول مسائل کا جامع ہے۔پھر انسانی عقل کو استنباط و استخراج مسائل کے لیے بیکار نہیں کرتا۔حوادث جدیدہ کے واسطے استنباط مسائل کی اجازت دیتا ہے۔

۳:۔کسی نے کہا کہ تمام کتب الٰہیہ دعاوی ہیں مگر دلائل سے ساکت ہیں بخلاف اس کے قرآن کریم الٰہیات میں دعاوی کے دلائل بھی بیان کرتا ہے اور اسی لیے مجھے امام غزالی کا یہ قول ہمیشہ ناپسند ہے جو انہوں نے فرمایا ہے تحقیقات میں میرا مذہب برہان ہے اور سمعیات میں قرآن۔ مگر میرا ایمان ہے کہ سمعیات کو عقلی بنا دینا اور تحقیقات کو برہان و وجدان اور سنن الٰہیہ سے ثابت کر دینا قرآن کا کام ہے۔موضوع کتاب سے بات باہر نکل جاتی ہے ورنہ میں بیان کرتا کہ کس طرح میں نے سوفسطائیوں ، دہریوں ، برہموں ،عیسائیوں،آریہ ،سکھ،شیعہ ،خوارج ،زمانہ کے عوام متصوفین، جہلا اور جامد مقلدین سے قرآن سے مباحثہ کئے ہیں اور ہر ایک پر حجت پوری کی ہے۔

۴:۔کسی نے کہا ہے قرآن کریم واقعات کو قبل از وقوع بیان کرنے میں بے نظیر ہے اس نے اتباع قرآن کی کامیابی اور منکرین کی ناکامی کو پکار پکار کر بیان کیا ہے اور آخر دیکھ لو بلاد عرب،عراق عرب، عراق عجم،خراسان اور ہند و شام،روم،مصر و بربر اور بلاد مغرب گواہی دیتے ہیں کہ اس کے یہ دعاوی سچ ہیں۔مثلاً یہ خبر کہ مکہ معظّمہ معظم و مکرم رہے گا اور معہ مدینہ طیبہ کے فتن دجال سے مصئون و مامون رہے گا۔اب دیکھ لو فتن دجال سے تمام بلاد سوائے مکہ و مدینہ کے پامال ہو گئے ہیں۔

۵:۔کسی نے کہا عرب کے قلوب نے معارضہ سے اعراض کیا۔

۶:۔کسی نے کہا قرآن کریم تمام کتب سماویہ کی اصل تعلیم کا جامع ہے اس کا دعویٰ ہے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البیّنۃ:۴)

۷:۔کسی نے کہا قرآن کریم فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے۔یہ وجہ اس وقت کے لحاظ سے جب مکہ معظّمہ میں بے نظیری کا دعویٰ کیا گیا تھا قوی ہے کیونکہ اس وقت تاثیرات و جامعیت وغیرہ کے بیان کا کامل وجود نہ تھا جیسے پیچھے ظاہر ہوا کیونکہ یہ دعویٰ مختلف سورتوں میں کیا گیا ہے۔بقرہ، یونس، ہود اور بنی اسرائیل میں اور ہومر،ملٹن،شکسپیئر ،مکالے،کالیداس،بالمیک ۔وارث نے کب دعویٰ کیا کہ ہمارا کلام ایسا بینظیر ہے کہ انسانی کلام نہیں بلکہ الٰہی کلام ہے۔پس بات یہی

صحیح ہے کہ مثل کی کوئی قید نہیں کی مطلق مثل قرآن کریم طلب کی گئی تھی اور مخالف نہ لا سکے۔

سوال نمبر ۱۱۵۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء :۸۳) پر اعتراض کیا ہے۔ چھ دن میں آسمان وزمین بنائے۔ ماں باپ سے انسانی نطفہ کی پیدائش۔ پھر آدم و مسیح کی پیدائش۔ سونٹے کا سانپ۔ پتھر سے اونٹنی۔ خدا مکار۔ فریبی۔ ان باتوں پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب: چھ دن کا جواب دیکھو سوال نمبر ۱۵، صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ میں اور ستیارتھ ۲۹۰ میں انسانی پیدائش کو دو طرح بتایا ہے۔ ایک کو ایشری سرشٹی کہا ہے الٰہی پیدائش اور اس کو بلا نطفہ مانا ہے اور دوسری میتھنی سرشٹی۔ کیا معنے جماع سے بال بچہ کا پیدا ہونا۔ جب کئی قسم کی پیدائش دیانند کے نزدیک مسلم ہے تو پیدائش آدم اور پیدائش مسیح پر اعتراض ہی کیا رہا۔ آدم بلا ماں باپ اور مسیح بلا باپ پیدا ہوئے۔ اقسام سرشٹی میں یہ بھی ایک سرشٹی ہے۔ دیکھو جواب سوال نمبر ۲۲، ۲۳ اور پتھر سے اونٹنی کا پیدا ہونا میں نے قرآن وحدیث آثار صحابہ اور اقوال ائمہ اربعہ میں ہرگز نہیں دیکھا۔ سانپ کا سوٹا دیکھو جواب نمبر ۴۸ صفحہ ۱۹۷۔ اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۳۔ اعلیٰ ستوگنیوں کا حال کہ وہ آویکت (لطیف ترین مادہ) کو شکل میں لانے اور پرکرتی (علۃ مادہ) پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ پس معجزات کے ماننے میں تم لوگ کیوں کر انکار کر سکتے ہو؟

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء:۸۳)

کہ معانی ہیں اگر قرآن جناب الٰہی کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف ہوتا۔ بات یہ ہے کہ لمبے چوڑے دعویٰ کرنے والے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل پاگل:۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے تمام دعاوی صرف مہمل اور نقش برآب ہوتے ہیں۔ ان کی دشمنی اور دوستی کچھ بھی قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

قرآن کریم نے نبی کریم کو اس اتہام سے یوں بری کیا۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (القلم:۳تا۷)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب کے فضل سے تو مجنون نہیں کیونکہ تو اعلیٰ اخلاق پر ہے اور مجنون کے اخلاق وفضائل اعلیٰ کیا ادنیٰ درجہ پر بھی نہیں ہوتے۔ اور پھر مجنون تمام دن اور رات میں کوئی کام کرے اس کے کاموں پر کچھ نتائج وثمرات صحیحہ واقعیہ مرتب نہیں ہوا کرتے اور جو تو نے کام کیے ہیں ان کے نتائج تو بھی دیکھ لے گا اور تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے کہ مجنون کون ہے۔

اب غور کرو کہ جابجا قرآن کریم میں دعویٰ کیا گیا کہ ہم (اللہ تعالیٰ) رسولوں اور ان کے ساتھ والوں کی نصرت وتائید کرتے ہیں اور یہ گروہ ہمیشہ مظفر ومنصور ہوتا ہے۔ غور کرو! جب رسول آئے وہ ہمیشہ منصور اور ان کے مخالف ذلیل اور خوار ہوئے۔ جیسے فرمایا۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومن:۵۲)

بے ریب ہم (اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ) نصرت دیتے ہیں اپنے مرسلوں کو اور ان کو جو ایمان لائے (مانا ان رسولوں کو) اسی ورلی زندگی میں اور فرمایا: وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون:۹) اور اللہ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے اور فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرۃ:۶) وہی ہدایت پر ہیں اور وہی مظفر ومنصور اور بامراد ہیں۔ دیکھ! فرمایا سرمو تفاوت اس میں نہ ہوا۔

نبی کریم اور آپ کے جان نثار صحابہ کرام تمام مخالفوں کے سامنے مظفر منصور بامراد رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات نہ ہوتی تو اس کے خلاف ہوتا اور یہ بات مجنون کی بڑ بن جاتی۔ مخالفوں کے حق میں فرمایا: اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلۃ:۲۰) یہ مخالف شیطانی گروہ ہے۔ خبردار رہو! بے ریب شیطانی گروہ ناکام رہے گا۔

اورفرمایا۔

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (الانفال:۳۷)

تیرے مخالف مال و دولت خرچ کریں گے۔پھران پر افسوس ہوگا اور مغلوب ہوں گے۔ (اب ہمارے مخالف بھی اموال خرچ کرتے ہیں دیکھیں کہ کس قدر وہ خرچ مفید ہوتا ہے)

پھر بار بار بتایا کہ منکروں پر عذاب عظیم ہوگا۔پھر دیکھ تمام عرب وعراق عرب وعراق عجم، شام و روم ومصر و بربر کے مخالفوں پر کیسے کیسے عذاب آئے۔عرب ریگستان کے باشندے خشن پوش کھجور پر زندگی بسر کرتے تھے ان کے لئے کہا گیا۔

بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (البقرۃ:۲۶)

پھر دیکھا اب تک ہم لوگ قریش اس جنت کے مالک ہیں۔وہ بصیرت تو تم کو نہیں کہ اتباع نبی کریم کو حقیقی جنتوں کے بھی وارث ہوئے دیکھے مگر ظاہری جنت کی وراثت سے تم بے خبر نہیں ہوسکتے۔جناب الٰہی نے آپ کے مخالف منافقوں کے لئے خبر دی اور فرمایا۔

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا (الانفال:۷۴) انھوں نے بڑے بڑے ارادے کئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔پھر دیکھا کوئی کامیاب ہوا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔اگر قرآن کریم اللہ القادر اور العالم کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کی کوئی تعلیم تو سنن الٰہیہ ثابتہ کے خلاف ہوتی۔کیونکہ تم مانتے ہو کہ ان پڑھوں میں ان پڑھ رسول تھے۔عرب میں کوئی کتاب، مدرسہ، یونیورسٹی قرآن کے لئے نہ تھی۔ وہاں اگر یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی تو تیرہ سو برس کی تحقیقات یورپ نے کوئی امر قرآن کریم کا خلاف سائنس ثابت کر دیا ہوتا مگر میں چیلنج کرتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوسکا۔

پھر قرآن کریم کی تعلیم مشترکہ تعلیم انبیاء ورسل کے خلاف نہیں۔اٹکل پچو باتیں کرنے والے کی باتیں اکثر غلط نکلتی ہیں۔پس اگر قرآن کریم اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کی اکثر باتیں غلط نکلتیں۔

سوال نمبر۱۱۶۔قرآن ہدایت کے لئے ہے مگر اس میں معمولی بجھارتوں[1] کا کیا مطلب۔حروف مقطع کا اصل کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔اصحاب بھی زور لگا چکے۔پھر قصہ اصحاب[2] الفیل کا ذکر کیا ہے۔ اِنَّ[3] شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر:۴) کا ترجمہ کیا ہے تیری بزرگی کی قسم کہ وہ شخص ابتر ہے۔اور قرآنی خدا اور شیطان کے جھگڑے[4]۔آدم[5] وحوا کے فسانے۔گھناؤنی[6] بہشت۔ڈراؤنے[7] دوزخ۔توبہ[8] واستغفار[9]۔شفاعت[10]۔حشر[11] ونشر۔حساب[12] وکتاب[13]۔ترازو[14]۔پلڑا[15]۔فرشتہ[16]۔جن[17]۔گوشت[18] خوری۔حیوانی[19] قربانی۔پتھروں[20] کے چومنے مکان[21] کے اردگرد گھومنے۔دن کو بھوکا[22] رکھنے۔رات[23] کوخلاف قاعدہ کھانے۔عبادت[24] میں ٹانگ ہاتھ ہلانے[25]۔اٹھنے[26]۔بیٹھنے[27]۔عورتوں[28] پر جبر۔مالایعنی باتوں کو نہ ماننے والے مگر اعلیٰ زندگی رکھنے والوں کو کافر[29] کہنے۔ان سے نفرت[30]۔لڑنے[31] بھڑنے۔لوٹنے[32]۔گھسوٹنے[33]۔قید[34] کرنے۔قتل[35] کرنے۔خدا کے ساتھ[36] دوسرے کوشریک کرنے کی باتیں قرآن میں ہیں۔نیوگ[37] زنا کا بیخ کن ہے۔عورت[38] کو بجائے کھیتی اور غلام کہنے کے اروہ[39] انگنی اور اولاد کے لئے بتایا گیا ہے مگر عورت کو اسلام نے گائے بکری سمجھا ہے جب چاہا رکھ لی اور جب چاہا نکال دی۔بال برہم چاریہ دیانند تھے۔

الجواب۔منصف ناظرین ذرا سوال کو دیکھیں کہنے کو تو ایک سوال ہے اور لکھنے کو چھتیس بلکہ چالیس سوال ہیں۔ان میں جتنی گندی باتیں ہیں اور جتنی اچھی ہیں سب ہی ویدک دھرم میں موجود ہیں مگر اتنی بات ہے کہ اسلام ان میں سے سچی اور صحیح باتوں کا قائل ہے اور تمام گندی اور قابل نفرت باتوں سے پاک ہے۔علاوہ بریں قرآن کریم تمام خوبیوں سے موصوف ہے اور ہماری گواہی تو سچ ہے کیونکہ ہم نے اسلام کے اندرونی اور بیرونی حالات سے پوری آگہی کے بعد لکھا ہے اور تمہاری گواہی غلط ہے کیونکہ تم قرآن و وید دونوں میں سے بے خبر ہو۔قرآن مجید سے بے خبری کا ثبوت تمہارا رسالہ ترک اسلام ہے اور ویدوں میں سے بے خبری یہ ہے کہ تم جس روز یہ لیکچر دیتے ہو اس روز تم آریہ سماجی ہوئے۔کے آمدی و کے پیر شدی۔

بہرحال سنئے۔ہم نے مقطعات کا جواب کچھ تو پہلے ہی سوال کے جواب میں صفحہ نمبر۳ میں دیا ہے مگر شاید کسی سلیم الفطرت کو فائدہ ہو اس لئے تفصیل کے ساتھ جواب لکھتے ہیں۔ ہمارا جواب الزامی بھی ہوگا اور نقلی بھی مگر آخر عقلی بھی۔و **الحمد لله رب العالمين** ۔پھر الزامی جواب کی تین قسمیں ہوں گی۔ایک خود تمہارے ساتھ خاص ہوگا اور دوسرا تم سے علاوہ مناظر قدرت میں دکھائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو اسلام کی کس قدر خاطر منظور ہے کہ جو سوال مخالفوں نے اسلام پر کیا ہے خود اس اعتراض کے ہدف ہیں اور محض ہٹ دھرمی سے اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ (الانفال :۴۳)اور تیسرا جواب خود وید سے اور آریہ کی مسلّم کتب سے دیں گے۔

ہمارا نقلی جواب بھی تین ہی حصوں پر منقسم ہوگا۔اوّل اقوال صحابہ کرام سے دوم تابعین صحابہ کے کلمات صحیحہ سے اور علماء سے اور دکھائیں گے کہ ہمارے ائمہ میں اختلاف وتضاد ان کے معانی میں نہ تھا بلکہ عربی علوم میں یہ عام رواج ہے۔پھر ساتواں جواب عقلی ہوگا کیونکہ سات کا عدد کامل عدد ہے اسی واسطے سات طبقات پر زمین۔بحار اور آسمانوں کا قیام ہے دیکھو بھومکا رگوید کا ترجمہ صفحہ ۸۱۔

اوّل اگر مقطعات کا استعمال معمے و چیستان اور پہیلی ہے اور اس لئے تم کو اس سے تنفر ہے تو ایف اے اور پھر بی اے کیوں ہوئے اور اس پر تمہارا فخر کیوں ہے۔تم نے بی اے ہونے سے دکھایا ہے کہ تم نے دھوکا نہیں کھایا اور بی اے وغیرہ تو مقطعات ہیں مطلب تم نے خوب سمجھ لیا کہ بی اے اگر معمّا نہیں تو الٓمّٓ کیوں[1] معمّا ہے۔

دوم تمہارا منہ کالا کرنے کو اس وقت تمام دنیا کے مہذب بلاد اور تعلیم یافتہ قوموں کی دکانوں، مکانوں، چیزوں، ناموں، عہدوں، ڈگریوں اور اعلیٰ عزت وعظمت کے خطابوں میں انہی معمے و پہیلی ومقطعات کا استعمال ہو رہا ہے لوگوں نے ہی عام طور پر اس کو قبول نہیں کیا بلکہ گورنمنٹ نے

---

[1] بی۔اے کو بھی کوئی کوئی سمجھتا ہے اور الٓمّٓ کو بھی کوئی کوئی ۱۲منہ

اپنے محکموں، ریلوں، سٹیشنوں کو بھی یہی ٹیکا لگایا ہے۔ فارن آفس کی تمام تحریروں کا انہیں پر مدار ہے جو حکومت کی اصل کل ہے۔ ڈی۔ اے۔ وی دیانندی کالج اس پہیلی سے زینت یافتہ ہے۔ یونانی (ا) اغطس۔ اگست۔ ایلوس۔ برس۔ سال۔ ایٹیکو۔ پرانے وغیرہ پندرہ کلمات کے اختصار پر بولا کرتے تھے۔ (ل) لوئیس۔ لوکس جگہ کے معنی میں (م) مجسٹریٹ۔ مانومنٹ بمعنے یادگار پر بولتے ہیں۔

سوم۔ تمہارے کیا تم تو غالبًا دہریہ ہو بلکہ آریہ کے وید کے سر پر اور اس کے اندر اور تمہاری سندھیا ودہی کے سر پر اور اس کے اندر تمہارے منوشاستر کے ادھیا ۲ شلوک ۷۵۔ تمہاری گایتری کے سر پر۔ تمہارے لیکچر کے ابتدا میں تمہارے عام لیکچروں کے ابتدا میں تمہارے دیا کہیانوں کتابوں کے سرے پر۔ قرآنی صداقت کے لئے اوم کا لفظ جو آ۔ اُ۔ م کے مقطعات سے بنا ہے زور سے گواہی دیتا ہے کہ خبردار قرآن کریم پر ایسا اعتراض مت کرنا۔ میرا لحاظ تو کرنا مگر اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الانبیاء :۶۸) تم اس کے شنوا نہ ہوئے۔ تمہاری ستیارتھ کا پہلا صفحہ اسی مقطعات کی تشریح میں سیاہ کیا گیا ہے مگر حیف کہ تم شنوا اور بینا نہ ہوئے۔ تمہاری منو جی ادھیا دو کے شلوک ۷۶ میں بول اٹھے کہ (ا) کار (اُ) اُکار (م) مکاران تین الگ الگ اکھروں کو اور بہو۔ بہواہ۔ سواہ ان کو بھی برہما جی نے بیدوں سے نکالا۔ مگر تم نے بجائے اس کے کہ اس سے سبق لیتے الٹا اس میں شرارت سے کام لیا اور جن کو ملیچھ کہتے تھے ان کی اتباع کی۔ یہ ہیں الٰہی آیات اور معجزات اور یہ ہیں ثبوت تمہاری شرارت اور بے ایمانی کے۔

لطیفہ۔ اوم کے تیسرے حرف کا نام مکار کے بدلہ میں آریہ نے اپنی سندھیا ودہی میں ما کا لفظ رکھا ہے حالانکہ ان کی زبان میں ما کا لفظ نہیں اور ستیارتھ پرکاش کے ترجمہ پرتی مذہبی میں (م) رکھا ہے جو اسلامی طرز کا لفظ ہے۔ یہ ہے روزانہ مذہبی اصلاح جس کو تم ہر روز کرتے ہو۔ دوسرا لطیفہ اوم کا پہلا لفظ اصل میں الف ہے اور آخری لفظ میم ہے پس اوم کا سارا لفظ اپنے ابتدا اور انتہا

سے قرآن کے مقطع **الم** کے الف پہلے حرف اور میم آخری کا حرف شاہد ہے۔اس شہادت پر بھی تم معترض ہی رہے۔افسوس!!

نقلی جواب

صحابہ کرام نے فرمایا ہے۔(دیکھ یہ وہی اصحاب الرسول ہیں جن کی نسبت تو نے بکواس کی ہے کہ اصحاب الرسول بھی زور لگا چکے مگر ......) ابن جریر۔ معالم التنزیل۔ ابن کثیر۔تفسیر کبیر۔ درمنثور وغیرہ میں لکھا ہے علی المرتضٰی،ابن مسعوداور **ناس من اکثر اصحاب النبی** اورابن عباس کے نزدیک یہ تمام حروف جو سورتوں کے ابتداء میں آئے ہیں اسماءِ الٰہیہ کے پہلے اجزاء ہیں۔ ابن جریر نے بہت بسط سے اِس بحث کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن کریم کھلی عربی میں ہے پس ممکن نہیں کہ اس میں ایسے الفاظ ہوں جو ہدایتِ عامہ کے لئے نہ ہوں پھر صحابہؓ وتابعین کی روایات کا بسط کیا ہے۔آخر کہا ہے کہ ان مقطّعات کو صحابہ کرامؓ نے اسماء الٰہیہ کا جزو[۱] مانا ہے اور بعض نے ان پر اسماءِ[۲] الٰہیّہ کا اطلاق کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان سے قسم[۳] لی گئی ہے ان کو اسماء[۴] السور، اسماء[۵] القرآن، مفتاح[۶] القرآن بھی کہتے ہیں۔آخر مجاہد کی روایت لی ہے کہ یہ بامعنیٰ[۷] الفاظ ہیں اور الربیع بن انس تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے بہت[۸] معنی لینے چاہئیں اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ اسماء[۹] وافعال کے اجزاء ہیں۔

بالآخر الربیع بن انس کی روایت پر کہا ہے کہ یہ سب معانی صحیح ہیں اوران میں تطبیق دی ہے۔میں کہتا ہوں بات کیسی آسان ہے کیونکہ ان حروف کا اسماءِ الٰہیہ کی جزو ہونا تو قول حضرت علی المرتضٰی علیہ السّلام کا ہے اور ابن مسعود اور بہت صحابہ اور ابن عبّاس کا، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔پس یہ معنے اصل ہوئے اور جن لوگوں نے کہا کہ یہ اسماءِ الٰہیہ ہیں انہوں نے اصل بات بیان کر دی کیونکہ آخران اسماء سے اسماءِ الٰہیہ ہی لئے گئے اور چونکہ اسماء الٰہیہ کے ساتھ قسم بھی ہوتی ہے اِس لئے یہ تیسرا قول بھی پہلا قول ہی ہوا۔پھر چونکہ سورتوں کے نام ان کے ابتدائی کلمات سے بھی لئے

جاتے ہیں اِسی واسطے فاتحۃ الکتاب کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اورسورہ اِخلاص کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہتے ہیں اور اِسی لئے یہ حروف مفاتح السور اور اسماءالسور ہوئے اور چونکہ ہر ایک سورۃ کو قرآن کہتے ہیں جیسے آیا ہے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (الجنّ :۲) اور فرمایا ہے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (الاعراف :۲۰۵)۔اِس لئے بعض نے ان کو اسماءالقرآن بھی کہا ہے۔پس مجاہد کا قول کہ یہ حروف موضوع ہیں معانی کے لئے۔اور ربیع بن انس کا یہ قول کہ ان کے بہت معانی ہیں درست وصحیح ہے اور یہ تمام اقوال پہلے قول کے موید ہیں اور انہی معنوں کے قریب بلکہ عین ہے وہ قول جو ابن جریر میں ہے کہ الٓم کے معنی اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ ہیں۔پس جو معانی صحابہ کرامؓ نے کئے ہیں وہ بالکل صحیح ہوئے۔اوّل تو اس لئے کسی نے ان صحابہ کرامؓ پر اعتراض نہیں کیا۔نہ صحابہؓ نے اور نہ تابعین نے۔نہ پچھلے علماء نے اور اگر کسی نے ان کے علاوہ کہا ہے تو اس کا کہنا صحیح ہے جیسا ہم نے دکھایا ہے۔ابن جریر نے ان کل معانی بلکہ ان کے سوا اور معانی لے کر سب کو جمع کرنے کو بہت پسند کیا ہے اور اپنے طور پر ان کو جمع کر کے بھی دکھایا ہے۔ابن جریر کی یہ عبارت بڑی قابل قدر ہے جو آخر مقطّعات پر لکھی ہے اِنَّهٗ عَز ذِكْرِهٖ اَرَادَ بِلَفْظِهِ الدَّلَالَةَ بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنْهُ عَلٰى مَعَانٍ كَثِيْرَةٍ لَا مَعْنَى وَاحِدٍ كَمَا قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ اَنَسٍ وَ اِنَّ كَانَ الرَّبِيْعَ قَدِ اقْتَصَرَ عَلٰى مَعَانٍ ثَلٰثَةٍ دُوْنَ مَازَادَ علیها۔ وَالصَّوَابُ فِيْ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَنَّ كُلَّ حَرْفٍ مِّنْهُ يَحْوِي مَا قَالَهُ الرَّبِيْعُ وَمَا قَالَهُ سَائِرُ الْمُفَسِّرِيْنَ وَاسْتَثْنٰى شَيْئًا ۔ربیع کے تین معنی یہ ہیں۔اوّل الٓم میں الف سے اللہ۔لام سے لطیف اور میم سے مجید۔دوم۔الف سے اللہ تعالیٰ کے آلاء وانعامات اور لام سے اس کا لطف اور میم سے اس کا مجد پھر الف سے ایک لام سے تیس۔میم سے چالیس عدد۔ابن جریر کا منشاء یہ ہے کہ اگر کوئی اور معانی بھی لے لے (جیسے کہا گیا ہے کہ الف سے قصہ آدم اور لام سے حالات بنی اسرائیل اور میم سے قصّہ ابراہیم مراد ہے) جب بھی درست ہے۔زمخشری اور بیضاوی نے علوم ِقراءت وصرف کے بڑے بڑے ابواب کا

پتہ ان سے لگایا ہے اور شاہ ولی اللہ نے غیب غیر متعین کو متعین اِس عالم میں مانا ہے اور مبرد اور دیگر محققین، فراء وقطرب وشیخ الاسلام الامام العلاّمہ ابوالعباس۔ ابن تیمیہ اور الشیخ الحافظ المجتہد ابوالحجاج المزی اور زمخشری کا قول ہے کہ یہ منکروں کو ملزم کرنے کے لئے بھی بیان کئے گئے ہیں مثلاً مخالفوں کو تحدّی سے کہا گیا کہ الف حرف ہے جو گلے سے نکلتا ہے اور لام درمیانی مخارج سے اور میم آخری مخرج ہونٹ سے ہے۔ پس جبکہ ان معمولی لفظوں سے قرآن کریم بنا ہوا ہے تو تم اس کی مثل کیوں نہیں بنا سکتے؟

اب ہم تینوں الزامی اور تینوں نقلی جوابوں سے فارغ ہو کر عقلی جواب دیتے ہیں۔ ناظرین! کیا معجزہ قرآنی نہیں کہ مقطّعات قرآن کریم پر مخالفان اسلام کا اعتراض ہو اور تمام دنیا کے مخالفان اسلام اسلامیوں سے بڑھ چڑھ کر ان حروفِ مقطّعہ کے استعمال میں مبتلا دکھائے جائیں اور ہم نے تو صحابہ کرامؓ کے اقوال سے ان کے معانی کو ثابت کیا ہے مگر معترض لوگ اَ۔اُ۔م کے معنی ملہمان وید کے صحابہ سے بتائیں تو سہی۔ دواَرب برس کی تصنیف کتاب کونسی ہے جس میں یہ معانی لکھے ہوئے ہیں جو سندھیا دہی بلکہ ستیارتھ کے پہلے ہی صفحے میں لکھے ہیں اور پھر جب اسلام کی کتب میں یہ معانی موجود ہیں تو ان پر اعتراض کیوں ہے اور اِس طرح اختصار سے کلام کرنا تو عربی علوم میں عام مروّج ہے بلکہ اس کے علاوہ کئی طریق سے اختصار کیا جاتا ہے۔ مثلاً بَسْمَلَ۔ حَمْدَلَ۔ حَوْتَلَ۔ رَجَّعَ۔ هَلَّلَ اور مثلاً خود قرآن کریم کے آیات کے نشان پر ط مطلق اور ج جائز۔ ص صلی کا اختصار ہے اور قرآنوں کے اُوپر ع رکوع کا چنانچہ ع اِس طرح کے نشانوں میں اُوپر کا نشان پارہ کا یا سورۃ کا اور اُوپر والا اگر پارہ کا نشان ہے تو نیچے والا سورۃ کا اور اگر اُوپر والا سورۃ کا ہے تو نیچے والا پارہ کا۔ درمیانی ہندسہ آیات رکوع کا نشان ہے۔

علمِ قراءت میں فمی بشوق کے مقطّعات سات منازل قراءت کا نشان ہے۔

ف

ف۔ معجزہ

علمِ حدیث میں نا۔انا۔ح۔ت۔ن۔د۔ق۔م۔خ۔ **حدّثنا۔ اخبرنا ۔حول السند**۔ترمذی۔نسائی۔ابوداؤد۔متفق علیہ۔مسلم وبخاری کےنشان ہؤا کرتے ہیں۔

علمِ فقہ میں صدہاعلامات ہوتی ہیں۔ان کاایک فقرہ ہے **مسئلہ البئر حجط**۔کنوئیں کے پانی میں ایک خاص امر میں اختلاف پرلکھا ہے کہ اِس وقت پانی نجس ہؤا ہے یا برحال رہتا ہے یا طاہروپاک رہتا ہے۔

علمِ صَرف میں سؔ سمع یسمع کانشان،ک کرم،ن نصر،ض ضرب کا،ف فتح یفتح کا۔نحو میں ط عطف کانشان،حد تعلق کا،مف مفعول کاوغیرہ۔

لغتؔ میں ۃ بلدۃ کا،ج جمع کا،کاف کسرہ عین ماضی،فتح عین مضارع کانشان ہے۔طِبّ میں **مکد من کل واحد** کانشان جس کےمعنٰی ہیں ہرایک سے۔

عقلی جواب

قبل اِس کے کہ عقلی جواب بیان ہوہمیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عقلاء کی بعض اصطلاحات بیان کی جاویں اوراِس وقت ہم صرف ویدک معتقدوں اوراسلامی فلسفوں کی اصطلاحات پراکتفا کرتے ہیں۔

علّتِ فاعلیہ یافاعل کام کرنے والے کوکہتے ہیں۔سنسکرت میں اِس کانام نمت کارن ہے،علّتِ مادیہ۔مادہ جس سےکوئی چیزبنتی ہےاس کواپاوان کارن کہتے ہیں۔علّتِ صوریہ صورت۔شکل اور آلات وغیرہ کوسادہارن کارن کہتے ہیں۔علّتِ غایۃ اصل مقصودکوپریوجن کہتے ہیں

مثلاً اِس کتاب کامصنّف ومتکلّم فاعل ہےاوراس کانمت کارن۔مصنّف کےعلوم وغیرہ اوپادان کارن ہےاوراس کےآلات واسباب مثلاً قلم وسیاہی کاغذوغیرہ سادہارن کارن ہیں۔اس کااصل مقصودیعنی نافہموں کےسامنےصداقتوں کااظہاراس کاپریوجن ہے۔

دلائل کی چنداوراصطلاحیں

(۱) الٰہی اقوال یااچھےلوگوں کی بات سےسَند لیناسمعی دلیل ہےاوراس کوسنسکرت میں شَبد

کہتے ہیں (۲) تشبیہ کو اپمان کہتے ہیں۔ عِلّت سے معلول کو سمجھنا لم کہلاتا اور معلول سے علّت کو سمجھنا اِنّ ہے (۳) اور استقراء سے پتہ لگانا تمثیل ہے اور ان سب کو انومان کہتے ہیں۔ (۴) مشاہدات سے استدلال سنسکرت میں پرتیکش ہے حواس ظاہرہ سے استدلال ہو یا حواسِ باطنہ سے۔

دلائل میں پہلی دلیل شبد ہے اِس سے ہم نے استدلال نقلی دلائل میں کیا ہے۔

دوسری دلیل اپمان یا تشبیہ ہے۔ اِس دلیل سے ہم نے یوں کام لیا ہے کہ جس طرح مقطّعات تمہارے مقدس وید میں ہیں اسی طرح ہماری مقدّس کتاب میں ہیں۔ جس طرح وہاں اسماءِ الٰہیہ لئے گئے ہیں اسی طرح یہاں لئے گئے ہیں فرق اتنا ہے کہ اسلامیوں کے پاس ایک قاعدہ ہے اور تمہارے یہاں دھینگا دھانگی ہے کہ '' آ '' سے یہ لو اور '' اُ '' سے یہ اور '' م '' سے یہ مراد لو۔

تیسری دلیل انومان سے ہم نے یوں کام لیا ہے کہ ہم نے استقراء کیا ہے کہ ہندو، سناتن، آریہ، یورپ، امریکہ کے لوگ مقطّعات کو اجزاء کلمات تجویز کرتے ہیں تو ہم نے اسی استقراء سے مقطّعات قرآنیہ کو اجزاء کلماتِ طیّبات لیا ہے۔

اب چوتھی دلیل پرتیکش یُوں ہے کہ کلمہ طیّبہ الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ چار جملے ہیں۔ چوتھا جملہ مطلب و غایت کو ادا کرتا ہے اور تیسرا جملہ سروپ کو۔ دوسرا جملہ مادہ کتاب کو تو ان مشاہداتِ ثلٰثہ سے یہ پتہ لگا کہ پہلا جملہ اِس کتاب کے متکلّم و مصنّف کا پتہ دیتا ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۱۶ کا بقیہ کچھ تو صفحات ذیل میں ہے۔

نمبر شمار	جواب	صفحہ
۱	مقطعات پر	۲۶۵،۲۶۰
۲	اصحاب الفیل و ابابیل	۱۷۵۔۱۷۲
۳	ھو الابتر	۶،۵ دیباچہ

۲۳	قید	۴۳ دیباچہ
۲۴	قتل	۴۲، ۴۳ دیباچہ
۲۵	شرک	۱۰۵۔۱۱۴
۲۶	عورت کو کھیت کہنا	۲۳۲ تا ۲۳۴، ۴۷ دیباچہ
۲۷	گویا عورت گائے بکری ہے	۵۰ دیباچہ

اور بقیہ کو ذیل میں مختصر ظاہر کرتے ہیں اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ دیانند کی ستیارتھ پرکاش کے جواب میں لکھیں گے۔

ا۔طواف پر مختصر سا نوٹ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مسجد کی تعمیر کے وقت سات دعائیں کی ہیں۔

(۱)۔رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا (البقرۃ:۱۲۸) اے ہمارے رب! قبول ہی کر لے ہم سے۔

(۲) رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے رب! اپنا ہی ہمیں فرمانبردار بنا دے اور ہماری اولاد سے ایک گروہ معلم الخیر تیرا فرمانبردار ہو اور دکھا ہمیں اپنی عبادت گاہیں اور طریق عبادت۔

(۳)۔وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (ابراھیم:۳۶) بچالے مجھے اور میری اولاد کو اس سے کہ بت پرستی کریں۔

(۴)۔وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (البقرۃ:۱۲۷) اور رزق دے مکہ والوں کو پھلوں سے۔

(۵)۔فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ (ابراھیم:۳۸) کچھ لوگوں کے دل اس شہر والوں کی طرف جھکا دے۔

(۶)۔وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا (البقرۃ:۱۳۰) ان میں عظیم الشان رسول بھیج۔

(۷)۔ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (ابراهیم:٣٦) اس شہر کو امن والا بنا۔

اور قرآن کریم میں ان دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر آیات ذیل میں ہے جو سات ہیں۔

اوّل۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (المائدة:٩٨) اللہ نے کعبہ کو عزت والا اور حرمت والا گھر بنایا۔

دوم۔ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (البقرہ:١٣١) اور بے ریب برگزیدہ کیا ہم نے اسے اس دنیا میں اور بے ریب آخرت میں سنوار والوں سے ہے۔

سوم۔ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة:١٢٦) ستھرا رکھو اس میرے گھر کو طواف کرنے والوں۔ اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔ اور فرمایا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ہدایت کا مقام ہے لوگوں کے لئے۔

چہارم۔ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ (قریش:٥) کھانا دیا ان کو بھوک کے بعد۔

پنجم۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ (البقرة:١٢٦) بیت اللہ کو لوگوں کے لئے جھنڈ در جھنڈ آنے کی جگہ بنایا۔

ششم۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعة:٣) اللہ وہ ہے جس نے بھیجا مکہ والوں میں رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں۔ پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت۔

ہفتم۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:٩٨)

اور جو داخل ہوا مکہ میں ہوا امن پانے والا۔

سات دعائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام و برکاتہ نے مانگیں اور ساتوں قبول ہوئیں۔ اسی طرح

جناب ہاجرہ علیہا السلام کوایک بڑاابتلا پیش آیا جس کا اشارہ ان باتوں سے ہوا۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرة :۱۵۶)اور انعام دیں گے ہم تم کو بدلہ میں تھوڑے سے خوف اور بھوک اور مالوں کی کمی اور جانوں کے اور پھلوں کے نقصان کے اور ان پانچوں پر اُمّنا ہاجرہ نے اِنَّا لِلّٰهِ اور اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہا ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف جانا ہے۔پس اپنے دو اقوال سے صبر واستقلال اور ایمان کا اظہار فرمایا اس واسطے اللہ تعالیٰ کریم ورحیم نے اس کی اولاد کو اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (قریش:۴)امن دیا ان کوعظیم الشان ڈر سے اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ (قریش :۴) کھانا دیا ان کو بھوک سے اور بلدہ کو بلدہ مبارک فرما کر کثرت اموال وانفس وثمرات اور الصبر کا نعم الاجر صلوات ورحمت عطا فرما کر اس کی اولاد کو ہدایت یافتہ فرمایا اور اسی واسطے اس قصہ کے بعد اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ کے طواف کا ارشاد فرمایا۔جن پر اُمّنا ہاجرہ بار بار غرض سات بار پھرتی رہیں تو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا نشان ہو۔ یہ اصل بھید کی راہ ہے کہ جامع کمالات عمارت جو انبیاء علیہم السلام کے متفرق کمالات کے جامع خاتم النبیین کی جگہ اور مسجد ہے اور جس جگہ کی کتاب جامع و مھیمن اور فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ہے اس عمارت کو ظاہری آنکھ سے مطالعہ کر کے اس جامع تعلیم کا دل میں ہر پہلو سے مطالعہ کرو اور ہاجرہ کی تکالیف کے موقع پر اس فضل وانعام کا مطالعہ کرو جو اس پر اور اس کی اولاد پر اللہ تعالیٰ سے ہوا۔

۲۔دوزخ کے وجود پر اعتراض کیا ہے۔دوزخ پر اعتراض کرنے والو! دوزخ کا نمونہ اس دنیا میں جذام گلت کوڑھ۔محرقہ تپ۔طاعون کالرہ۔اور ہموم وغموم اور افکار مخلوق میں موجود ہیں۔کیا آخر آتشک اس آتشک کا یاد دہندہ اور سوزاک اس سوزش کا نمونہ نہیں؟ کیا یہاں اس دنیا میں بدکاریوں کے بدنتائج دوزخ کے انگیزی بیشن نہیں ہیں اور ضرور ہیں پھر تعجب ہے تم منکر کیوں؟

۳۔اور حساب وکتاب پر اعتراض کیا ہے۔حالانکہ جیسا کوئی کرے ویسا پاتا ہے سچا مسئلہ ہے۔

کیاتم نے کسی سچے مذہب میں نہیں سنا کہ خداتعالیٰ کے یہاں جزا وسزا ضروری ہے۔اگر مذہب سے ناواقف ہوتو دیکھ لو۔آتشک والوں سے پوچھو کیا ان کو بے وجہ عذاب ہوتا ہے؟ خاص سوزاک والے بدوں خاص بدی کے مبتلا ہیں؟ مضامین کوصاف نہ لکھنے والے دماغ کے وہ کمزور جو اچھے بھلے چنگے تھے بدیوں اور بدکاریوں سے تباہ حال نہیں؟

۴۔نماز پراعتراض کیا ہے۔مگرنماز میں کمر بستہ حاضر ہونا خدا ماننے والے کی فطرت کا تقاضا ہے اورفرمانبرداری کے لئے جھکناایک تواضع ہےاورسجدہ میں گرنا کمال عبودیت کا اظہار ہے۔

۵۔جنّ کے وجود پراعتراض کا جواب۔جنّ مخفی درمخفی ارواح خبیثہ کانام ہےاس زمانہ میں جب سے ارواح کاانکار ہونے لگاہےتو پہلے اللہ تعالیٰ نے مائکرس کوپ کی ایجاد کی راہ نکالی ہے۔پھرآخر اب اشیاء کی تحقیق پرتوجہ دی ہےاور ہزاروں باریک اجسام ارواح خبیثہ کےنظرآنے لگے ہیں اور اس علم کانام بکٹر یالوجی ہےجس میں ان ارواح کےاجسام لطیفہ دکھائے جاتے ہیں۔

۶۔اسلام تمہاری ان بے جا کوششوں کے ذریعہ دنیا سے اٹھ جاوے۔ایں خیالست ومحالست وجنون اسلام پر خطرناک حملہ ترکوں کا تھا مگرتم نے نہیں دیکھا کہ آخرترک ہی مسلمان اور خادم اسلام بن گئے۔

عیسائیوں سے زیادہ تم طاقت ورنہیں ہوسکتے وہ بھی اسلام کےمعدوم کرنے میں ناکام ہیں۔جن تدابیر پرتم چل رہے ہواورتمہارے چھوٹے بڑے دہرماتما پارٹی اورگریجویٹ، جج، وکیل وغیرہ جس راہ سےاسلام پرحملہ آور ہیں یہ راہ کامیابی کےنہیں۔تم سے بہت پہلے مدینہ کے یہود نے اسی راہ کواختیار کیا تھا اوران کی مخفی کمیٹیاں استیصال اسلام کے لئے جان توڑکوشش کررہی تھیں جن کا ذکراللہ تعالیٰ کی پاک کتاب میں یوں آیاہے۔اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (المجادلة :۹) ترجمہ: کیانہیں دیکھا تونےان لوگوں کی طرف کہ منع کئے گئے مخفی کانا پھوسی سے پھر بازنہیں آتے اور کمیٹیئں کئے جاتے ہیں اورفرمایا۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا (المجادلة :۱۱) یہ کانا پھوسی اورمشورہ اللہ سے دور ہلاک ہونے والی خبیث روح شیطان سے ہے کہ غم میں ڈالے مومنوں کواور یہ لوگ کچھ بھی مومنوں کوضررنہیں دے سکیں گے۔ پہلے سپارے میں بھی ایسی مخفی مجالس کا ذکر ہے مگر دیکھ لو وہ تمام ممبران اورگرینڈ ماسٹر خائب وخاسر ہو گئے۔ آخراللہ تعالیٰ سمیع بصیر۔علیم وخبیر ہے اپنی مخلوق کی حرکت وسکون جانتا ہے۔

آج ہم محض اللہ تعالیٰ کےفضل وکرم سے تارک اسلام کے جوابوں سے فارغ ہوتے ہیں اور ہمیں کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے اس نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (المائدة :۵۵)اگرتم میں سے کوئی ایک مرتد ہوجاوےتواس کے بدلہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی قوم لائے گا جواللہ تعالیٰ سےمحبت کرنے والی اوراللہ تعالیٰ ان سےمحبت کرنے والا ہوگا۔اس تارک اوراس کےاورمرتد بھائیوں کے بدلہ ہمیں قوموں کی قومیں مسلمان اور نیک مسلمان جومحبوب الٰہی ہوں گے،عطا کرے گا اور ضرورعطا کرے گا۔**فالحمد لله رب العالمين۔**

ان جوابات میں ہم نے علم معانی۔بیان۔بدیع۔غرض علم فصاحت وبلاغت سے کام نہیں لیا۔اور نہ کوئی اوردقیق راہ جوابوں میں اختیار کی ہے جس کووقت اورنازک خیال لوگ پسند کرتے ہیں اوراردوتو پنجابیوں کی خودنرالی اردوہوا کرتی ہے۔دہلی۔لکھنؤ کےاہل لسان شایدبعض مقامات کوسمجھیں بھی نہیں توممکن ہے کیونکہ یہ رسالہ صرف اللہ تعالیٰ کےنام پرڈیڈی کیٹ کیا گیا ہےصرف اسی کی رضامندی اصل غرض ہےاسی نے فرمایا کہ حق کا اظہار کروپس جس کو میں نے حق یقین کیا اس کومختصر لفظوں میں پیش کیا۔**وانما لامرء مانوی.**

نیزہمیں اوّل تو آریہ سماج کا عام مذاق معلوم ہےاورانصاف یہی ہے کہ یہ لوگ معذور ہیں۔

اپنے ہی علوم سے ناواقفی ہے دوسرے کے علوم تو دوسرے کے ہیں پھر مسلمان ان کے نزدیک جیسے ہیں اس کا پتہ ان کی عملی کارروائیوں سے جو یہ لوگ محکموں میں۔معاملات میں اپنی مقدرت کے موافق کرتے ہیں ظاہر وعیاں ہے۔پس مسلمانوں کے علوم سے آگہی کیونکر کریں۔دھرم پال نے جو دہرم پالنا کی ہے اس کا نمونہ دیکھو دیباچہ کے صفحہ ۵۲ تا ۵۹ میں۔

دوم۔آریہ کی کثیر التعداد اور دہرماتما پارٹی کے مہابیر۔قومی شہید۔قوم جاں نثار پنڈت لیکھرام آریہ مسافر پکے پنڈت تھے۔بلکہ منشی رام جکیا سو نے تو اپنے ترجمہ رگوید آدی بہاش بھومکا کے ابتدا میں ظاہر فرمایا ہے کہ دیانندی وید بہاش کی غلطیاں بھی انہوں ہی نے ثابت کر کے دکھائیں اور اس پارٹی بلکہ عام آریہ سماج کے مذہب کا تمام دار و مدار نیشنلٹی اور صرف مخالف کو دکھ پہنچانا اور اپنے خیال میں مسلمانوں سے عالمگیر کا بے جا بدلہ لینا ہے حالانکہ اس نیک بادشاہ نے ان کو حقیقتاً کوئی ضرر نہیں پہنچایا اور نہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم لوگ عالمگیر کے ساتھ تھے نہ یہ دکھا سکتے ہیں کہ عالمگیری محاصل انگریزوں کے محصولات سے زیادہ تھے۔یہ ہے نیکی اور اس پارٹی کا خاص الخاص اصل۔عام خوش کن بنانے کے لئے صرف گوشت خوری کا مسئلہ ہے اور گوشت خوری ہی مہان پاپ ہے اور اس کا ترک ہی دھرم کی جڑ ہے حالانکہ نہیں جانتے کہ قانون قدرت میں ماں کے پیٹ میں کیا کھا کر بچہ باہر آئے ہیں اور دودھ پینے میں گائے کے بچے کو دھوکا دے کر دودھ لیا جاتا ہے یا نہیں اور کھیتی وغیرہ میں جانوروں سے کیا جا سکتا ہے۔

سوم۔لطیفہ۔اور آریہ سماج کا معقول عذر اور ان پر اتمام حجت بھی۔دہرم پال نے اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں کافر کون ہے۔دیکھو اعتراض نمبر ۹۳ صفحہ (۲۸۵) اس لئے بھی اس کو ہم بتاتے ہیں کہ کافر کون ہے اور حوالہ بھی عظیم الشان دیتے ہیں۔منو ۲۔۱۱۔صفحہ ۲۳۔

جو شخص وید کے احکام کو بذریعہ علم منطق غلط سمجھ کر وید شاستر کی توہین کرتا ہے وہ ناستک یعنی کافر ہے اس کو سادہ لوگ اپنی منڈلی سے باہر کر دیں منو صفحہ نمبر ۲۳۔کافر کون ہے اور اس کا حکم کیا ہے

اس کا خوب پتہ لگتا ہے اور کیا ان کے بزرگ رشی منو جی معقول پسند تھے؟

ہمارے پیارے دوست سردار فضل حق صاحب سابق سردار سندر سنگھ ساکن دھرمکوٹ بگہ نے اتفاقاً پروفوں کا مجموعہ پڑھا اور کہا کہ اگر دھرم پال کی فطرت باقی ہے اور اس کو اس کتاب کے پڑھنے کا اس کی کسی سعادت کے باعث موقع ہوا تو وہ یہاں آجائے گا۔ میں نے عرض کیا یہ گالیاں اور راہ راست کی کامیابی۔ عجب عجب!! سردار صاحب نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ بعض جواب بہت اختصار سے دیئے گئے ہیں اور الزامی جواب بکثرت نہیں۔ مثلاً سوال نمبر ۱۰۰ مسئلہ طلاق میں تارک اسلام نے لکھا ہے کہ بدشکل لڑکیاں پیدا کرنے والی کو طلاق دی جاتی ہے حالانکہ یہ بات قرآن کریم میں کہیں نہیں۔ قرآن کریم نے نہیں فرمایا کہ ایسی عورت کو طلاق دی جاوے ہاں آریہ سماج نے نیوگ کے ذکر میں اس بات کو لکھا ہے اسی طرح سوال نمبر ۱۰۵ میں قریب رشتہ میں شادی کرنے پر جو اعتراض ہے اس پر اتنا بھی نہیں بتایا گیا کہ جب آریہ دھرم اپنی معراج پر تھا اس وقت سری کرشن جی کی بہن کی شادی ارجن جی کے ساتھ کی گئی حالانکہ وہ پھوپھی کی لڑکی تھی۔ نیز تارک اسلام نے اسلام پر ہنسی کی ہے اسلام پر نہیں بلکہ دیانند جی پر کی ہے جہاں کہا ہے دیکھو صفحہ ۱۳۰ سوال نمبر ۱۰۴ جہاں کہا ہے اسلام نے نکاح کو دولت کمانے کا نسخہ بتایا ہے کیونکہ رگوید آدی بہاش بھومکا ترجمہ نہال سنگھ کرنالی صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے۔

گرہ اشرم (نکاح کرنے) میں داخل ہونے پر خوف مت کرو اور اس سے مت کانپو۔ تم کو قوت اور حوصلہ کے ساتھ یہ ارادہ رکھنا چاہیے کہ ہم جملہ سامان راحت حاصل کریں۔ میں تم کو کل سامان راحت عطا کروں گا۔ لاکن میں نے عرض کیا کہ اس کتاب کو سردست شائع ہونے دو۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے اس محنت کو مثمر ثمرات خیر فرماوے۔ نقص سے میرے جیسے انسان کا کلام محفوظ ہو یہ خیال صحیح نہیں۔ ہاں طبائع مختلف ہیں۔

بعض لوگ مگس طینت بھی ہوتے ہیں جو صرف غلطی پر ان کی نگاہ پڑتی ہے اور عیب دار حصہ کو ہی لیتے ہیں گو آخر لوگوں میں حق پسند بھی ضرور ہیں جو سعید و سلیم الفطرت ہیں۔ ہماری یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کے لئے بابرکت ہوگی اور اس کا و اُن کا انجام و آخر بخیر ہوگا۔

نورالدین۔تمت

نظم مولنا مولوی عبیداللہ صاحب احمدی بتخلص بسمل مدرس فارسی کالج مدرسہ تعلیم الاسلام دارالامان قادیان

خرد دادہ زان بندہ را کبریا — کہ تا سازد از نیک بد را جدا
کند میل از دل سوئے راستی — بتابد رُخِ خویش از کاستی
منور کند جان خود از یقین — شود رستہ از بند دیو لعین
اگر خود نہ میدارد این منزلت — ز ارباب معنے کند مسئلت
بسے ملت و مذہب و کیش و دین — زند لاف ورزیر چرخ برین
ولے زندگی دارد آن دین پاک — کہ باشد ز روحانیت تابناک
ز روحانیت نیست گر بہرہ ور — بود جسم بے جان مثل حجر
وزان کیش امید بہبود نیست — کہ راہش بدرگاہ معبود نیست
بہ قومیکہ نیکی پسند د خدا — فرستد ز افضال خود انبیاء
بد ایشان تکلم کند از کرم — بیاموزد از علم فضل و حکم
شود ختم چون دورۂ انبیاء — فرستد بتائید شان اولیا
بہر قرن از بہر تجدید دین — چراغے فروزد ز نور یقین
کہ یابد از ان خلق راہ خدا — گر آید ز دل سوئے علم الہدا
دلے ہر کرا بہرہ نبود ز نور — چو خفاش زان نور باشد نفور

پذیرد ہے طبع او انقباض	کند از سر ہرزگی اعتراض
بدان سان کہ اکنوں یکے تیرہ ہوش	برادر داز خبث باطن خروش
زنا بخردی ترک اسلام گفت	رخ خویش از دین و دانش نہفت
چو درد ہر شد راز او آشکار	بہ پیچیدہ برخود یکے نامدار
خطیبے کہ او مصقع امت است	ادیبے کہ مصطع درین ملت است
محقق سمید ع با حکام نص	مدقق ہمیسع بکنہ قصص
بعلم و عمل صلح و بلغ البیان	بہ فضل و ہنر شرخ و فصح اللسان
ادیب است و تفسیر و شیخ جلیل	لبیب است تحریر و شہم نبیل
باخبار و آثار ندس الفطن	بعلم و عمل رہبر ذی اللقن
درخشندہ نبراس حق نوردین	ز فضل خدا حجتے بر زمین
قوی پایہ شد علم زین لوذعی	سنن تازہ گردید زین یلمعی
جز او کیست در فقہ ناطور شرع	جز او کیست در دین رموز ورع
چنوے درین دہر غتریف نیست	چنوئے خردمند عریف نیست
چنون کیست ناقد بصر در کلام	بشرع محمد علیہ السلام
بپاسخ زبان بلاغت کشود	مراو را طریق ہدایت نمود
براہین قاطع بسویش نوشت	کہ تا پائے خود پیچد از راہ رشت
الا ایکہ آریہ گردیدۂ	جز از نیوگ در وے چہا دیدۂ
ز قومیکہ غیرت ندارد ز زن	بہ بیہودگی لاف مردی مزن
تو صانع شماری نہ خالق خدا	ازان ماندہ از ہدایت جدا
بہ نزدت تو خلاق اشباح نیست	بہ کیش تو خلاق ارواح نیست

ہیو لا و ر و ح و خد ا پیش تو	قد یم ا ند ا فسوس بر کیش تو
چہ خند ی بہ تثلیث عیسا ئیا ن	چو خو د گشتہ منہمک ا ند ر ا ن
د ر یغا کہ نفست ملا مت نکر د	تر ا مطلع بر غر ا مت نکر د
بو د تر ک ا سلا م ر و تا فتن	ر د ر گا ہ خلا ق سر و علن
شرہ چشم ادراک تو دوخت است	ازان رخت انصاف تو سوخت است
جنو ن بر د ما غ تو پیچید ہ است	ز سر عقل وہوش تو دز د یدہ است
چہ بر تا فتی ر خ ز ر ب غفو ر	کہ گشتت کہ گشتی زغفران نفور
چر ا ر خت ہوش وخر د سوختی	کہ از بہر خو د حسر ت ا ند دختی
بہش با ش وفر ز انگی پیشہ کن	ز ر وز پسنین یکر ہ ا ند یشہ کن

بیا ر ا ستی پیشہ کن حق شنو